عقد الجواہر

(اسلامی عجیب و غریب ناول)

مصنفہ عالی جناب معلی القاب ... شیخ احمد حسین خاں صاحب

او- بی- ای خان بہادر

متخلص بہ ... تعلقہ دار ... پرتاب گڈھ اودھ

با ... عالی جناب سید ... صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ

(... باہتمام ...)

مطبوعہ اسٹار الکٹرک پرنٹنگ ورکس الہ آباد

تمہید

سنہ ۱۸۸۶ عیسوی کے دوران میں جب یہ ناول لکھا گیا مصنف کی عمر تخمیناً ۲۵ سال کی تھی طبیعت میں خداداد جودت موجود تھی شعر گوئی کا ذوق زمانہ حداثت سن سے پیدا ہو چکا تھا جب لکھنؤ جانے کا اتفاق ہوتا تھا شعرائے باکمال حضرت شاد و امیر مینائی و جلال سے صحبت رہا کرتی تھی۔ لکھنؤ کے مشہور ناولسٹ مسٹر عبد الحلیم شرر مرحوم اور پیام یار کے اڈیٹر منشی نثار حسین۔ نیز سید ذاکر حسین یاس اکثر پریانواں جاکر ہفتوں قیام کرتے تھے اسی زمانہ میں شرر صاحب نے پہلا ناول (دلچسپ) لکھا تھا اور مصنف عقد الجواہر کے نام نامی سے معنون کر کے شائع کیا تھا۔ اس وقت جناب شیخ احمد حسین خاں صاحب صرف خان بہادر کے خطاب سے مخاطب کئے جاتے تھے جو ان کو ان کے والد خان بہادر شیخ دوست محمد صاحب سے بحیثیت موروثی خطاب کے پہونچا تھا اور نواب کا ذاتی خطاب اور او۔ بی۔ ای کا تمغہ اس کے بعد حاصل ہوا۔ خان بہادر حاجی شیخ دوست محمد صاحب سنہ ۱۳۰۲ ہجری میں حج و زیارت کو تشریف لے گئے اور بعد حصول شرف حج جوار مدینہ رسول میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت نواب صاحب یعنی مصنف ناول ہذا کی عمر تخمیناً ۲۳ سال کی رہی ہوگی۔ نواب صاحب کو بچپن ہی سے زباندانی کا ذوق اور تصنیف کا شوق ہو چکا تھا جس کا ثبوت اس سے ہوتا ہے کہ ۱۴ سال کی عمر میں انہوں نے ایک مختصر رسالہ (بہارستان مشک) تصنیف کیا۔ کیونکہ اولاً مشک تخلص تھا بعد میں اس کو مذاق سے بدل دیا۔ بہارستان مشک صغر سنی کے کھیل کود کا قابل غور نمونہ ہے۔ بقول شاعر۔ ازل ہی سے ہے میرا طائر دل عشق میں پھڑکا ۔ کھلونے تھے مرے مٹی کی پریاں جب میں تھا لڑکا بہارستان مشک میں کچھ تو لطیفے لکھے ہیں کچھ اشعار ہیں کچھ سطریں رد مذہب شیعہ کے متعلق اور بعض متفرق باتیں ہیں۔ پھر نواب صاحب نے تکمیل تعلیم کے بعد اپنا دیوان کلیات مذاق اور رسالہ ضرب المثل شائع کیا۔ اتفاقاً لکھنؤ میں نورزجی کا مشہور تھیٹر آیا ہوا تھا جس کے لوگ بہت دلدادہ ہو رہے تھے اور تھیٹر سے زیادہ اس کے ایک ایکٹرس پر جس کا نام جواہر تھا۔ اس نو عمر حسین لڑکی کے گانے اور ایکٹنگ میں جادو کا اثر تھا معلوم نہیں بالآخر وہ کہاں گئی اور اس کا کیا حشر ہوا۔ البتہ وہ اپنا نام اس ناول کو دے گئی۔ لیکن نام ہی نام۔ باقی سارا قصہ فرضی ہے۔

اس ناول کے لکھنے کے بعد بمرور ایام نواب صاحب کا مذاق علمی شاعرانہ خیالات پر غالب آگیا اور انہوں نے بتدریج بہت سی علمی اور تاریخی کتابیں تصنیف کیں جن میں تاریخ احمدی کو سلسلہ تصنیف کی حیثیت سے سب میں آخر اور بہترین تالیف کے اعتبار سے سب میں اول سمجھنا چاہیئے۔ موجودہ زمانے میں لوگوں کو ممدوح کے عالمانہ تبحر پر نظر کرتے ہوئے جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک ناول بھی تصنیف کیا تھا (یعنی یہی عقد الجواہر) تو انکو حیرت ہوتی ہے اور بلاشبہہ ہونی چاہیئے۔ اس ناول کے متعلق مجھے اظہار رائے کی ضرورت نہیں ہے ناظرین خود پڑھکر فیصلہ کر سکتے ہیں۔

سید عشرت حسین رضوی بی۔ اے (کنٹب)
ڈپٹی کلکٹر ممالک متحدہ آگرہ و اودھ

ہردوئی
مارچ سنہ ۱۹۲۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب

بجو سے بے ثباتی کو ہمیشہ ہم فنا سمجھے   حباب آسا کبھی سمجھے کبھی ہم نقش پا سمجھے

ٹھیک دوپہر کا سنسان وقت تھا۔ ایک عالیشان مقبرہ پر کچھ ایسی اداسی چھائی ہوئی تھی کہ جدھر نظر جاتی تھی ناپائداری عالم کے سامان دکھائی دیتے تھے۔ دور کے ویرانے درختوں کی بے برگ ڈالیوں سے بوم شوم کی صدائیں کانوں میں خوف دلاتی ہوئی آتی تھیں۔ خزاں کے ظالم ہاتھوں سے بچے ہوئے پائیں باغ میں نرگس بیمار کی داہنی آنکھ پھڑکتی تھی۔ آسمان تک سے عبرت برس رہی تھی۔ زمین پر ایک حسرت انگیز سناٹا تھا۔ سورج کی چمکتی صورت نے زوال کی آنیوالی گھڑی کی وحشت سے سب سے زیادہ بلندی پر جاکے پناہ لی تھی۔ لکھنؤ کی اجڑی ہوئی صورت کسی کے دم واپسیں سے عبرتناک ہو رہی تھی۔ ناگہاں پہلو کے ایک کمرے سے گلاس کے گرکر ٹوٹ جانے کی جھنکار سنائی دی اور ساتھ ہی دھماکے کی آواز آئی۔ محلہ والوں کے جو کان کسی بیمار کی حالت سقیم سنتے سنتے سن ہو رہے تھے ہنوز اچھی طرح متوجہ ہونے پائے تھے کہ اس کمرے سے کسی کے رونے کی آواز بھی سنی گئی۔ عورتوں کے کلیجے دھڑکنے لگے۔ اور صحن میں نکل کر پائیں باغ کی روشوں پر بڑی بیتابی کے ساتھ ادھر ادھر ٹہلنے لگیں۔ مرد بدحواسی کے ساتھ دوڑ پڑے۔ "کیا ہوا؟ ہے ہے کیا ہوا!! حکیم صاحب! خیریت تو ہے؟"

ایک شخص (اندر پہونچکر رکتی ہوئی آواز سے) دواپئے! یہ آناً فاناً! کسی کو معلوم بھی نہوا!"

حکیم صاحب "ابھی اچھے خاصے تھے - مین نے دوا منوائی - آدمی لے کے گیا - اٹھے اور گلاس ہاتھ مین لیا - ایکایک ہچکی آئی گلاس ہاتھ سے چھوٹ پڑا - اور گر پڑے - سر پٹی پر جا کے کھٹ سے بولا - دیکھا تو کچھ نہ تھا - دیکھیے نا کیسے بے قرینے گرے ہین"

دنیا سے تیار رخصت ہونے والا شخص پلنگ کی اسطرف کی پٹی پر پڑا ہوا تھا - داہنا ہاتھ اُلٹ کر نیچے آگیا تھا - بایان ہاتھ زمین تک لٹکا ہوا تھا - ایک پاؤن جو ادھر تھا پھیلا ہوا تھا - اور دوسرا بُری طرح سے اُسکے نیچے دبا ہوا تھا - آنکھین کچھ کچھ کھلی رہ گئی تھین - مگر وہ چمک اور آب و تاب آنکھون کی اصلی صورت سے پہلے ہی تشریف لیجا چکی تھی - چہرے کی رونق روح کے ساتھ ہی دنیا سے چلی گئی تھی - سر کے کھچڑی بال اُلٹ کر مُنھ پر آ گئے تھے - سر سے پاؤن تک اُمید کا کوئی اثر نہین پایا جاتا تھا یاس اور نا امیدی کی بھیانک اور وحشت ناک صورت ہر ہر مقام سے نظر آ کے غم نصیب دیکھنے والون کو ڈرا ڈرا کر رُلا رہی تھی -

حکیم صاحب "اب آپ دیکھتے کیا ہین ؟ اسے انھین سیدھا کیجیے"

ایک شخص "مہربانی کر کے آپ باہر تشریف لیجائین - عورتین بہت بیتاب ہو رہی ہین - مین ہاتھ پاؤن سیدھے کر لونگا"

حکیم صاحب باہر تشریف لے گئے - اور عورتون نے آتے ہی کہرام بپا کر دیا - سبھون نے مل کر بیجان بدن کو سیدھا کیا - پاؤن کے دونون انگوٹھون مین ایک دھجی کا حلقہ بنا کر ڈال دیا جبڑے کپڑے سے کس کر باندھ دیے - پلنگ کا رُخ پلٹ کر بچھایا - سرہانہ شمال کی طرف اور پائنتی جنوب کی طرف کی - سرہانے سے تکیہ نکال لیا - اور مُنھ قبلے کی طرف پھیر دیا - داہنا ہاتھ سینے پر رکھکر بایان ہاتھ پھیلا دیا - اور چادر اوپر سے اُڑھا کر اپنے نزدیک وہ وضع بنا دی جو قیامت کی نیند کا ساتھ دے سکے - یہ وہ سب کام تھے جو جان نکلنے کے بعد اور بدن کے سرد ہو جانے سے پہلے کیے گئے - اس کے بعد سبھون نے اپنے خیال رونے کی طرف متوجہ کیے اور ہر ایک دل کھول کر رونے لگا - مرحوم کی ضعیفہ بی بی نے ہاتھون کی چوڑیان توڑین اور عورتون کی مدد سے سب زیور اُتار ڈالے - اور ایک جگہ دوزانو سوگوارانہ وضع بنا کر ماتم کرنے لگی - مُردے پر اگرچہ چادر پڑی ہوئی تھی - مگر موت کی بھیانک صورت اُس چادر سے اسطرح پھوٹ پھوٹ کر دکھائی دیتی تھی کہ سب آس پاس والے بیتاب ہوے جاتے تھے - اتنے مین سب اعزا و اقارب کو خبر ہوئی - جس نے سُنا دم بخود رہ گیا -

ایک "ہاے۔ کیا نواب ثریا جاہ چل بسے؟ غضب ہوگیا! بیمار نے دھوکا دیا!"

دوسرا "رہے نام اللہ کا"

تیسرا "ہمہ راہمین راہ در پیش"

سب لوگ آکر جمع ہوے۔ ایک صاحب نے اندر آکر سب کو سمجھایا اور کہا "جو ہونا تھا ہوا رونے دھونے سے کیا فائدہ؟ اب تجہیز و تکفین مین جلدی چاہیئے ورنہ لڑکے رو رو کے جان دے دینگے قریب شام متوفی کو لباس آخری (کفن) پہنا کر دفن کرنے کو لے چلے مستورات نے ہاے وارث کے نالے بلند کرکے ہنگامہ قیامت بپا کیا۔

ایک رہرو "ہاے یہ وہی فیل نشین ہے جسے لوگ آج کس بیقدری کے ساتھ پھینکنے لیے جاتے ہین۔ افسوس یہ وہی میر مجلس ہے جو بھرے مجمع مین اپنی زندگی بسر کرتا تھا۔ آج اسکو لوگ ویرانے مین چھوڑ آئینگے۔ ہاے اسکی صورت سے لوگ ایسے بیزار ہوے کہ زمین کا پیوند کیے دیتے ہین! عبرت کا مقام ہے"

دوسرا "انھون نے تو انتقال کیا مگر افسوس! نام کا زندہ رکھنے والا کوئی نہوا"

تیسرا "یہ کیون؟ خیریت سے دو صاحبزادے چھوڑ گئے ہین"

چوتھا "لڑکے ہی لایق ہوتے تو رونا کاہے کا تھا۔ افسوس بڑی مشکلون سے مرحوم کی جان نکلی ہوگی"

پانچوان "کیا نواب صاحب مغفور نے لڑکون کی تعلیم مین کچھ کوشش نہین کی؟ ہان بیشک اسکا انجام بد نظر آتا ہے"

مغرب کے بعد اُس مقبرے مین متوفی کو زمین کے حوالے کیا جہان کی بڑی بڑی املیون کے پرانے درخت کی پتیان مٹے ہوے نام آورون کے پتے دیتی تھین۔

دفن کے بعد فاتحے کے وقت پھر وہی گریہ و زاری شروع ہوئی۔

نواب فریدون قدر۔ (مرحوم کے بڑے بیٹے) "ہاے قبر! تو نے بڑا لقمہ کھا کر ہماری زندگی بے مزہ کر دی"

انجم قدر۔ (مرحوم کے چھوٹے بیٹے) "ہاے قبر! آج تو نے اُس شخص کو گود مین لیا ہے جسکی ہم آغوشی کے اشتیاق مین کس کس نے جان نہین دی"

رو پیٹ کر انھون نے کلیجے پر صبر کا پتھر رکھ لیا۔ اور گھر کی طرف پلٹے۔

دوسرا باب

سرِراہ ایک کوٹھی ہے جسکی مرتفع کرسی پر سنگ مرمر کی خوشنما صاف چٹانون کا فرش ہے مگر سیاہ
سنگ موسیٰ کی پچی کاری اظہار ماتم کر رہی ہے کوٹھی کے متصل ایک مختصر پائین باغ ہے
جسکے دیکھتے ہی آنکھون مین ٹھنڈک دماغ مین تازگی آتی ہے۔ مگر ستم یہ ہے کہ گلاب کے
خوشنما پھولون کے ساتھ کانٹے بھی موجود ہین جو بلبل کی نگاہون مین کھٹکتے ہین۔ آم کے درخت
لدے کھڑے ہین مگر ہر ثمر مین سینے اور کھٹے ہونے کا اندیشہ ہے۔ روشون کے آس پاس
حوض لہرین لے رہا ہے مگر اسمین بھی فوارے آٹھ آٹھ آنسو رو رہے ہین۔ کوٹھی کے
بیچ والے ہال مین ایک کمسن جوان مغموم و محزون زانوئے اندوہ پر سر رکھے ہوئے بیٹھا ہے
داہنے ہاتھ مین رومال ہے اور منہ پر سے کسی طرح ہٹتا ہی نہین۔ رومال سے برابر آنسوؤن کے
قطرے ٹپک رہے ہین گھڑی گھڑی آہ سرد کھینچنے سے جسم کو ایک غم یاد دلانیوالی حرکت ہو جاتی
ہے اگالدان سامنے رکھا ہے۔ دو چار شخص مصاحبون کی وضع مین تسلی دے رہے ہین۔
ایک مصاحب "اچھے صاحب گلاس مین برف کا پانی لاؤ مگر جلد لانا"
اچھے صاحب "لایا"
منے آغا "حضور پانی پی لین۔ ذرا قلب کو تسکین ہو جائیگی"
عباس مرزا "اے لیجیے۔ مرزا عالیجاہ بہادر بھی تشریف لاتے ہین"
نوجوان "(آنسو پونچھکر) "کون؟ چچا جان ہین؟" دروازے کی طرف دیکھکر "آداب
عرض کرتا ہون"
مرزا عالیجاہ "عمر دراز۔ آخر یہ رونا کب تک؟ فریدون ذرا اپنا دل مضبوط کرو۔ ایک دن
سبھی کو مرنا ہے یہ داغ عمر بھر سینے سے نہ مٹیگا مگر صبر کرنا چاہیے۔ آنسو پونچھ ڈالو۔
ادھر اُدھر کی باتون مین دل بہلاؤ۔ اچھے صاحب سنو! مین جاتا ہون اندر مستورات کی
تسلی و تشفی کرون تم ان کا دل بہلاؤ" یہ کہکر چلے گئے۔
منے آغا "حضور اللہ کے واسطے (اللہ کے واسطے) بہت غم نہ کیجیے۔ یہ دنیا مقام فانی ہے
کون ہمیشہ جیا اور کون جیے گا کسکے سر پر ہمیشہ بزرگون کا سایہ رہا ہے۔ بڑے بڑے پیغمبرون
کو تو چاشنی مرگ چکھنا پڑی۔ کیسے کیسے اولوالعزم بادشاہ اور کس مرتبے کے جانباز اور بہادر

سب نے جام فنا پیا اور قبروں میں جا کر سو رہے۔ حضور دل کو سنبھالے رہیں۔"

نواب:- "ہائے کس طرح دل کو سمجھاؤں!"

اچھے صاحب:- "محفلِ رقص سے زیادہ غم غلط کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ ہی گھڑی میں ساری کلفت اور سارا صدمہ زائل ہو جاتا ہے۔"

منّے آغا:- "بیشک۔ بیشک۔"

لالہ جھومک لال:- "بیشک کیا معنی۔ حضور سرکہ شک آرد کافر گردد۔"

عباس مرزا:- "بس حکم کی دیر ہے۔ ایک اشارہ کافی ہے۔ ابھی ابھی پرستان کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جائے۔ ارباب نشاط کا حاضر ہونا ہی کیا۔ روپیہ چاہیئے وہ رئیسوں کے ہاتھ کا میل ہے۔"

نواب صاحب:- "گھر میں اتنا بڑا سانحہ ہو چکا ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ محفلِ رقص ہو اور پھر میرا دل ہی کچھ افسردہ ہو رہا ہے۔ ناچ گانے میں جی نہ لگے گا۔"

منّے آغا:- "حضور کو ابھی تجربہ نہیں ہوا ہے۔ ناچ گانے میں اور دل نہ لگے! ادھر کسی خوش گلو کی دو تانیں سنیں اور طبیعت شگفتہ ہو گئی۔ یہ ساری کلفت دھو جائیگی۔"

عباس مرزا:- "حضور جادو ایک پر چلتا ہے اور خوش آوازی کا سحر جلسے بھر پر۔"

نواب صاحب:- "مگر رسم کے تو خلاف ہے۔ دنیا بھر میں بدنام ہونے سے کیا فائدہ؟ سب لوگ کیا کہیں گے؟ ہائے! (آہ سرد کھینچکر) ابا جان کا تو انتقال ہو گیا اور میں بیٹھکر ناچ دیکھوں۔"

عباس مرزا:- "اے حضور یہ محتاجوں اور غریبوں کی رسم ہے۔ امیروں اور بادشاہوں کے یہاں کہیں ایسی رسموں کی پابندی کی جاتی ہے! خداوند رؤسا کے یہاں تو ایسے وقتوں پر اور بڑا کے عیش و عشرت کا سامان مہیا کیا جاتا ہے۔ مہینوں جشن ہی میں گزرتی ہے۔"

منّے آغا:- "تو حضور بادشاہوں سے کس بات میں کم ہیں۔ جو سامان وہاں ہوتا ہے کیجیے ایک ادنیٰ سے اشارے میں جمع ہو جائے۔ روپیہ چاہیئے۔"

عباس مرزا:- "اور ہماری سرکار میں دولت کی گنگا بہتی ہے۔ جسے چاہا ذرا میں بامراد کر دیا۔ جسے چاہا مایوس کر دیا۔"

لالہ:- "یہ کوئی کہنے کی بات ہے۔ حضور تو ہزارہ حاتم کی گور پر لکد زنی فرمایا کرتے ہیں۔"

راوی:- "بجا ارشاد ہوا۔"

عباس مرزا:- "کیوں منجھو صاحب اور کوئی نہیں مشتری ہی آ جائیں تو خوب صحبت ہو۔

کس قیامت کا گلا ہے - ارگن ہے ارگن "
منجھو صاحب " جواب کا ہے کو ہے حضور تان سین کو سنا اور انھین دیکھا - آہو ہو ہو "
نواب صاحب " اچھا خیر مشتری کو بلوالو - ایک مجرے کا کیا لیتی ہین ؟ "
اچھے صاحب " پیر و مرشد - زیادہ نہین بس یہی پانچ سو روپیے "
آغا ممتاز - (نمک حلال ملازم قدیم) " کیا ؟ پانچ سو ! "
عباس مرزا " ہونھ - انکی نانی مر گئی "
اچھے صاحب (نواب صاحب سے) " خداوندا ایسے ہی کمظرف لوگ تو رئیسون کی طبیعت بگاڑ دیتے ہین "
منے آغا " ایسے ہی ناشدنی لوگ امیرون کی ہمتون اور حوصلون کا (خدا رکھے) گلا کاٹتے ہین اور اپنی دانست مین گویا بڑی عقلمندی کی تعلیم فرماتے ہین "
اچھے صاحب " جی ہان - آپ اپنے تئین عقلمند بھی تصور فرماتے ہین جب باتین کرینگے معلوم ہوگا کہ افلاطون کی نسل مین اب یہی باقی رہ گئے ہین - بھلا ان کے ایسے کوتہ کندۂ ناتراش ہماری سرکار کو کیا سکھائین گے "
عباس مرزا " اجی ہمارے حضور ماشاء اللہ سے (ماشاء اللہ) لقمان کو برسون سبق دین "
نواب صاحب " اسکو کبھی تمیز نہ آئیگی جب بات کہیگا بیوقوفی کی عقل سے تو بہرہ ہی نہین - اور دخل در معقولات دینے کو ہر وقت موجود - نکال دو اس کو یہان سے - نالائق کہین کا "
منے آغا (چپکے سے) " ہات تیرے کی - بڑا خیر خواہ کی دم بنا تھا "
آغا ممتاز گردن مین ہاتھ دیکر نکال دیے گئے -
عباس مرزا " خداوند - غلام بھی کچھ عرض کیا چاہتا ہے "
نواب " کہو "
عباس مرزا " پیر و مرشد - کیا عرض کرون - آج ایک نازنین زہرہ جبین دیکھی ہے - وہ ہی چار روز ہوے کلکتے سے یہان آئی ہے - ظالم نے قیامت کی صورت پائی ہے - کمسن الھڑپن کے دن - اسکے آگے حورین منھ چھپاتی ہین - صورت دیکھتے ہی پریون کا رنگ اڑ جاتا ہے ایسا ایک ناز و لفریب کے ساتھ مسکرانا قیامت ڈھاتا ہے - کہین اس جلسے مین آئے تو لوگون کو دھوکا ہو کہ رات کو آسمان سے آفتاب اتر آیا - عجب شوخ ادا ہے - اوفی کیا چھلاوا ہے -

سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ وہ پیاری صورت پروردگار نے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔"
نواب صاحب "(ٹھنڈی سانس لے کر) وہ بھئی تم نے تو اسوقت دل بیقرار کر دیا۔ اور سن کیا ہوگا ؟"
عباس مرزا " اے حضور یہی کوئی تیرہ چودہ برس "
نواب صاحب " اُف ۔ اب تو نہیں ضبط ہو سکتا۔ ملاقات کے لیے کوئی ۔ ہان کسی سے راہ ورسم تو نہین ہے ؟"
عباس مرزا " راہ و رسم ! وہ کسی سے بات تک تو کرتی نہین ۔ راہ ورسم کیا کوئی ہنسی ٹھٹھا ہے شہر مین کون رئیس ہے جو ایک جھب دیکھ پانے کے لیے اُس کے مکان کے آس پاس پہرون کا وے نہین لگایا کرتا ۔ ایک دفعہ نظر ناز سے دیکھ لینے کا اقرار کرے تو بڑے بڑے نواب زادے روپون کا ڈھیر لگا دینے کو موجود ہو جائین "
نواب صاحب ۔ (کلیجے پر ہاتھ رکھ کے) " وہ لے مین تو بے دیکھے دام عشق مین گرفتار ہو گیا برائے خدا جس طرح ممکن ہو جلد لاؤ ۔ اُف قلب کی بُری کیفیت ہے اُس بُت شیرین ادا کا نام کیا ہے ؟"
عباس مرزا " حضور لوگ جواہر جواہر کہتے ہین کیا پیارا نام ہے "
نواب " ع اس نام کے اس لقب کے صدقے " (اودھر اُدھر دیکھ کر) کوئی ہے ؟ ۔ داروغہ کو بلاؤ "
داروغہ صاحب ڈرتے ہوے بدحواس آئے ۔ اور ہانپ ہانپ کر کہنے لگے " حضور نے کیون یاد فرمایا ؟"
نواب صاحب " دو توڑے ہزار ہزار روپے کے ابھی لا کے (عباس مرزا کی طرف اشارہ کر کے) آپ کو دے دو "
داروغہ صاحب نے کچھ حسرت اور کچھ غضب کی نگاہ سے عباس مرزا کی طرف دیکھا اور کہنے لگے " آئیے تشریف لائیے وہین آ کے گنوا لیجیے "
عباس مرزا ۔ (دل مین " بجا ہے جسمین آپ بھی حصہ لگائین " ظاہر مین) " اجی استغفر اللہ گنوانے کی کون ضرورت ہے ۔ آپ تکلیف کر کے یہین دیدیجیے ۔ وہان آؤنگا تو مجھے اور دیر ہو گی "
داروغہ صاحب " دیر کا ہے کی آپ آئیے اور توڑے حوالے کر دیے گئے "
نواب صاحب ۔ (داروغہ سے برہم ہو کر) " وہ تمھین حجت سے کیا فائدہ ۔ یہین لا کے کیون نہین دیجاتے "

الغرض داروغہ صاحب خفیف ہو کر سر کھجلاتے ہوئے گئے۔ اور دو توڑے لا کر حاضر کر دیے۔

نواب صاحب۔ (عباس مرزا سے) "لے اٹھو جلدی جاؤ۔ اپنے ہمراہ ہی لانا مفارقت کا زیادہ صدمہ مجھ سے نہ اٹھایا جائیگا" دوشالہ پیٹھ سے اتار کر اڑھا دیا اور کہا بھی عباس مرزا دیکھو جلدی آنا۔ بے تمہارے آئے مجھے چین نہ پڑے گا"

عباس مرزا۔ (کھڑے ہو کر تین مرتبہ سلام کر کے) "بندہ اسی فکر میں جاتا ہے شام تک ساتھ لے کر حاضر ہوگا"

اتنے میں چوبدار نے خبر کی "حضور نواب عسکری مرزا صاحب تشریف لاتے ہیں"

نواب (کھڑے ہو کر) "آغا! بھائی عسکری مرزا صاحب تشریف لائے ہیں؟"

(آگے بڑھکر) "بھائی صاحب تسلیم"

نواب عسکری مرزا "کورنش۔ مزاج اقدس؟"

نواب "واللہ ہے۔ اسوقت آپ کے آنے سے جان میں جان آگئی۔ آپ کو میں اپنا قوت بازو سمجھتا ہوں"

نواب عسکری مرزا "اس میں کیا شک ہے۔ جہاں تمہارے دشمنوں کا پسینہ گرے جناب امیر کی قسم ہم وہاں اپنا خون گرا دیں"

نواب "سواری میں کیا ہے؟"

نواب عسکری مرزا "جانور پر آیا ہوں"

راوی "میں سمجھا آدمی پر"

نواب "دل کسی طرح نہیں بہلتا۔ ارادہ ہے آج ایک چھوٹا سا جلسہ کر دوں"

عسکری مرزا "جلسہ! ایسا نہ کرنا بدنام ہو جاؤ گے۔ ابھی کتنا بڑا سانحہ ہو چکا ہے۔ لوگ کیا کہیں گے؟"

نواب صاحب "اب چاہے جو کچھ ہو میں تو سامان کر چکا"

عسکری مرزا۔ (تھوڑی دیر ساکت رہ کر) "اور بلایا کسے کسے ہے؟"

نواب صاحب۔ (زور سے سینے پر ہاتھ مار کر) "ہائے یہ نہ پوچھو۔ جواہر کو جانتے ہو؟ ظالم نے قتل و خون کا بازار لگا رکھا ہے۔ میں تو دیکھتے ہی عاشق ہو گیا"

اسکے بعد نواب صاحب نے بی جواہر کی اسقدر تعریف کی کہ دم پھول گیا۔

نواب عسکری مرزا "یار اُسکا شہرہ تو مین نے بھی سنا ہے۔ شہر بھر پٹا ہوا ہے۔ خدا کرے چلی آئے بھئی تمھاری ہمت کی بھی قسم کھانا چاہیئے۔ اب تو میری بھی یہی راے ہے کہ ضرور جلسہ ہو۔ خدا کرے جلدی شام ہو جاے۔ شب کو بڑا لطف ہوگا۔ مگر........"

نواب "اہین! یہ اگر مگر چہ؟ صاف صاف کہو دل کو ایک تعلق پیدا ہوگیا"

نواب عسکری مرزا "بھئی مین نہ کہون گا۔ مین کہون دوستی اور خلوص سے اور حاسدون کو بُرا معلوم ہو۔ جانے بھی دیجیے"

نواب "تمھین ہمارے سر کی قسم دل مین کچھ خطرہ نہ لاؤ۔ بے کھٹکے کہہ ڈالو۔ ملعون ہو جو بُرا مانے"

نواب عسکری مرزا۔ (گردن کھجا کر) "یہی!"

نواب "یہی کیا؟ کچھ کہو تو سہی"

نواب عسکری مرزا "اسوقت حافظ کا مطلع یاد آگیا۔ کلام کیا سحر ہے۔ اہو ہو ہو۔ فرماتے ہین ؎ اَلَا یَا اَیُّہَا السَّاقِیُ اَدِرْ کَاْساً وَّ نَاوِلْہَا ۔ کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا"

منّے آغا "سبحان اللہ! سبحان اللہ!"

لالہ صاحب "کیا حافظ بھی شراب پیتے تھے"

نواب عسکری مرزا "لاو رُسکو۔ ہزار مین پیتے تھے۔ بیچ کھیت پیتے تھے۔ اُن کو بھی کوئی کٹھ مُلّا سمجھا ہے؟"

منّے آغا "انھین خبر ہی نہین۔ حافظ پر کیا موقوف ہے۔ سعدی بھی پیتے تھے۔ وہ فرماتے ہین ع۔ بدہ ساقیا جام آتش لباس"

لالہ جھوک لال "ہے تو بڑی فائدہ مند اشیاء۔ ہزارون امراضات کو بہت زود دفع کر دیتی ہے۔ پوری ادویہ ہے"

نواب صاحب "اب ٹالیے تو نہین۔ مطلع پھر سُنا لیجیے گا۔ اور شراب کی تعریفین بھی کیا کیجیے گا وہ بات تو فرمایئے"

نواب عسکری مرزا "اچھا تو مین تخلیے مین عرض کرونگا"

نواب صاحب۔ (سب لوگون سے) "تم سب زرا اُدھر چلے جاؤ مین آپ کی بات سُن لون" سب لوگ چلے گئے۔

نواب صاحب "اب فرمایئے"

نواب عسکری مرزا۔ "مین نے تو پہلے ہی کہدیا تھا کہ ؎ الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا ؛ کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا ؛ اب بھی سمجھے کہ نہین"
نواب صاحب۔ (مسکراکر) مگر حرام ہے"
نواب عسکری مرزا۔ "اجی قبلہ حرام کیا معنی یہ آجکل کے مُلاؤن نے ایمان مین خطرے ڈال رکھے ہین۔ اور اصل مین تو حرام کے معنی حرمت اور عزت کے ہین۔ جیسے مسجد الحرام بیت الحرام ویسے خمر الحرام بھی۔ اور حرام ہی ہے اور نجس ہی ہے تو جنت کے ایسے پاک اور مقدس مقام مین کیون ملیگی۔ یہ سب قل اعوذیون کے ڈھکوسلے ہین۔ اس لیے منع کرتے ہین جس مین اپنا عیش خراب کرکے اور زندگی بے مزہ کرکے روپیہ اُن کے حوالے کردیجیے اور مانا کہ حرام ہے اور نجس بھی ہے تو آپ اور کون اچھے کام کرتے ہین جو اس سے پرہیز کیجیے گا۔ اجی رہنے بھی دو۔ جب بڑھاپا آئے گا توبہ کر لیجیے گا"
نواب صاحب نے سب کو بلاکر مشورہ کیا۔
منّنے آغا۔ "حضور مین نواب عسکری مرزا کی راے سے اتفاق کرتا ہون۔ کون رئیس زادہ ہے جو مے گلگون کا استعمال نہین کرتا۔ اور خداوند انگریزون نے تو آجکل ایسی شرابین ایجاد کی ہین کہ شرع شریف اندنون نازل ہوتی تو یک قلم سب کو حلال کر دیتی"
نواب عسکری مرزا۔ "اُس پرانی شراب ہی کو لیجیے۔ آخر مہوے اور انگور کی بنتی ہے یا کسی ناپاک چیز کی۔ انگور تو سیرون کھاجائین اور اُسکے عرق سے انکار۔ یہ بھی کوئی بات ہے؟"
اچھے صاحب۔ "جی ہان وہی مثل ہے۔ گڑ کھائین اور گلگلون سے پرہیز"
نواب۔ "یہ سب سہی مگر کہین چچاجان کو خبر نہو جائے"
اچھے صاحب۔ "کیا مجال۔ کانون کان خبر نہو گی۔ حضور خاطر جمع فرمائین۔ اسکا تو مین ذمّہ کرتا ہون"
نواب صاحب۔ "داروغہ کو ابھی اسکی خبر نہو۔ اور کسی بہانے سے روپیہ طلب کیا جائے"
نواب عسکری مرزا۔ "منّنے آغا کو انعام کے نام سو روپیہ دلوا دیا جائے۔ یہ لے آئین گے"
نواب صاحب۔ "ہان ٹھیک۔ کوئی ہے؟ داروغہ کو بلاؤ"

داروغہ صاحب آئے "ممتے آغا کو سو روپیہ دیدو - ابھی بہین لاکے حاضر کرو" داروغہ صاحب بیدلی سے گئے - اور سو روپے سامنے لاکے رکھ دیئے اور چلے گئے -

نواب صاحب "بھئی ممنے آغا - ابھی جاکے نوروزجی کی دوکان سے سب قسم کی شرابین تھوڑی تھوڑی لے آؤ"

عسکری مرزا "بھئی اکتا نمبر (۱) کی دو ایک بوتلین زیادہ سے لینا"

اچھے صاحب "نہین وہ بہت تیز ہوتی ہے حضور نے کبھی استعمال کی نہین ہے اُس کا آنا ہی نامناسب ہے"

نواب عسکری مرزا "واہ تیز ویز کچھ نہین - یہ سب باتین کمظرفون کے لیے ہین آپکو کیا معلوم ہوگا"

نوابصاحب "ہان جی تم اُسی کو لاؤ - دیکھون کیسی تیزی کرتی ہے" اس کے بعد نوابصاحب نے کہا "اچھا اب کوئی صاحب نقد روپیہ لے کر جائین اور بی مشتری کو لے آئین"

اچھے صاحب "بہت خوب - آفرین - مرحبا - رئیس ہین کہ باتین - یہی مزے ہین - جب تک جوانی کی اُمنگین اور شباب کے ولولے ہین - اُسی وقت تک زندگی کا بھی مزہ ہے - ضعیفی مین کیا رکھا ہے"

اچھے صاحب حساب دو توڑے بغل مین دباکر سیدھے مکان پر پہنچے - اور جاتے ہی لگے گھروالی سے خوش گپیان اُڑانے -

بی بی "آج تو تم ایسے غائب ہوے جیسے ہندوستان سے دولت یا پہلو سے دل آخر دن کہان گذرا"

میان "کچھ نہ پوچھو - پوبارہ ہین - پورے پوبارہ - ایک کم نہ دو زیادہ"

بی بی "آئین تم ہو کہان ؟ کہتی کچھ ہون جواب کچھ دیتے ہو ! کہین بھنگ تو نہین پی گئے - اُسی مردار کا خیال آگیا جس سے روز جوسر ہوا کرتی ہے"

میان "خدا کے ہان کچھ کمی ہے"

بی بی "ضرور ہی ہے - اور بہت ہی ہے تجھے گھرے کی چڑھا آئے ہو - تھوڑے دنون اور چوسر کھیلو تو ٹھیک ہو جاؤگے - جوسے مین ایسی ہی سوجھتی ہے - گھر کی ساری جمع جتھا ہار چکے یہان تو روز فاقے پر فاقے ہوتے ہین - اُن کے دل مین جمی ہے کہ خدا کے گھر مین کچھ کمی ہے ؟ جب جانتی کہ کبھی دو پیسے کما کے لائے ہوتے"

میان "بی بی آج تو تمہیر جوبن پھٹا پڑتا ہے" یہ کہہ کے لپٹ گئے اور تابڑ توڑ سیکڑون بوسے لے ڈالے

بی بی۔(ڈھکیل کر) "اُدھر ہٹ کے بیٹھو مجھے گرمی معلوم ہوتی ہے وہ تو مین نے پہلے ہی کہا تھا کہ آج کہین مفت کی مل گئی جو اپنی امّان کے دودھ کی طرح چڑھا گئے دیکھو اب مجھ سے نہ بولنا مجھے نشے باز سے نفرت ہے"

میان "تم تو سمجھتی ہی نہین۔چاندی ہے واللہ چاندی ہے۔مارے خوشی کے بند ٹوٹے جاتے ہین"

بی بی "یا میرے اللہ آخر یہ خوشی کاہے کی ؟ کیا آج تمھاری لاڈو چار آنے سے زیادہ کما لائین؟ موئڈی کاٹے کو کٹنا پہ کر کے خوشی کیسی ہوتی ہے!"

میان "تم خدا جانے کس خیال مین ہو" (ہاتھ پکڑ کر) "لو سُنو"

بی بی۔(ہاتھ جھٹک کر) "مجھے ہاتھ نہ لگانا۔تہین اپنی تمھاری جان ایک کردون گی موا باہر سے پی کر آتا ہے۔اور گھر مین بدستیان کرتا ہے۔لو اور سُنو۔ضرور دشمنون کو سودا ہو گیا ہے"

میان "خوب پہنچین۔واللہ خوب پہنچین۔ایسا سودا ہوا ہے کہ تھوڑے ہی دن مین نواب زادی بن جاؤ گی"

بی بی "نواب زادی بنین میرے دشمن۔یہ اُنھین کو بناؤ جو ادھر اُدھر کماتی پھرتی ہین۔اے نوج۔مین کیون نواب زادی بننے لگی تھی۔کیا مجھے اپنی آبرو دینا ہے۔جب آتا ہے موا ایک نیا نخرہ لے کے آتا ہے"

میان "خدا کے لیے ابھی سے بدشگونی نہ کرو۔وہ گھڑی تو آنے دو۔مارے زیور کے تمھین لاد نہ دیا ہو تو سہی"

بی بی "بے بس بس بہت ڈینگ کی نہ لو۔امان باوا نے تمھارے گھر بیاہ کے چولھے مین جھونک دیا۔پیٹ بھر کے کھانا تو نصیب ہوتا نہین۔زیور نہین ایک وہ بنوا دین گے"

میان۔(مسکرا کر) "اچھا وہی سہی"

بی بی "واہ بڑے دل لگی باز ہین۔کبھی اپنی امّان بھینا کو بھی بنوا دیا تھا۔کہ مجھی کو بنوا دو گے"

میان شرما کے رہ گئے۔

بی بی "بات ٹالنے کے لیے گلے سے لپٹ گئیں۔ اچھا ہمیں بہت چاہتے ہو تو پریوں والا ناچ دکھلاؤ تمھارے سر کی قسم دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے سنتی ہوں بڑا لطف ہوتا ہے کیوں دکھا دو گے؟"

میاں "جانِ جان یہ پریوں والا ناچ تو کبھی میرے فرشتے خان نے بھی نہ دیکھا ہوگا۔ پہلے میں سمجھوں بھی تو کہ تمھارا مطلب کیا ہے؟"

بی بی "اسے یہی جو روز رات کو پارسیوں کے ہاں ہوتا ہے۔ لوگ ٹکٹ لے لے کے دیکھنے کو جایا کرتے ہیں"

میاں "اخاہ اب سمجھا۔ ٹھیٹھر ٹھیٹھر۔ کیوں نہیں کہتیں؟ کون بڑی بات ہے اسی ہفتے میں دکھا دوں گا"

یہ کہہ کے اچھے صاحب نے بی مشتری کے گھر کا رستہ لیا تھوڑی دور بڑھ کر دیکھتے کیا ہیں کہ عباس مرزا ایک دوکان پر بیٹھے افیون کی چسکی اڑا رہے ہیں۔ چھلا ہوا پونڈا ہاتھ میں ہے اور مکھیاں منہ میں۔

اچھے صاحب "اجی مرزا صاحب! مرزا صاحب!! ابے مرزا!!! سنتا ہی نہیں (پیچھے سے ایک چپت رسید کرکے) سنا کہ پھر عرض کروں؟"

مرزا نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا اچھے صاحب ہیں۔

مرزا "اخاہ۔ یار خوب وقت پر پہنچے۔ واللہ عجب مزے ہیں" (پیالی بڑھا کر) "بسم اللہ لیجیے"

اچھے صاحب "ارے لعنت خدا کی کچھ یاد بھی ہے کیسے بلانے آئے تھے؟ کس خواب خرگوش میں ہو؟"

مرزا "ارے خوب یاد دلایا۔ چلو جلد ہی چلو" دونوں لپ قدمے روانہ ہوئے۔

تیسرا باب

ایک عالیشان محلسرا پر غیر معمولی سناٹا چھایا ہوا ہے۔ در و دیوار سے حسرت برس رہی ہے۔ اور ہر طرف مایوسی کا سمان بندھا ہے۔ رونق نے چونکہ ابھی حال میں ساتھ چھوڑا ہے۔ لہذا اس محلسرا پر حسرت اور بیکسی غیر معمولی چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک حسرت نصیب ضعیفہ بیوگی اور سوگواری کی وضع میں بیٹھی آنسو بہا رہی ہے۔ روتی ہے اور گھڑی گھڑی آہ سرد کھینچتی ہے۔ اُسکی بیکسی اور بے بسی اُسکا غم و اندوہ صاف بتا رہا ہے۔ کہ نواب ثریا جاہ مرحوم کی مخدرہ عالیہ ہے۔ چاہتی ہے کہ ضبط کرے اور دلدہی کرنیوالوں کا دل نہ دکھائے مگر آتش غم خود بخود بھڑک اٹھتی ہے۔ اور بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ ماما اصیلیں اور پیش خدمتیں

رو رو کر رلا سا دیتی ہین مگر اُسکے آنسو نہین رکتے ہم صحبتین لاکھ غم غلط کرنے کی کوشش کرتی ہین مگر اَشکون کا اُمڈا ہوا دریا نہین تھمتا ۔ یہ بیتابی صاف بتا رہی ہے کہ یہ ضعیفہ نواب ثریا جاہ مرحوم کی بیوہ ہے ۔

ضعیفہ "ہاے مین کہین کی نہ رہی زندگی کا مزہ جاتا رہا ۔ زندگی کیسی جیتے جی زندہ درگور ہوگئی "

خواص "حضور خدا کو یاد کیجیئے ۔ خدا صاحبزادون کی ایک سو بیس برس کی عمر کرے ہنسی خوشی بہو بیاہ کے لائیے ۔ اے اب زیادہ غم نہ کیجیے ۔

ضعیفہ "یہ میرے اختیار کی بات ہے ؟ دل ہی نہ مانے تو کیا کرون ؟ جو اُسکی مرضی تھی وہ ہوا اب مجھے اپنے بچون کی طرف سے بڑا اندیشہ ہے ۔ ابھی تک پڑھے لکھے خاک نہین ۔ ہاے جب اُنھین سے کچھ نہوا تو مین انکی تعلیم کا کیا بندوبست کرونگی "

دوسری خواص ۔ (دوڑی ہوئی آکر) "منجھلے حضور اور چھوٹے حضور (مرزا عالیجاہ و مرزا والاجاہ) تشریف لاتے ہین " (یہ دونون رئیس مرحوم کے بھائی تھے) ۔

قدسیہ بیگم ۔ (آنچل سے آنسو پونچھ کر) "کہان "

خواص ۔ (اشارہ کرکے) "وہ "

مرزا عالیجاہ "بھابھی صاحبہ بندگی عرض کرتا ہون ! للہ دل کو مضبوط کیجیے گھر بھر میں اب آپ ہی بزرگ ہین ۔ خدا کا واسطہ صبر کو ہاتھ سے نہ دیجیے ورنہ یہ بچے بلبلا جائینگے ۔ اُنکا دل ہی کتنا "

مرزا والاجاہ ۔ (مغلانی کی طرف دیکھ کر) "کیون مغلانی بھابھی صاحبہ نے شب کو کچھ آرام بھی فرمایا تھا "

مغلانی "اے حضور پلک جھپکنے کی قسم لے لیجیے اول تو کن انکھیون سوئی تھین جو آنکھ لگتی دوسرے ان موئے موذی کالون نے اور بھی نیند حرام کردی "

مرزا عالیجاہ "کون ؟ "

مغلانی "وہی جو آئے دن پہر رات گئے سے بھونکنا شروع کردیا کرتے ہین ۔ رات ہوئی اور موے کالے کالے کپڑے پہن کر چلّانے لگے "

مرزا عالیجاہ ۔ (غور کرکے) "اہاہ پولیس والون سے مراد ہے ۔ تو برقنداز کیون نہین کہتین ؟ "

مغلانی "آپ جو چاہیے فرمائیے مجھے تو کالے پانی کے جنور (جانور) معلوم ہوتے ہین "

مغلانی کی مضحک باتون پر قدسیہ بیگم بے اختیار ہنس پڑین طبیعت کے اُدھر متوجہ ہوجانے سے زرا جی سنبھل گیا۔

مرزا والاجاہ " بھابھی اور کسی بات کا تو کچھ اندیشہ نہین۔ مگر مجھے لڑکون کی بے علمی کا بڑا افسوس ہے۔ بالکل بے تربیت ہین۔ واقعی یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔

قدسیہ بیگم " یہ میری تقدیر۔ بھائی اسے تم کیا کروگے اور مین کیا کرونگی اب تمھین دونون انکے مربی ہو۔ اُنکا بننا بگڑنا جو کچھ ہے تمھارے ہی ہاتھ ہے۔ کوئی نہ کوئی تدبیر کرنا چاہیئے تمھارے سوا اور کسکو خیال ہوگا "

مرزا عالیجاہ " مین نے سنا ہے اور قرینے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آجکل اُنھین جن لوگون کی صحبت رہتی ہے۔ وہ اور بھی غارت کررہے ہین۔ دنیا بھر کے خوشامدی اور ہان مین ہان ملانیوالے "

مرزا والاجاہ " مجھے بھی یہ خبر پہنچ چکی تھی۔ مگر چونکہ ابھی تازہ غم تھا اسلیے مناسب نہ سمجھا گیا کہ زیادہ روک ٹوک کی جاے "

قدسیہ بیگم " کیا انجم بھی اُسی صحبت مین بیٹھتا ہے؟ "

مرزا والاجاہ " وہ تو اس صحبت مین کم شریک ہوتا ہے۔ مگر حالت اُسکی بھی ناپسندیدہ ہے علم سے وہ بھی بالکل بے بہرہ ہے "

مرزا عالیجاہ " خدا نیک توفیق دے مگر ذرا خبرگیری سے کام لینا چاہیئے "

قدسیہ بیگم " بھائی تم جو مناسب سمجھو کرو۔ تمھارے سوا اور تو کوئی ہے نہین مین گھر کی بیٹھنے والی کیا کرسکتی ہون؟ "

عالیجاہ اور والاجاہ دونون نے قدسیہ بیگم کی تسلی کی اور لڑکون کی خبرگیری کا وعدہ کرکے چلے گئے "

چوتھا باب

نواب فریدون قدر تخلیے کے کمرے مین اپنے دوست نواب عسکری مرزا سے اُسی پر تکلیفی بی جواہر کا ذکر کررہے ہین اور ٹھنڈی سانسین بھرتے جاتے ہین۔ یا دولدار مین کچھ اچھا نہین معلوم ہوتا۔ نظر بار بار دروازے کی طرف جاتی ہے۔ اور یاؤس پلٹ آتی ہے۔ کان آہٹ پر لگے ہین۔

نواب عسکری مرزا " عباس مرزا گئے تو وہین کے ہو رہے۔ ابھی نہین پہنچتے "

نواب صاحب "خدا جانے کہاں جا کے مر رہے۔ کیا کہوں کہ میرے دل کی کیا حالت ہے"

نواب عسکری مرزا "اس ظالم نے صورت ہی ایسی پائی ہے۔ شہر بھر مٹا ہوا ہے۔ سنتا ہوں کشمیریوں نے ہزاروں روپے لٹا دیے۔ اور گھڑی بھر کے لیے پاس بیٹھنا نصیب ہوا"

نواب صاحب۔ (خوش ہو کر) "تمہیں واللہ!"

نواب عسکری مرزا "کیا میں جھوٹ عرض کرتا ہوں؟"

اتنے میں اچھے صاحب مشتری کو لے کر حاضر ہوئے۔

نواب عسکری مرزا نے مجرے کا حکم دیا۔ سازندوں نے گھنٹہ بھر میں ساز ملائے اور بی مشتری نے یہ دلکش چیز شروع کی۔

"اپنی بتھا میں کا سے کہوں تمہرے کارن جو دکھ پاوا...... اپنی بتھا"

مجلس مرقع تصویر بن گئی۔ واہ واہ کے ڈنکے بج گئے۔ اور سبحان اللہ کے ڈونگرے برس گئے

اسکے بعد بی مشتری نے یہ غزل گائی۔

عاشقوں میں نام اب روشن ہمارا ہو گیا ۔۔۔ راز پنہانی جہاں میں آشکارا ہو گیا
عشق میں ہم ہو گئے صاحبدل و صاحب نظر ۔۔۔ بند کیں آنکھیں جھپکا یا سر نظارا ہو گیا
جب تک عاشق کسی کی بات اٹھ سکتی نہ تھی ۔۔۔ اب تو گالی کیا ہمیں سب کچھ گوارا ہو گیا

نواب صاحب۔ (بیتاب ہو کر) "ہائے کس غضب کا شعر ہے اور میرے تو حسب حال ہے"

"عشق نے انجان اپنے کو پرایا کر دیا ۔۔۔ آج تک دل تھا ہمارا اب تمہارا ہو گیا
خار مژگان کے سبب سے بچ گئے طفلان اشک ۔۔۔ ڈوبنے والوں کو تنکے کا سہارا ہو گیا
گھاٹ پر پہونچے تو بیڑا پار بھی ہو جائیگا ۔۔۔ اے مذاق ارباب دنیا سے کنارا ہو گیا"

ایک مصاحب "اہاہا۔ سبحان اللہ۔ ماشاء اللہ۔ واللہ سحر ہے۔ کیا کہنا ہے بی مشتری کیا کہنا ہے۔ جواب نہیں رکھتی ہو"

دوسرے مصاحب "یہ غزل تو انکا حصہ ہے اور کوئی بھلا کیا ادا کرے گا"

تیسرے صاحب "خون تھوکنے لگے"

چوتھے صاحب "رانگنی کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی۔ اے سبحان اللہ"

ایک حسن پرست "بی مشتری کے چھوٹے نخرے تو ایسے برے معلوم ہوتے ہیں جیسے سمند باد پا کی ڈلکی"

ایک صاحب نے دوسرے کے کان مین کہا "مسکرائی کیا ہین معلوم ہوتا ہے جیسے گوہر پر بجلی گری"

دوسرے صاحب نے زور سے زانو پر ہاتھ دے مارا اور کہنے لگے "واللہ بہت ہوئی"

دربان گھبرایا ہوا آیا اور کہنے لگا "منجھلے حضور اور چھوٹے حضور تشریف لاتے ہین"

نواب عسکری مرزا "واصاحبہ بھلا آنے کا کون وقت تھا؟"

نواب صاحب اور سب رفقا سناٹے مین آگئے۔ بی مشتری نے محفل کا رنگ دگرگون دیکھا تو گانا موقوف کیا۔ لوگ ابھی مشتری کے ہٹانے کی تجویز مین تھے کہ نواب عالیجاہ اور والا جاہ کمرے مین آگئے۔ اور یہان آتے ہی کچھ اور سمان نظر پڑا۔ دانتون کے نیچے اُنگلی دباکر ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا۔ دونون کی صورت سے ظاہر تھا کہ اس قدر جلد مرزا فریدون قدر کا غسل غلط ہو جانے پر اُنھین حیرت ہے۔ دل مین نادم ہوتے ہوے دم بھر کو بیٹھ گئے اور قصد کیا کہ صرف مزاج پرسی ہی کر کے چلے جائین۔

مرزا والا جاہ "مین نے سُنا تھا تم بہت ہی پریشان اور ملول ہو۔ اب تو مزاج اچھا ہے؟"

نواب صاحب بولنے بھی نہ پائے تھے کہ مصاحبین نے بات اُٹھالی اور مبالغے کے طوفان شروع ہو گئے۔

ایک صاحب "اے حضور پریشانی کیسی؟ رات بھر نیند تو پڑتی نہین ہے"

دوسرے صاحب "آپ ملاحظہ فرمایئے چار روز سے منھ مین دانہ نہین گیا ہے"

نواب عسکری مرزا "مین تو بہت سمجھاتا ہون کہ صبر کیجیے۔ خدا کے کارخانے مین کسیکو کیا دخل ہے؟"

مرزا والا جاہ ایک تو خود ہی زیادہ باتین کرنا نہین چاہتے تھے دوسرے مصاحبون نے اور اُنکا ناطقہ بند کر دیا۔ دونون بزرگوار انتہا سے زیادہ منغص ہو کر اُٹھنے ہی کو تھے کہ نواب عسکری مرزا کسی کی آہٹ پاکر باہر گئے اور فوراً واپس آکر نواب صاحب کے کان مین کہا "لیجیے خوش ہو عباس مرزا اُس پری پیکر کو لے آئے۔ واللہ بڑا کام کیا"

نواب صاحب۔ (بے ساختہ) "تمھین میرے سر کی قسم سچ کہتے ہو؟ کہان۔"

نواب عسکری مرزا "اُس کمرے مین۔"

نواب صاحب کی اسوقت بیتابی سب پر ظاہر ہو گئی۔

مرزا عالیجاہ۔ "این خیر باشد؟ اسقدر بدحواس کیون ہوے جاتے ہو؟"

نواب صاحب۔ (اوپرے دل سے) "جی ہان" (نظر پھاٹک کی طرف لگی ہوئی ہے)

عالیجاہ (والاجاہ سے آہستہ) "یہاں کچھ اور ہی رنگ ہے - بالکل بگڑا ہوا - خدا خیر کرے صاحبزادے کے اسلوب اچھے نظر نہیں آتے"

والاجاہ "صد افسوس" ٹھنڈی سانسیں بھر کر دونوں چلے گئے - اور ہمارے بھولے نواب نے کچھ خیال بھی نہ کیا - ادھر عالیجاہ اور والاجاہ کمرے سے باہر ہوئے اُدھر نواب صاحب اُٹھے تو سیدھے اُس کمرے ہی میں تھے جس میں بی جواہر اپنی آب و تاب دکھا رہی تھیں - نظر دوچار ہونا تھی کہ کلیجے پر سانپ لوٹنے لگا - جب نظر سے نظر دوچار ہوئی تو ایک برچھی جگر کے پار ہوئی - بے اختیار کلیجا ہاتھوں سے تھام لیا - نقش حیرت بن گئے ہونٹھوں کے ہلنے سے اتنا البتہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی کے حُسنِ خداداد پر درود پڑھ رہے ہیں - بی جواہر کی وہ تیکھی چتون - وہ تیر پر تیر برسانے والی نگاہ وہ اُبھرے ہوئے بھرے بھرے گال - وہ نازک نازک لب لعلیں اور وہ گوری گوری صراحی دار گردن - ان سب چیزوں نے ایک ساتھ نواب صاحب کے دل پر حملہ کیا - اور متاع صبر و قرار جو کچھ تھی وہ سب غارت ہو گئی - ابھی تک تو ایک دفعہ دیکھ لینے کی ہوس تھی - اب دل میں کچھ اور شوق پیدا ہوا -

جواہر - (ایک نرالی ادا سے) "تسلیم عرض کرتی ہوں" اتنا کہا اور شرما گئیں - جواہر نے اس ناز و انداز سے سلام کیا کہ تھوڑا بہت صبر جو دل میں باقی رہ گیا تھا اُس نے بھی جواب دیا - اور دل بے چین ہو ہو کے سینے میں تڑپنے لگا -

نواب عسکری مرزا "خدا کی قسم کس قیامت کی صورت پائی ہے ممکن کیا کہ کوئی دل بچا لیجائے"

نواب صاحب "اور دیکھئے نگاہ چُپکے ہی چپکے کس طرح اپنا کام کر رہی ہے"

عباس مرزا "اے حضور ان کا شعر تو پریوں سے بھی کچھ بڑھا ہوا ہے - قرآن کی قسم حور کی بچی معلوم ہوتی ہے"

لالہ چھوٹک لال "کیا اصل الفاظ بولے ہو - حور کی بچی نا ہیں تو جنتی حور ہے" اس پر قہقہہ پڑا -

نواب صاحب "واہ بھئی لالہ چھوٹک لال کیوں نہ ہو بی جواہر کی طرح تمہارا بھی جواب نہیں ہے"

لالہ صاحب (سلام کر کے) "یہ سراسر حضور کی قدر افزائی ہے - والا کمترین تو اپنے نزدیک بالکل اُلو کا پٹھا ہے"

عباس مرزا - (ہنس کر) "خدا کی قسم بہت اچھے ہو - ہوتے کا ہے کو ہو" اس پر ساری محفل مارے ہنسی کے لوٹن کبوتر ہو گئی - اور بی جواہر کا یہ عالم ہوا کہ پیٹ میں سانس سمانا مشکل ہو گیا -

گرگر پڑین۔ لوٹ لوٹ گئین۔ یہ بے اختیاری کی ادا نواب صاحب پر اور بھی اثر کر گئی۔

عباس مرزا "اے حضور بی مشتری اب رخصت کی جائین ؟"

عسکری مرزا "کیا ابھی رخصت نہین ہوئین ؟ کبھی آپنے کہو کہ اپنا بوریا بدھنا سنبھالین۔ اب اُن کا کیا کام ؟ اور سنو اب محفل بے مزہ ہوتی ہے۔ بوتلین منگواؤ"

نواب صاحب "ہان ہان جلد منگواؤ۔ آج شاہد پرستی کی ٹھہری ہے تو اچھی طرح ٹھہرے"

محفل عیش و نشاط لطف دکھانے لگی۔ نواب صاحب کی بیتابیان بی جواہر کی دلربائیان اور اسپر مصاحبین کا نمک مرچ لگانا۔ یہ ایسی باتین تھین کہ ایک عجیب قسم کا سمان بندھ گیا۔ مے ہوش ربا کی بوتلین سامنے رکھی گئین۔ خوبصورت خوبصورت شیشے کے گلاس بوتلون کے گرد چن دیے گئے اور پرانے آزمودہ کار مسکیشوں کی للچائی ہوئی نگاہین بوتلون کی طرف شوق اور بیتابی سے جانے لگین۔

نواب عسکری مرزا "نواب انتظار کس کا ہے ؟"

نواب صاحب۔ (مسکرا کر) بسم اللہ اُٹھا لیجیے"

عسکری مرزا "اسکی سند نہین۔ (بی جواہر کیطرف گوشۂ چشم سے دیکھکر) یہ ساقی نہین تو لطف ہو"

عباس مرزا "حضور سبحان اللہ۔ واللہ مین بھی یہی کہنے کو تھا۔ مزہ اُسی جام مین ہے جو کسی کے گورے ہاتھون سے ملے۔

نواب صاحب۔ (بی جواہر سے) "تو صاحب آپ ہی تکلیف کیجیے"

جواہر۔ (اٹھکر ان سے) "جو ارشاد ہو فرمائیے"

عسکری مرزا "جیسے کچھ جانتی ہی نہین ہین۔ بوتلین آپکا انتظار کر رہی ہین"

جواہر "ان بوتلون مین کیا چیز ہے ؟"

نوابصاحب "ہائے اس بھولے پن کے صدقے۔ لے اُٹھو۔ ان باتون کا لطف بھی جبھی ہوگا تھوڑا بہت سرور پیدا ہو چلے گا"

جواہر "سرور ! تو کیا شراب کی بوتلین ہین ؟ اے ہے مجھے کالے پانی سے نفرت ہے"

عسکری مرزا "گویا کبھی پی تھوڑے ہی ہے۔ انھین اداؤن نے تو بے موت مار ڈالا"

جواہر۔ (چین بجبین ہوکر) "تو کیا مین جھوٹ عرض کرتی ہون ؟"

نوابصاحب۔ (ہاتھ جوڑکر) "للہ اب زیادہ نہ ترساؤ۔ خدا کی قسم دل ہاتھون سے نکلا جاتا ہے"

تمھین کسی کی بیتابی کا بھی خیال نہین ہے"
جواہر:- "تو مجھے حضور کے فرمانے سے کب انکار ہو سکتا ہے" (ایک ادا کے ساتھ) "مگر بھئی ہمسے پی نہ جائے گی"
نواب صاحب - (کلیجے پر ہاتھ رکھ کر) "اُف ظالم! مار ڈالا!"
بی جواہر نے بڑھ کر اکشانبر وڈن کی ایک بوتل اُٹھا کے گلاس مین اُنڈیلی - اور شرما کر نوابصاحب کی طرف ہاتھ بڑھایا۔
نوابصاحب:- "پہلے آپ ہی نوش فرمائین"
جواہر:- "واہ! کیا مین اپنا ایمان دیدون گی؟ نہین مجھ سے نہوگا"
عسکری مرزا:- "اے بی پی بھی لیجیے۔ بے مئے ارغوان کے زندگی کا مزہ ہی نہین"
جواہر:- "تو یہ مزہ آپ ہی کو مبارک رہے"
عسکری مرزا:- "آپ بھی شریک ہون تو مبارک ہونے کا مزہ ہے"
جواہر - (ٹھنک کر) "جی مجھے معاف کیجیے"
نوابصاحب:- "لے اب زیادہ ضد نہ کرو۔ تمھین ہماری جان کی قسم پی لو"
(گلاس بڑھا کر) "لو"
جواہر:- "ہائے اللہ بھئی ہمسے تو نہ پی جائیگی۔ سنتی ہون نگوڑی بڑی کڑوی ہوتی ہے"
راوی:- "کبھی پی تھوڑی ہی ہے"۔
نوابصاحب:- "ان بھولی بھولی باتون پر جی چاہتا ہے صدقے ہوجائیے"
عسکری مرزا:- "او ہو ہو"
بی جواہر نے گلاس ہاتھ مین لیا اور منھ کے پاس لیجا کے جھجکین اور پھر رکھ دیا "بھئی اللہ اس مین تو بو آتی ہے"
نواب صاحب:- "یہ اب یون نہ مانین گی" (پاس جاکر) "نہ پیوگی تو ہم زبردستی پلائین گے"
جواہر:- "زبردستی کیسی ہوتی ہے"
نوابصاحب - (مسکرا کر) "بتا دین؟"
بی جواہر یہ جواب دندان شکن پا کے شرما گئین - اور ٹھنک کر بولین "بھئی ہم سے نہ بولو

نوابصاحب ”تو پی کیون نہین لیتین ؟“
آخر ہزار منت وسماجت پی جواہر نے منھ بنا کر پی۔ اور دوسرا گلاس بھر کے نوابصاحب کے حوالے کیا۔ گلاس ہاتھ مین لیتے ہی نواب صاحب کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ کبھی پی تو تھی ہی نہین۔ خوف سے ہاتھ کانپنے لگے۔ نواب عسکری مرزا کی طرف دیکھکر کہنے لگے۔
”کیا اب مین بھی پیون ؟“
عسکری مرزا۔ (تعریض کے طور پر) ”نہین تم کیون پینے لگے ؟“
نوابصاحب ”انتہا سے زیادہ بدنامی ہوگی“
عسکری مرزا ”جواہر تو ہو گئین۔ گستاخی معاف انکے بھائی کی باری آئی“
اسپر قہقہہ پڑا۔
عباس مرزا ”اور جواہر تو ہو گئین یہ بھی بہت ہوئی“
جواہر ”واہ مجھے ایسی دل لگی نہین اچھی معلوم ہوتی ہے۔ بڑے آئے وہان سے ایک تو سبھون نے ملکر مجھے سور پلا دیا۔ اسکے اوپر سے باتین بناتے ہین“
عسکری مرزا ”خفا نہو جیے۔ اب تو ہم ہر طرح خطاوار ہین“ (نواب صاحب سے) ”بولے زیادہ نخرے نکرو“
نواب صاحب ”خوب سوچ لو۔ تمھاری راے ہے ؟ مین کہتا ہون کہ بدنامی بھی ہوگی اور خدا کے ہان گنہگار بھی ہونگا“
عسکری مرزا ”جی ہان میری راے ہے۔ آپ اب دیر نہ لگائین“ نوابصاحب نے گلاس منھ سے لگایا اور منھ بنا کر ہٹا لیا ”کیا کہون نہین پی جاتی طبیعت کسی طرح نہین قبول کرتی۔ اور کیسی خراب ہے“
جواہر (نازوادا سے) ”اب آپ کو پینا ہوگی مجھے زبردستی پلائی تو کیا مین بے پلائے چھوڑ دونگی ؟“
(نواب صاحب کے ہاتھ سے گلاس چھین کے) ”لاؤ مین پلا دون“
عسکری مرزا ”اب بھی نہ پیئے تو کافر ہو۔ ایسی شراب بھلا کسی کو نصیب ہوتی ہے ؟“
نواب صاحب ”بے شک بے شک۔ لا یئے مین خود پیے لیتا ہون“ یہ کہہ کر جام منھ سے لگایا اور آنکھین بند کرکے پینے لگے ہنوز ایک ہی گھونٹ حلق سے اترا تھا کہ گلاس فرش پر رکھدیا زور سے ابکائی آئی آنکھون سے آنسو نکل پڑے۔ ہاتھ سے گلا اور سینہ سہلانے لگے۔
جواہر ”اسکی سند نہین۔ یہ گلاس خالی کیجیے۔ ایسے نخرے مجھے بہت سے یاد ہین“

نواب صاحب (کھنکھار کر) "کیون نہین ؟ تمھین نہ یاد ہونگے تو کسے یاد ہونگے ؟"
یہ کہا اور گلاس مین جسقدر باقی رہگئی تھی وہ اُٹھا کے بمشکل تمام پی پی اور رومال سے منھ پونچھکر یہ شعر پڑھا

"گر یار مے پلائے تو پھر کیون نہ پیجیے — زاہد نہین مین شیخ نہین کچھ ولی نہین"

اسکے بعد اُس حورِوش نے نواب عسکری مرزا کو گلاس دیا۔ اُنھون نے ایک سانس مین پورا گلاس خالی کر دیا اور کھنکھار کے عباس مرزا سے کہا "بھائی تو دینا۔ زرا منھ کو غوطہ تو دے لون"
نواب صاحب "کیا ؟"
عسکری مرزا "منھ کو غوطہ دے لون"
نواب صاحب "بہت ہوئی۔ آپ کے تقوے طہارت کا مین بھی قائل ہوگیا"
عباس مرزا "جی ہان اور اسکا خیال نہ کیا کہ انگریزون کے ہاتھ کی چیز کا کیا اعتبار پہلے تو پی گئے اب طہارت کی سوجھی ہے"
نواب صاحب "تم بھی سچ کہتے ہو"
الغرض دور چلنا شروع ہوا۔ آخر یہ نوبت پہنچی کہ نہ بی جواہر مین وہ جھجک تھی۔ نہ نواب صاحب کا وہ انکار تھا۔ اور سب تو منجھے ہی ہوے تھے۔ ہر ایک کی زبان پر یہی شعر جاری تھا ؎

دور چلے دور چلے ساقیا — اور چلے اور چلے ساقیا

بی جواہر کی بےتکلفی کے ناز و انداز ستم ڈھانے لگے۔ نوابصاحب نے ایک جام اُنڈیل کے دیا تو کہنے لگین "بھئی بہت زیادہ نہ پلاؤ۔ نہین تو ہماری طبیعت بے مزہ ہوجائیگی" یہ کہکے نوابصاحب کے شانے پر سر رکھدیا۔ نوابصاحب (بوسہ لیکر) "تو اسقدر بےچین کیون ہو؟ خدا کی قسم تمپر جان جاتی ہے مین اپنے دل کی حالت دکھا نہین سکتا"
جواہر "تم لوگون کی محبت کا کون اعتبار۔ جو تمھارا ساتھ دے وہ خراب ہو" یہ کہکر خوب زور سے انگڑائی لی۔ اور نواب صاحب کے گلے مین باہین ڈالدین۔ نواب صاحب دل مین بہت خوش ہوے اور دوبارہ بوسہ لیکر بولے "ہاے جواہر تم میری دلربا ہو۔ تم نے میرا دل چھین لیا۔ اب مجھ مین صبر کی زرا طاقت نہین۔ ہاے کیا کرون ؟"
نوابصاحب نے اسقدر کہا تھا کہ اُس حورِوش نے اُنکے شانے پر اپنا سر رگڑنا شروع کیا۔
نواب صاحب "ہاے تم بیتاب کیون ہوئی جاتی ہو ؟" اپنے ہاتھون سے اُس دلربا کا سر اُٹھا کے دیکھا تو گورے گورے رخسارون پر آنسو جاری تھے۔ "دیکھو تمھارے سر کی قسم مجھسے زیادہ صبر نہو سکیگا"

بی جواہر نے پھر انگڑائی لی۔ اور ساتھ ہی جماہی آئی۔ نواب صاحب کا ہاتھ اپنے نازک ہاتھوں مین لے کے ٹھنک کر کہا "وہ ہون"
ادھر تو یہ عالم تھا اُدھر سُنیے عباس مرزا نے کہا "نواب عسکری مرزا صاحب سنیے کا کس قیامت کا شعر ہے ؎

چیست دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے	حُسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے

عسکری مرزا۔ (زانو پر ہاتھ مار کر) "ہاے ہاے سچ۔ واللہ۔ بالکل سچ۔ ذرا بھی جو جھوٹ ہو۔ جو نہ ایمان لائے وہ کافر۔ ہاے حُسن را پروردگارے۔ اب اسکی کیفیت تو اِس وقت جواہر کے چہرے پر ہے۔ ہاے یہ نشیلی آنکھیں۔ گورے رخساروں پر یہ خفیف سرخی کی جھلک دیکھکر خدا یاد آجاتا ہے۔ ؎

تیری صورت کو دیکھتا ہون مین	اُسکی قدرت کو دیکھتا ہون مین

اتنے مین منے آغا نے لالہ چھبو ملک لال کے ایک چانٹا رسید کیا اور کہا شعر تو سیر ہوا ہے ؎

قدم رکھنا سنبھل کر صحبت رندان مین لالہ جی	یہان پگڑی اُچھلتی ہے اُسے میخانہ کہتے ہین

عسکری مرزا "سبحان اللہ۔ مگر یار بگڑ چلے ہو"
منے آغا "جی اِس بھروسے نہ رہیے گا۔ یہان خُم کے خُم لُنڈھا جائین اور ڈکار نہ لین بگڑنا کیا معنی"
ادھر جواہر نے نواب صاحب کے شانے سے سر اُٹھا کے زانو پر رکھدیا اور نواب صاحب نے جھوم کر کہا "دیکھو شعرا سے کہتے ہین۔ ؎

تعریف نے کوثر کی مجھے خوب پلائی	کیا بات ہے واعظ تری عقبیٰ کا بھلا ہو

منے آغا "آہو ہو ہو۔ کیا فی البدیہ شعر حضور نے موزون فرمایا ہے۔ آہا ہا۔ آہا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ خدا جانتا ہے بڑے بڑے شاعر لاکھ دفعہ مر کے زندہ ہون۔ مگر یہ بات نہ نصیب ہو قلم توڑ دیے ہین"
لالہ چھبو ملک لال "قلم چہ معنی قلمدان شکست کر دیے ہین۔ دواتین منکسر ہو گئین"
نواب صاحب "ہشت۔ احمق کیا بکتا ہے۔ یہ کسی اُستاد کا شعر ہے۔ خواہ مخواہ کو میری تعریف کرنے لگا"
عباس مرزا "اتنا بڑا الو نہ ہوا مگر کودن ہی رہا۔ بھلا حضور ایسا واہیات شعر کیون فرمانے لگے تھے۔ کیسا لچر اور ڈھیلا شعر ہے"

منّے آغا "ڈھیلا کیسا وہ تو بالکل پلپلا شعر ہے"
نواب صاحب۔ ۵ "جنت میں بھی رہیگا سرور شراب عشق + دل خوش کیا کرینگے مے خوشگوار سے"
نواب عسکری مرزا۔ ۵ "کیا کیا خوشنما دین ہین کہ پی لون بہار مین + بادل کے ٹکڑے سر پہ مرے چھائے جاتے ہین"
اچھے صاحب۔ "مگر یار یہ کون ہے یہ شراب واہیات چیز"
منّے آغا۔ (چپت لگا کر) "تعریف کیجیے گا۔ دیکھیے کیسا فی البدیہہ شعر عرض کرتا ہون ۵
شیخ صاحب برائیان مے کی اور جو کوئی چپت کی آجائے؟"
لالہ جھونک لال "بے بجائی مہربانان دعنایت فرمایان دونی جام برانڈی کے اور مرحمت کرو"
منّے آغا "چپ نالائق بڑا پینے والا بنا ہے"
عباس مرزا "تو بھائی دے کیون نہین دیتے؟"
منّے آغا "اب مین جانتا ہون مجھے کچھ آپ کی بھی خدمت کرنا پڑیگی"
عباس مرزا۔ (بگڑ کر) "خدا کی شان۔ کل کے لونڈے مجھے بنانے آئے ہین۔ اب وہ زمانہ تو تمھارے باپ کو بھی یاد نہو گا۔ جب دادا جان وزیر سلطنت تھے جسکی چاہی ناخن کے اشارے سے کھوپری پلپلی کر دی اور جسکو چاہا ایک بار چھوڑ پچاس مرتبہ پھانسی پر پھانسی دیدی جب وقت سواری نکلتی تھی گرد آسمان کو پہنچتی تھی۔ نقیب پکارتے چلتے تھے۔ ادب سے قدم اٹھائے ہو شیران بہادر"
عسکری مرزا "اے لو نواب صاحب تو لڑھک گئے۔ کیون بی جواہر کیا ہوا؟"
جواہر "کیا تمھین نہین سوجھتا؟"
عسکری مرزا جواہر سے کچھ اور کہنے کو تھے کہ عباس مرزا بولے "آج تم ہو گا بھی ادھر سنو"
عسکری مرزا "معقول۔ نواب صاحب تو اچھا غفیل ہو گئے۔ انھین کیا اس سوجھی ہے"
یہ کہکے عسکری مرزا بھی دو چار نعرہ جھوم جھوم کر لمبے لیٹ گئے۔ اور اُن کے ساتھ ہی منّے آغا کی بھی رسید آگئی۔ لالہ صاحب نے بے تکی ہانک لگائی "دو شیخ مے گلرنگ کے اوصاف مان کیا کیا زیادتی ہین۔ بکے پاسبان دیکے بادشاہ + بکے سرو قد و بکے مے گسار"
عباس مرزا (چلا کر) "واہ بے واہ خوب سمجھا"
لالہ "لیے ادھے ملاحظہ کرو اچھے صاحب تو تشریف لیے جاتے ہین"

(عباس مرزا کی طرف غور سے دیکھ کر) "این کا تم ہو جات ہو؟" خلاصہ یہ کہ بیستیون کی نیندین
لینے لگے فقط ایک طرف تو لالہ بیٹھے بیٹھے ہی اُنگھین لگا رہے تھے - اور دوسری طرف بی جواہر
ٹٹر وٹون بیٹھی اپنے نصیبون کو رو رہی تھین -
بی جواہر - (لالہ صاحب سے) "تمھاری تو تیاریان نہین ہین؟"
لالہ صاحب "این جانب تو ہوش و حواس بجا رکھتے ہین - تنک اینگے کھسک آؤ"
جواہر "لو اور سنو موے کی باتین - کچھ شامتین آئی ہین"
لالہ صاحب "تم کا علم قسم"
بی جواہر کو اس تنہائی مین لالہ صاحب ہی غنیمت معلوم ہوے - پاس آ کے بیٹھین "کہو کیا کہتے ہو؟"
لالہ صاحب "کچھ کا - بس انک مہربانی آپ کی درکار ہے"
جواہر - (ایک ادا سے) "اے ہوش مین ہو کہ بہکنے لگے؟ کن موے کا ظرفون سے پالا پڑا ہے؟
جیسے دیکھتی ہون چلّو مین اُلّو بنتا ہے - مجھے دیکھو کچھ معلوم ہے؟ نہوا"
لالہ - (زور سے چلا کر) "جیجا کی بھینس تو رجستی زنا امیدہ است"
جواہر "اے واہ! اچھے ہو جاؤ گے"
لالہ "ہوے کیا جاوین گے - کیا ہین نہین؟"
جواہر "بے شک ہوا اور بیرانے ہو"
لالہ "بیرانے کا حال نہ پوچھو - لاؤ کچھ تھوڑی اور پلا لیجیے تو بیان کرین" اتنا کہکر پوری
ایک بوتل خالی کر گئے -
جواہر "ہاے غضب! پانی بھی نہین ملایا! ارے کیا نیند ہواؤ گے سب کو کیا؟"
لالہ "زندگی کا نسخہ یہی ذائقہ ہے - ہمارا پوچھ سرائی کر دو کہ ای قدر پی گئے مگر عقل گفتگو مان
تنک لغزش نہین ہے - اور پاؤن مین چال کا کہ کوئی بے عقل حرکت ہوئے"
جواہر "(ذرا اور قریب جا کر) "لالہ صاحب - کبھی آپ کو عشق بازی کا بھی شوق ہوا ہے؟"
لالہ - (ایک آہ سرد بھر کر) "اگلے سخنان حسرت نشان آپ کا ازسرنو یاد دلاوتے ہو -
اب تو للائن بھی زوال دیرینہ سال ہوے گئین کل گذشتہ روزان بڑی خوش خصال رہین پھری
لے ناقص بان تو کستیان کیگوان آنچہ کہ شنود آشکین ہین اور کا اب نہین ہین دولوان بھین
ترشی انبہ کی خشک قاشین معلوم ہوتے ہین - چہرے پر جھریان ایسی بھلی معلوم ہوتے ہین -

جیسے گرنٹ پراُتو "

جواہر "یہ اپنی آنان کی تعریف کرتے ہو کہ جورو کی ؟"

لالہ صاحب "وہ آپ جو چاہیں تصور فرماتے ہیں" یہ کہہ کے لالہ جی نے ہانک لگائی دو چار واف وہیرے راکہ بندہ تو ندہ راے جوتن کا خاکپا سے

شنیدم کہ در روز امید و بیم ۔۔۔ بدان را بہ نیکان ببخشد کریم

(جواہر سے) آو بیت بازی ہو سے"

جواہر۔ (دل میں) وہ اسے ہی۔ اب تو انھون نے بھی سامان کیے۔ ہاے میں اکیلی کیا کرون گی"

لالہ صاحب بے تکی ہانکتے ہانکتے گرے جس رُخ پر گرے تھے اُسی رُخ پر پڑے رہ گیے"

بی جواہر تھوڑی دیر تک تو اپنی قسمت کو رویا کین۔ نواب صاحب اور عسکری مرزا کے پاس جا جا کے چاہا کہ کسی کو ہوشیار کرین مگر کسی کو ہوش نہ آیا۔ جب تنہائی نے زیادہ تنگ کیا تو کمرے کا دروازہ کھولا اور وہین بیٹھکر سیر کرنے لگین۔ چاندنی رات تھی ہوا سے سرو کے ٹھنڈے ٹھنڈے خوشگوار جھونکون سے نیند آئی جاتی تھی۔ چاندنی کی روشنی نے تمام عالم پر روپہلا پانی پھیر دیا تھا۔ وہ سین واقعی عجیب نظر فریب تھا۔ جس کو پیاری حور وش جواہر دروازے مین بیٹھی دیکھ رہی تھی سامنے دور تک ایک سڑک پھیلی چلی گئی تھی۔ چاندنی کا فرش اسوقت ایسا ستھرا تھا کہ کوئی آدمی بھی نہین نظر آتا تھا جسکے سایے کا دھبا پڑے۔ دور دور سے پرندہ ازون کی آوازین آدھی رات کی سنسان فضا مین گونجتی ہوئی آتی تھین۔ ماہتاب کی روشنی کی وجہ سے بزم انجم والون مین کا ایک ہی آدھ ممبر دکھائی دیتا تھا۔ بی جواہر کے ہم صحبتون کی طرح ساری دنیا پر نیند سوار تھی۔ جو تھا بیخودی کے ہاتھون بکا ہوا تھا۔ جاگتے تھے تو انکے ہجران نصیب آرزومند یا حوران جنت کے تمنائی۔ مگر خدا جانے وہ کلبہ احزان مین تڑپ رہے ہونگے۔ سامنے کا دلفریب منظر تو اُنسے خالی تھا۔ بی جواہر ان قدرتی کیفیتون کو دیکھتی جاتی تھین۔ اور ہوا سے سرو کے جھونکے جہان اُن کی زلفون سے شوخیان کر رہے تھے۔ وہان نشہ صہبا کو بھی تیز کرتے جاتے تھے۔ جو جو سرور بڑھتا جاتا تھا وہ وہ سامنے کا منظر زیادہ دلفریب نظر آتا جاتا تھا کیف شراب کے ساتھ باغ قدرت کی دلچسپیان بھی بڑھتی جاتی تھین۔ اس بیخودی اور دلبستگی کے عالم مین سامنے سے سڑک پر کوئی شخص آہستہ آہستہ آتا ہوا نظر آیا یہ شخص چاندنی کی روشنی سے بچتا ہوا چلتا تھا۔ دیوارون کے نیچے نیچے عالیشان مکانون کے سایے مین دبا ہوا آتا تھا۔ اور جب کبھی اتفاق سے

چاندنی مین آجاتا تو فوراً ٹھٹک کر علیحدہ ہو جاتا تھا۔ اُسکا قدرت کی بہار سے علیحدہ رہنا ہی جواہر کو حیرت مین ڈالے ہوے تھا۔ یہ غور سے دیکھ ہی رہی تھین کہ وہ آتے آتے عین اُس کمرے کے نیچے پہونچا جسمین بیسیون لیمپون کی روشنی جواہر کے حُسن عالم سوز کو لیے اُڑتی تھی وہ شخص دروازے کی روشنی اور کسی کو بیٹھا دیکھ کر پہلے تو جھجکا مگر پری جواہر کا جمال جہان آرا دیکھتے ہی دم بخود رہگیا اور رعب حسن سے بھاگ بھی نہ سکا۔ اُنھون نے جو اُسکی طرف دیکھا تو اُس نے ایک آہ سرد کھینچی۔ اور کلیجہ تھام کے زمین پر بیٹھ گیا۔ یہ ایک نوجوان چور تھا۔ اگرچہ حرکتین اچھی نہ تھین مگر صورت اُسنے بھی قیامت کی پائی تھی۔ گول چہرہ بھرا بھرا بدن۔ جوانی کی اُمنگین۔ بانکی وضع۔ یہ سب ایسی چیزین تھین کہ دلبری مین اور کسی امر سے مدد لینے کی ضرورت نہ تھی۔ پھر ان سب باتون پر طرّہ یہ کہ خدا نے اُسے بھی بےچین دل دیا تھا۔ پہلے تو پری جواہر نے تھوڑی دیر ضبط کیا۔ مگر نشے کے جوش نے قرار نہ لینے دیا۔ اپنی شیرین اور حسین اور سریلی آواز سے بے اختیار چلا اُٹھین "وہ کون ہے؟"

چور دل ہاتھ سے تو کھو ہی چکا تھا چاندنی مین آکر کھڑا ہو گیا۔ مگر ہجوم شوق مین زبان سے کچھ نہ نکلا۔

جواہر "وہ بولتا ہے کہ شامت مین آئی ہین؟ بتاتا نہین کون ہے؟"

چور "وہ ہائے کیا کہون؟ بتاؤن؟ تمہیر مرنے والا۔ چاہے مار ڈالو۔ مگر یہی مین کہونگا مرنے والا ہے مین تو بے موت مرا۔ تمھارے تیر مژگان کا گھائل ہون۔ جو چاہو سزا دو۔ مگر مین بھی سکے جاؤنگا"

جواہر۔ (دل مین) "ہائے ظالم نے کس قیامت کی صورت پائی ہے۔

(ظاہر) وہ شاید جان سے ہاتھ دھو کے آیا ہے۔ وہی مثل ہوئی رہے جھونپڑی مین خواب دیکھے محلون کا۔ لو اور سنو۔ یہ منھ اور عشق کا۔ ہمپر عاشق ہوے ہین۔ بڑے مزے مین آئے کیون تھا سر پھیلی ہے" کہنے کو تو پری جواہر نے یہ سب کچھ کہدیے مگر دل مین بہت پچتائین۔ اسلیے کہ جیسے ہی چاندنی مین اُس کی صورت دیکھی تھی دیکھتے ہی بیگی اُسپر ہزار جان سے عاشق ہو گئی تھین۔

چور "وہ اجی ادھر دیکھو۔ قضا کا کیون نام لیتی ہو؟ بس ایکدفعہ ترچھی نگاہ سے دیکھ لو مر جاؤن گا نہ مر جاؤن تب کہنا" جواہر نے دل مین کہا "اب زیادہ اکھڑی باتین کرونگی تو یہ مایوس ہو کر چلا جائیگا اس خیال سے طرز کلام بدل کر کہنے لگین "مجھ سے تم سے کیا نسبت؟ جہان تم ہو وہان مین نہین آسکتی اور جہان مین ہون وہان تم نہین پہونچ سکتے"

چور۔ (خوش ہوکر) "خدا کی قسم جلا لیا نہین تو مین جان ہی سے ہاتھ دھو چکا تھا۔
اے مین تو سر ہتھیلی پر رکھکر آؤن۔ وہان اور تو کوئی نہین ہے؟"
جواہر "دیکھو بتاتی ہون" یہ کہہ کے بی جواہر اٹھین اور آزمانے کے لیے کمرے بھر مین شانے
ہلا ہلاکے ہر ایک کو جگا یا مگر کسی کو ہوش نہ آیا۔ خوب اچھی طرح اپنا اطمینان کر کے پھر دروازے
کے پاس گئین اور کہنے لگین "کوئی نہین"
چور کمند پھینک کر چڑھ آیا اور کمرے مین پہنچتے ہی بے اختیار بی جواہر کے لپٹ گیا۔ اور ہجوم شوق
مین تابڑ توڑ لب لعلین کے ایک پچاس بوسے لے ڈالے۔
جواہر "ہٹو ہٹو۔ مجھے یہ بہا ہی اچھی نہین معلوم ہوتی ہے۔ ہوا پیار کرتا ہے جیسے کھڑون
نے کاٹ کھایا" (گال سہلاکر) مارے کے دو ٹوٹے پڑ گئے۔ خدا سمجھے۔ (ایک سسکی بھری)۔
چور "جان صاحب تمھارے سر کی قسم جان جاتی ہے"
جواہر "موئی جاتی ہی رہتی ہے کہین جا نہین چکتی کہ سچا چھوٹے"
چور "ہائے افسوس یہ بے اعتنائی کسی کی بیتابی کی پروا ہی نہین"
جواہر "سچ تو یہ ہے کہ تمھاری صورت دیکھتے ہی میرا دل قابو سے نکل گیا"
(گلے مین ہاتھ ڈال کر) "دیکھو دغا نہ دینا"
چور "مین دغا دون گا! مین زندگی بھر تمھاری غلامی کرون گا۔ ہائے یہ پیارا چہرہ سامنے رہے
تو اسکی پرستش کیا کرون۔
جواہر "تو آج ہی ہمین ساتھ لے چلو۔ تمھارے بغیر زندگی دشوار ہے"
چور "واہ رے مین! تو خوب گذرے گی" (لپک کر ایک بوسہ لے لیا)۔
جواہر "پھر وہی تم نہین مانتے! واہ!"
چور۔ بوسہ لیکے پیچھے ہٹا تو اسکی نظر کمرے کی طرف جا پڑی۔ دم بخود رہ گیا۔
(آہستہ سے) "یہ سب کون پڑے ہین؟"
جواہر "ڈرو نہین۔ ان مین سے کوئی زندہ نہین ہے۔ سب مردون کو سانپ سونگھ گیا"
چور "یہ مکان کس کا ہے؟"
جواہر "اپنے تم نہین جانتے! نواب فریدون قدر بہادر شہر کے بڑے رئیسون مین ہین"
چور۔ (کانپ کر) "ہائے تمھارے عشق مین مجھے اس مکان کا کبھی خیال نہ گیا۔ اب کیا ہوگا؟"

جواہر نے اول سے آخر تک ساری داستان کہہ سنائی۔ اور کہا "ڈرو نہیں۔ یہ سب تو شراب کے نشے میں خودی سے گزرے ہوئے ہیں۔ اب انہیں دو دن تک تو ہوش آئیگا نہیں"

چور "شراب! اہاہا۔ کچھ بچی کچھی پڑی ہے؟ ہمیں بھی پلواؤ تو لطف ہو"

جواہر "الغاروں" یہ کہہ کے گئیں اور بوتل لا کے چور کے حوالے کی۔

چور "تو جان من تمہیں اپنے ہاتھ سے پلاؤ"

جواہر "یہاں چلنے کی جلدی پڑی ہے۔ اور اس موئے کو مستیاں سوجھی ہیں" یہ کہکر اپنے ہاتھ سے انڈیل کے دی۔

چور صاحب دم بھر میں آدھی بوتل اڑا گئے اسکے بعد کہا "اب چلنے کا سامان کرنا چاہیے"

جواہر "میں بھی تو یہی کہتی ہوں"

چور "تو تمہاری کیا صلاح ہے؟"

جواہر "صلاح کیسی؟ جس قدر مال و اسباب لیچل سکو اٹھا لو۔ اور میں تو زندگی بھر سائے کیطرح تمہارے ساتھ ہوں۔ ہائے مجھ پر تمہارا جادو اثر کر گیا"

چور نے جو کچھ نقد و جنس پایا لیا اور پہلے خود نیچے جا کر بڑی احتیاط سے بی جواہر کو اتارا اور مال و اسباب کے ساتھ اس ملاتک فریب نازنین کو لے کر چلتا ہوا۔

پانچواں باب

مرحوک بالاخانے کے چھوٹے سے کمرے میں تخت کا چوکا لگا ہے۔ اور اس پر ایک ضعیفہ اپنے گزشتہ جوبنوں کی یاد میں انگڑائیاں لے رہی ہے۔ سامنے پاندان کھلا رکھا ہے۔ تخت کے ایک کونے پر پایان سارنگی ارباب نشاط کے سامان نظر آتے ہیں۔ چار پانچ گٹھنے بیٹھے آپس میں گپیں اڑا رہے ہیں۔ قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضعیفہ بھی اسی فن کی ہے۔

ضعیفہ "اے ممو! ابھی تک تم نے افیم نہیں لی؟ کتنا دن آچکا ہے"

ممو "کب کی پی چکی۔ جسوقت بھائی لڈن آئے تھے تبھی پی تھی"

لڈن "آپ اسوقت چوکی پر تھیں۔ جسوقت واشش افیم گھول رہا تھا۔ بلکہ (بلکہ) آپکو یاد ہوگا بی جواہر والی الماری سے ممو بیٹھے انار اور برفیاں نکال لائے تھے اور خوب چکھوتیاں ہوئی تھیں"

مستیا "ایک ٹکڑا انار کا منجھلے بھائی نے پیاری کو دیا وہ کمبخت بے (سح) چھلکے کھا گئی"

ضعیفہ "سچ مچ؟ اوئی کیا بڑی بوکھل ہے؟"
لڈن "بی جواہر کیا ابھی تک آرام کر رہی ہیں؟"
ضعیفہ "اے نہیں وہ تو کل شام سے ایک جگہ گئی ہیں"
لڈن "آخر کہاں؟"
ضعیفہ "نواب ثریا جاہ جو ابھی حال ہیں انتقال نہیں کر گئے ہیں؟ اُن کے بڑے صاحبزادے نواب فریدون قدر کے ہان سے رات کو طلبی ہوئی تھی۔ وہیں گئی ہیں جانے کیا سبب جو ابتک نہیں آئیں"
ممن "بھائی مسیتے حقہ نہیں پیتے؟"
مسیتا "کیا پئیں تمباکو تو ہئی نہیں۔ تمباکو والے کی دوکان کمرے کے نیچے ہی تھی میاں ممن اُتر کے نیچے گئے اور تمباکو والے سے جاتے ہی کہنے لگے "امان خیراتی"
خیراتی "کیا کہتے ہو؟ سلاما لیکم"
ممن "وعلیکم السلام۔ ذرا دو پیسے کا دو رسا دیدینا۔ اُدھر باتیں کس سے کر رہے ہو؟"
خیراتی۔ (تمباکو دیکر) "کچھ اور بھی سُنا؟ رات کو نواب فریدون قدر کے ہان چوری ہو گئی"
ممن "نہیں!"
خیراتی "نہیں کیا۔ دیکھو بھائی الٰہی بخش کیا کہتے ہیں؟ یقین نہو ان سے پوچھو"
ممن "کیوں الٰہی بخش کیا ہوا؟ کیا سچ مچ چوری ہو گئی؟"
الٰہی بخش "ہاں وہاں رات کو سارا مال واسباب اُٹھ گیا اور کسی کو کانوں کان خبر نہوئی سنتا ہوں بہت اسباب اُٹھ گیا"
ممن (دل میں) "جواہر آئیں تو صاف صاف معلوم ہو"
الٰہی بخش "چوری کے علاوان (علاوہ) ایک بڑے تماشے کی بات ہوئی۔ وہ تو کہنا بھول ہی گیا۔ افواہ ہے کہ کوئی رنڈی رات کو نواب کے ہان مجرے کو گئی تھی وہ بھی غائب ہے۔ اب خدا جانے کیا اسرار ہے کوئی تو کہتا ہے کہ چور طرحدار تھا رنڈی کو بھی اُڑا لے گیا۔ اور کوئی کہتا ہے کہ خود رنڈی نے اپنے کسی لاگو کو بلا کے چوری کروا دی"
ممن "مجھے یقین نہیں آتا"

الٰہی بخش ''قرآن قسم۔ مین ابھی وہین سے تو چلا آتا ہون جھوٹ کہنے سے کیا فائدہ۔ مین جھوٹے پر لعنت (لعنت) بھیجتا ہون'' یہ خبر سُن کر میان ممن کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ یہ اُس ضعیفہ کے صاحبزادے ہین۔ بہن کی محبت نے ایسا جوش کیا کہ بے اختیار آنکھون سے آنسو ٹپک پڑے۔ ماں کے پاس دوڑے گئے۔ اور جاتے ہی رونی آواز سے چلا کے کہنے لگے۔
''اماں تم نے کچھ اور بھی سُنا''

ضعیفہ ''کیا ہوا بیٹا کیا ہوا؟ جلدی کہو''

ممن ''نواب صاحب کے ہان رات کو چوری ہو گئی (بے تحاشا ڈاڑھین مار کر) ''ہو ہو ہو ہو''

ضعیفہ ''چوری ہو گئی تو ہو جانے دے۔ تجھے کیون رونا چلا آتا ہے؟''

ممن ''کیا کہون اماں۔ (ہچکی لے کر) آن''

ضعیفہ ''ہے ہے میرا قلب اُلٹا جاتا ہے۔ کچھ کہیگا بھی؟ کن نواب صاحب کے ہان چوری ہو گئی؟''

ممن ''نواب۔ فرے۔ دون قدر کے۔ ہان'' ہچکیان لے لے کر۔

ضعیفہ ''تو تجھے کیا؟''

ممن ''ہمین کچھ ہی نہین؟۔ ہان باجی گئی ہوئی ہین۔ ہو ہو ہو ہو''
(زور سے) ''ہائے اللہ مین کیا کرون؟'' (رون کو بڑھا کر)

ضعیفہ ''وہ گئی ہین تو چلی آئینگی؟''

ممن ''نہین۔ نہ آئینگی''

ضعیفہ ''ارے اس لڑکے نے میرا نتھنون مین دم کر دیا کچھ کھل کے کہتا ہی نہین''

ممن ''اُنکا بھی رات سے پتا نہین۔ ہاہا ہاہا ہا''

ضعیفہ۔ (دونون ہاتھون سے پیٹ کر) ''دوہائی! مین نہ جانتی تھی کہ یہ مجھے یون دغا دیگی'' ارے لوگو مین لٹ گئی۔ ہائے میرے اللہ! ارے مین کہان جاؤن؟ ہائے میری جواہر مجھے کہان ملے گی؟''

سمیتا ''صبر کرو۔ اسکا بندوبست ہو جائیگا۔ کیا سرکار بھی ہماری نہ سُنے گی؟''

ضعیفہ ''ارے لوگو مین مر گئی۔ ہائے میری بچی کو نواب نے بھگا دیا'' (آنسو پونچھ کر)۔ ''زبردستی چوری چوری مشہور کر کے چاہتے ہین میری بچی کو اڑا لین۔ ہے ہے یہ ہرگز نہو گا''

مین اپنی اور اُنکی جان ایک کردونگی۔ وہ بھولی تو تھی ہی۔ دم دلاسا دیکے گھر مین ڈال لیا۔ اور مشہور کر دیا کہ چوری ہوگئی جسمین کسی کو شبہہ نہ گزرے"

لڈن "وے بڑے نواب کہین کے بنے ہین۔ کمپنی بہادر کی عملداری مین یہ فوریب (فریب) نہین چل سکتے"

ممن "وہ نواب صاحب عقل کے ناخن لین۔ ہوش کی دوا کرین۔ کوئی سوئی سلائی ہے کہ چھپا رکھینگے ؟"

سیتا "وے مجھے رہ رہ کر غصہ چلا آتا ہے۔ دل لگی بازی ہقر(؟) کی ہے آج چھٹی کا دن نہوتا تو ابھی جاکے نالش داغ دیتا"

ضعیفہ۔ (ٹھنک ٹھنک کے روکر) "وے میری عمر بھر کی کمائی لوٹ لی۔ خدا کا غضب پڑے ہوؤن کی جان پر۔ میرا چار ہزار کا زیور بھی مفت مین گیا۔ ہائے دن دہاڑے کملی ڈال کے لوٹ لیا۔ مین تو بے چراغ ہوگئی۔ ہائے بے موت مرگئی۔ ارے یہ دغابازی! آج جمعرات کے دن بالے بی بی کے کوستی ہون۔ خدا غارت کرے ان جعلسازون کو۔" آخر ضعیفہ نے کہا "وے مین کل عدالت مین جاکے صاحب کے قدمون پر گر پڑونگی۔ کہان تک شنوائی نہوگی"

میان ممن لڈن اور سیتا بھی اسی پر آمادہ ہوگئے اور یہ کارروائی دوسرے روز پر اُٹھا رکھی گئی۔

چھٹا باب

ایک انگریزی وضع کی کوٹھی ہے۔ جسکے گرد نازک اور خوشنما رنگ برنگ کے پھولون سے چمن بندی کی گئی ہے۔ سرخی کٹی ہوئی روشون کو دونون جانب مہندی کی ٹٹیان رونق دے رہی ہین۔ کوٹھی کے سامنے بیچ مین جو بڑا دروازہ ہے اسپر کاسنی رنگ کے پھولونکی بیل چڑھی ہوئی ہے۔ اور وہین زمین پر چھوٹے چھوٹے ولایتی پھولون کے درختون کے تاندے دور تک قرینے سے چلے گئے ہین ایک تو یہ کوٹھی وضع کے اعتبار سے نہایت خوبصورت تھی ہی مگر رہنے والے کے مذاق اور شوق نے اُسکی رونق مین تازہ جان ڈال دی ہے۔ بیچ مین ایک بڑا ہال تھا دونون پہلوؤن مین دو لمبے لمبے کمرے تھے۔ بڑا ہال چونکہ صدر مقام قرار دیا گیا تھا اور اُسی سے ڈرائنگ روم کا کام لیا جاتا تھا۔ اس لیے اُس کی آراستگی کی طرف بھی خاص توجہ کی گئی تھی وہ قیمتی اور خوشنما فرنیچر جس سے پیدا ہوجانیوالے قرینے کے نیچے بہت سے بگڑے ہوے رئیس بنے بڑے ہین اُسنے اس ہال مین ایک دلفریب رونق پیدا کر رکھی تھی۔ بڑے آئینون کے ساتھ عمدہ عمدہ

صناعی کی دلربا تصویرین اس پچھلے زمانے مین اپنی قسمت پر ناز کر رہی تھین کہ اُن کو ایک مسلمان جنٹلمین کے گھر مین لگائے جانے کی عزت حاصل ہو گئی - ہال کے درمیان مین سنگ مرمر کا ایک مدوّر اور قیمتی میز لگا ہوا تھا اور اُسپر کتابون یا اور کسی لیاقت کی چیز کی جگہ چند البم اور چرٹ کیس رکھے ہوے تھے - دیوارون پر چین کا کاغذ منڈھا ہوا تھا - کونے پر غسلخانہ تھا شمالی دروازے پر خس کی ٹٹی چھڑکی جاتی تھی - جسکی خنک اور مفرح ہوا اُس نوجوان شخص کے دماغ کو تفریح بخش رہی تھی جو ایک کرسی پر متفکر صورت بنائے بیٹھا تھا - اُس کا چہرہ بشرہ شناسون کو بہت کچھ باتین بتا رہا تھا - یہ نوجوان جنٹلمین علمی مادّے سے بالکل بے بہرہ تھا - چونکہ مہذب بننے کا شوق حد سے گزرا ہوا تھا - اس وجہ سے ہندوستان کی قسمت مین لکھی ہوئی تباہی یہان نئی روشنی کی مہذب صورت مین ظاہر ہوئی تھی - ہُوسکی بوتلین دروازے بند کرواکے تن تنہا بے لطف صحبت ہی خالی کیردی جاتی تھین - لوگون کے آنے کی روک کر کے مذہب پر خوب آزادی سے ظلم کیے جاتے تھے - مذہبی تعلیمون پر چھریان چلا کرتی تھین اور دین کے بگاڑنے مین کوئی دقیقہ نہین فروگذاشت کیا جاتا تھا - یہ ایک مسلمان جنٹلمین تھے - اور انگریزی طرز زندگی کا شوق خون کی طرح رگون مین دوڑ رہا تھا - حیدرآباد دکن کے ناعاقبت اندیش لاٹری کھیلنے والون کیطرح فیشن ایبل بننے کا شوق چرایا ہوا تھا - اگرچہ انگریزی کا ایک حرف بھی نہین جانتے تھے مگر انگریزی بولنے والے بیرا اور خانساماں زیادہ تنخواہ کے وعدون پر خاص حیدرآباد سے بلا لیے گئے تھے چونکہ صاحب مکان نے زندگی ہی مین ایک نیا جنم بدل لیا تھا - اسلیے ہندوستانیون سے قطعی نفرت تھی - اور کوشش کیجاتی تھی کہ قومی خون رگون سے نکل جائے - دیسی رؤسا سے کلام کرنا حقارت سمجھ لیا گیا تھا - اور مان باپ کا رکھا ہوا دیسی نام ایک بدنامی کا دھبا خیال کیا جاتا تھا - اور اسوجہ سے گو اس رئیس زادے کا نام انجم قدر تھا - مگر انگریزی نوعیت کی کانٹ چھانٹ کرکے اصلاح دے لی تھی - اور اب ہمارے دوست مسٹر انجم کے خطاب سے مخاطب ہونا پسند کرتے تھے بعض اوقات جوش کے عالم مین غریب ہندوستانی ہم صحبتون کو یہ بھی سُنا دیا جاتا تھا کہ ہم صاحب بہادر ہین اسوقت اس دیسی جنٹلمین کے دماغ مین بڑے بھائی کی بدوضعی کا خیال چکر کھا رہا تھا ہمارے دوست کی یہ فکر بیجا نہ تھی - کیونکہ خود بدولت تو بہت سنبھلے ہوے تھے نا ؟ -

انجم قدر - لے تو یہ مسٹر انجم (دلمین) وہ بڑے بھائی صاحب بالکل غیر مہذب ہین خوشامدیون کے ہاتھ کا کھلونا بنے جاتے ہین - اُن پر روز بروز خراب صحبت کا اثر پڑتا جاتا ہے -

افسوس چند روز مین دولت اُڑ جائیگی! کتنی بڑی ذلت کی بات ہے کہ میری قسمت اُن کے ہاتھ مین ہے۔ آیندہ مفلسی کا اثر ایک روز مجھ کو بھی ستائیگا" (کانپ کر) "او ہو! کیا مجھے یہ فرنیچر جدا کرنا پڑیگا؟ اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو بڑی دقت پڑ جائیگی۔ اُفوہ! بڑے خوف کی بات ہے!۔ ہان ہان" (چہرے پر ایک رونق سی آگئی) "ایک تدبیر ہے۔ مین نالش کر کے والد مرحوم کا ترکہ تقسیم کرا لون۔ واقعی بہت مناسب راے ہے۔ بیشک اس کارروائی کے سوا مجھے کوئی مفر نہین۔ مگر نالش ہی کرنا ہے تو جلد کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جس دولت مین مجھے حصہ لگانا ہے وہ روز بروز اُڑتی جاتی ہے۔ جب کچھ نہ رہا تو نالش کر کے کیا کرونگا؟ اور اس گزارے کی صورت مین تو بالکل ذلیل خیال کیا جاتا ہون۔ اورون کا دست نگر بن کے رہنا میری شان کے خلاف ہے"

نواب ثریا جاہ مرحوم اگرچہ شہر کے رؤسا مین تھے۔ مگر اُنکی آمدنی وثیقے وغیرہ کی قسم کی نہ تھی اُنکی ملکیت مین بہت سے گاؤن تھے اور علاقے ہی کی آمدنی پر اُنکی زندگی گزرتی تھی۔ اُن کے بعد حسب قاعدہ بڑے صاحبزادے نواب فریدون قدر بہادر علاقے پر قابض ہوے اور چھوٹے صاحب نواب انجم قدر کو گزارہ ملنے لگا۔ انجم قدر فقط صورت ہی کے مہذب تھے اس کے سوا اور کسی قسم کی لیاقت نہ تھی۔ جہالت ہی نے انھین یہ خیال یاد دلایا کہ نالش کر کے علاقہ تقسیم کرا لیا جائے۔

مسٹر انجم اسی فکر مین بیٹھے تھے کہ بیرر نے آکے کارڈ دیا اور دست بستہ ادب سے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"او مسٹر جعفر آتے ہین۔ جاؤ ہمارا سلام بولو"

بیرر نے پردہ ہٹا کے کہا "آئیے حضور"

مسٹر جعفر نے کمرے مین قدم رکھتے ہی زور سے کہا "گڈ مارننگ سر"

مسٹر انجم "ہیلو مسٹر جعفر" (کھڑے ہو کر ہاتھ ملایا)۔

مسٹر جعفر کرسی پر بیٹھ گئے اور باتین شروع ہوئین۔

مسٹر انجم "آپ خوب تشریف لائے اسوقت ضرورت تھی آپ کی۔ مین آپ کا نہایت ممنون ہوا"

مسٹر جعفر "تھینکس۔ کیا ضرورت ہے؟ ارشاد فرمائیے"

مسٹر انجم "آپ تو جانتے ہیں کہ بڑے بھائی صاحب نے کس بیرحمی سے فضول خرچی اور بے عنوانی شروع کر دی ہے۔ جسوقت یاد آجاتا ہے دل بےچین ہو جاتا ہے"
مسٹر جعفر "بیشک آپ کو اس موقع پر خاموش نہ رہنا چاہیے۔ عدالت ضرور غور کرے گی آپ کو دعویٰ کرنا چاہیے کہ علاقہ آپ کے انتظام میں دیا جائے اور نہیں تو اسقدر ضرور کر دیا جائے کہ ...... گزارہ بالکل ذلت کی بات ہے"
مسٹر انجم۔ (خوش ہو کر) "او ایہی میں بھی سوچتا تھا۔ آپ نے میرے دل کی بات کہی"
(آہٹ پا کر) بیرر نے حاضر ہو کر ایک اور کارڈ دیا۔
مسٹر انجم نے ایک مدمغی کی صورت سے کارڈ کو دیکھکر کہا "جاؤ سلام بولو۔ مسٹر کشن کنور تشریف لائے ہیں" مسٹر کشن کنور ولایتی بوٹ چرچراتے ہوئے اور ٹوپی ہاتھ میں لیے کمرے میں داخل ہوئے۔ اور آتے ہی کہا "گڈ مارننگ"
مسٹر انجم "آیئے آیئے" بڑھکر ہاتھ ملایا اور ارشاد فرمایا "ہو" مسٹر انجم ہوڈو یوڈو کہنے کو تھے مگر انگریزی تو جانتے نہ تھے خالی لفافہ تھا "ہو" کہہ کے رہ گئے۔
راوی "ٹھہرے ہوئے بطر کہتے ہیں"
مسٹر کشن کنور "ویری ول" تشہ رومال سے پونچھ کے مسٹر جعفر کی طرف دیکھا اور کہنے لگے "آپ بھی یہیں تشریف رکھتے ہیں؟ مزاج شریف؟"
مسٹر جعفر "الحمدللہ"
مسٹر انجم۔ (مسٹر جعفر سے) "ہاں اس بارے میں آپ سے بھی رائے لیجاتی ہے؟"
مسٹر جعفر "ضرور"
مسٹر انجم "بھائی صاحب کا حال آپ نے سنا ہی ہوگا۔ وہ بالکل بدتہذیبی سے روپیہ غارت کر رہے ہیں۔ میری اور مسٹر جعفر کی رائے ہے کہ نالش کر کے اپنا حصہ تقسیم کرالیا جائے۔ اس امر میں آپ کیا فرماتے ہیں؟"
مسٹر کشن کنور "میں بھی آپ کی تائید کرتا ہوں۔ آپکو یقیناً کامیابی ہوگی۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس مقدمے میں پوری کوشش صرف کر دینا اپنی عزت کا باعث خیال کرونگا"
مسٹر انجم "بیشک مجھے آپ لوگوں سے امید ہے کہ میری جو امیدیں ہونگی اُن میں آپ سچے دل سے مستعد ہونگے"

مسٹر کشن کنور "یہ باتین اپنے موقع پر معلوم ہوتی ہین - ہر شخص کا جو ہر وقت پڑنے ہی سے کھلتا ہے - ہم لوگون کو اپنا سچا دوست سمجھیے"

مسٹر جعفر "کوئی کام بھی تو پڑے - آپ کے واسطے ہم لوگ اپنی جان کو بھی عزیز نکرینگے"

(گھڑی دیکھکر) "دو پر تین منٹ آے ہین آیئے کچہری چلین اگر ممکن ہو تو فارم وغیرہ کا انتظام آج ہی کر دیا جائے مین نے سُنا ہے پھر کئی روز تک تعطیل رہیگی"

مسٹر انجم "بہت خوب چلیے (بیرر کو پکار کر) گاڑی تیار کرو"

مسٹر کشن کنور "او خوب یاد آیا مجھے تیس منٹ کے لیے ایک اور جگہ جانا ہے مناسب ہے کہ آپ عدالت چل کر فارم وغیرہ لکھوائین جب تک اُس ضرورت سے فارغ ہو کر وہین حاضر ہوجاؤنگا"

مسٹر انجم "بہت خوب - مگر ...."

مسٹر کشن کنور "نہین نہین آپ تردد نہ کیجیے - مین فوراً حاضر ہونگا"

بیرر "حضور گاڑی حاضر ہے"

سب کے سب اُٹھ کھڑے ہوے مسٹر انجم - اور مسٹر جعفر گاڑی پر سوار ہوے اور مسٹر کشن کنور اپنی گاڑی پر بیٹھے - چابکین پڑین - اور گھوڑے ہمارے دوست مسٹر انجم کی امیدون کی طرح تیزی کے ساتھ آگے بڑھے -

ساتوان باب

پچھلے کی چاندنی قمر پیکر پری رخسارون کے اُترے ہوے رنگ رخسار کی طرح اُڑ گئی - چراغ سحری مایوسی کے ساتھ جھلملا جھلملا کر رخصت ہوا - پہرے والے آخری صدائین لگا چکے - مؤذنون کی آوازین وصلت نصیبون کو بیدار کر کے صبح قیامت کا نمونہ دکھا چکین باد سحر نے اپنی نازک اُنگلیون سے گدگدا گدگدا کر نوعروسان چمن کے گھونگٹ کھولے مرغان سحر دنیا بھر کو پیغام صبح پہونچا چکے - باد صبا کے سترت بخش آہستہ خرام جھونکون نے رات کے جاگے ہوے نازنینون کے خواب آلودہ چہرون پر سے شب تار کے مانند نقاب کاکل ہٹائی نسیم سحر نے ہر مست خواب کو جگا دیا - راہ چلنے والے مسافر ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کا لطف اُٹھاتے اور صبح کا سمان دیکھتے بہت دور نکل گئے دکاندار گھرون سے اُٹھ اُٹھ کر دکانون کو چلے چڑیان بسیرون سے نکل نکل کر فضاے عالم مین آزادیان دکھانے لگین

پختہ سڑکوں سے حسب معمول بگھیوں کی گھڑگھڑاہٹ سنی جانے لگی۔ آفتاب جہاں تاب نے تاریکیٔ شب کا جس قدر اثر باقی تھا اُسے بھی مٹا دیا۔ اور نظام عالم کا چارج ماہ شبین سے لے لیا۔ صحن میکدہ والے آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھ بیٹھے۔ مدہوشان شب کروٹیں بدل بدل کے بیدار ہوئے سب کے پہلے لالہ جھوکا لال نے ٹیان سی آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا تو ابتک نواب صاحب اور اُن کے رفقا پر مستیاں غالب ہیں۔ محمد کو آواز دی کہ حقہ تیار کرکے لاؤ لالہ صاحب کی آواز سے نوابصاحب نے انگڑائیاں لیں اور بیدار ہوئے۔ نوابصاحب نے آنکھیں ملکر گھڑی کی طرف دیکھا اور بولے "کیا صبح ہو گئی؟"

لالہ صاحب "آداب عرض کرتا ہوں حضور آفتاب بر بلندی آئے گواہ تطلوع ملاحظہ فرمائیں"

نوابصاحب "ابی یہ کیونکر؟ کیوں بوجا بوجا معلوم ہوتا ہے؟ لو اور دیکھو الماریوں کے قفل بھی ٹوٹے پڑے ہیں!۔ خدا خیر کرے۔ لالہ ذرا ان حرامزادوں کو جگا دو تو سہی۔ مگر دیکھو ایسا نہ ہو کہ بدحواسی میں بی جواہر کے ٹھوکر لگ جائے۔ خدانخواستہ بد دماغ ہو گئیں تو میری روح کو صدمہ ہوگا"

لالہ صاحب نے سبھوں کو پاؤں پکڑ پکڑ کے گھسیٹا سب کے پہلے عباس مرزا کے قریب گئے اور بی جواہر کے دھوکے میں آہستہ آہستہ بڑھکر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔ رات کی ابھی ترنگ باقی تھی کہ جواہر ہی کا یقین آگیا۔ ادب سے بیٹھ کر پاؤں دبانے لگے۔ اور شوخیاں جو سوجھیں تو ایک آدھ دفعہ بے تکلفی بھی کر گزرے۔

عباس مرزا "ہیں! ہائیں یہ کیا؟ ارے کمبخت گدگدی معلوم ہوتی ہے" آواز سے لالہ صاحب کو معلوم ہوا کہ عباس مرزا ہیں۔ دل میں بہت خفیف ہوئے آگے بڑھکر سے آغا کی ٹانگ پکڑ کے کھینچ لی۔

ستے آغا "بڑا لطف شیطان ہے۔ ابے پاؤں چھوڑ"

اچھے صاحب پڑے پڑے جاگ رہے تھے "بولے واقعی ایسا بیوقوف ہے کہ کیا عرض کروں"

لالہ صاحب "ابے نا اتفاق۔ معلوم تو ہے کہ قصور ہو گیا۔ اور خداوند نعمت کا کچھ پاس و لحاظ نہیں۔ نوابصاحب کا سب نام سنتے ہی اُٹھ بیٹھے۔ اور سر کھجا کھجا کر انگڑائیاں جماہی شروع کیں"

نواب صاحب "بی جواہر ابھی خواب ناز سے نہیں اُٹھیں؟"

مصاحب۔ (ادھر اُدھر دیکھکر) "ابی خداوند وہ تو کہیں نظر نہیں آتیں جو کہیں پرے گئی ہوں"

نوابصاحب سنتے ہی سناٹے میں آگئے۔

دیکھا تو وہ گل ہوا ہوا ہے — کچھ اور ہی گل کھلا ہوا ہے

نواب صاحب ۔ “ارے غضب ہوگیا ۔ واللہ بڑا جل دے گئی ”

مصاحب ۔ “کیون ؟ کیون ؟ خداوند نصیب اعدا طبیعت کدر کیون ہوگئی ؟ ”

نواب صاحب ۔ (جھنجلا کر) “سوجھتا نہو تو آنکھیں بنوالو ۔ دیکھتے نہین ہو المار ی کا قفل ٹوٹا ہوا ہے ۔ کمرے کو جیسے کوئی جھاڑو دیکے صاف کرکے گیا ۔ آخر یہ سب مال و اسباب کیا ہوا ؟ وہی لے گئی ۔ مین کبھی نہ مانون ۔ بیشک سکھائی پڑھائی تھی ۔ ہائے کمبخت شراب نوشی کا برا ہو ۔ دختر رز کو خدا حلال کرے ”

عباس مرزا ۔ “سبحان اللہ حضور اعجاز طبیعت کتنی با مذاق پائی ہے ۔ دختر رزا ور خدا حلال کرے سبحان اللہ ! سبحان اللہ !! ”

منے آغا ۔ “اب اس لطف کو دیکھیے کہ کتنی بڑی فکر سر پر آپڑی ہے ۔ مگر حضور کی بذلہ سنجیان اُسی طرح چلی جاتی ہین ”

نواب صاحب ۔ (برہم ہوکر) “واہ ! کیا خوب ۔ یہان تو حواس ٹھکانے نہین ۔ اور انھین اپنی دل لگی کی پڑی ہے ۔ ان خوشامدون ہی نے تو مجھے اور ستیاناس کر دیا ۔ اب کے بولے تو کھڑے کھڑے نکلوا دونگا ”

مصاحب ۔ کاٹو تو لہو نہین بدن مین ۔

نواب عسکری مرزا ۔ “واقعی رنڈی کا کچھ اعتبار نہین قرآن کی قسم میٹھی چھُری ہوتی ہے ”

عباس مرزا ۔ “ان مالزادیون کا کیا اعتبار ۔ جوان کے دم مین آگئے اُس سے بڑھکر بیوقوف دنیا بھر مین نہین ۔ مثل مشہور ہے رنڈی کسکی جورو ۔ بس یہ روپے کی آشنا ہین ”

نواب صاحب ۔ (غصہ ہوکر) “نکالو اس مردود کو ۔ یہ سب اسی کے کانٹے بوئے ہوے ہین ۔ خود ہی تو قرمساقی کرکے لایا اب باتین بناتا ہے ۔ ابھی اسی وقت گردن مین ہاتھ دیکے نکال دو ”

عباس مرزا ۔ “نہین خداوند مین تو ۔ مین تو ۔ اون ۔ اون ۔ اون ”

منے آغا ۔ “دور ہو حضور کے سامنے سے ۔ لگا مین تو ۔ مین تو ۔ اون ۔ اون کرنے ”

اچھے صاحب ۔ “ہات تیرے کی ۔ چاہ کندہ را چاہ درپیش ۔ تھا بھی اسی قابل ”

نواب صاحب ۔ “منے آغا ذرا دوڑے جواہر کے گھر چلے جاؤ دیکھو وہ خود کیا کر رہی ہے ۔ اور اُسکی حرامزادی ماں کس کام مین مشغول ہے ۔ سمجھونگا مردار سے ”

منے آغا ۔ “بہت خوب ۔ ابھی گیا ”

نوابصاحب "ابھی چہ معنی وارد - اجی دوڑتے ہوئے جاؤ - لے اُٹھو اب بیٹھنے کا نہیں کام ہے"

غرض منے آغا تو بی جواہر کے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور یہاں آپس میں تجویز ہونے لگی کہ کیونکر چوری ہوگئی -

اچھے صاحب "حضور بے شک یہ اُسی کا کام ہے"

نواب صاحب "کچھ جو عقل کام کرتی ہو - مگر وہ ہے اُسی کے گھیر میں - اور کسی سے یہ کب ہوسکتا ہے کہ اتنے آدمیوں کے بیچ میں گھس کر جو کچھ نظر آئے اُٹھا لے جائے"

اچھے صاحب "خداوندا اس میں کچھ شک بھی ہے؟ بس وہی لے گئی - جلدی پتا لگ جائیگا کہاں جاتی ہے حرامزادی"

نواب صاحب "منے آغا گئے ہیں دم بھر میں معلوم ہوا جاتا ہے - مگر یار صورت کس قیامت کی تھی - اُف (سینے پر ہاتھ مار کے) ہر طرح سے لوٹ لے گئی - ہائے مال و اسباب ہی نہیں ظالم دل بھی لے گئی تھی - میرے سامنے چلی آئے تو کوئی کافر ہو جو چوری کا نام بھی لے"

اچھے صاحب - (مسکرا کر) "بجا ہے حضور - اور صورت پر بھولا پن کس درجہ پایا جاتا ہے - جلا آدمی ہے خداوند جلا دلی - مگر حضور اب ذرا صبر سے کام لیں - مال تھوڑا نہیں گیا ہے - اسکا بندوبست ہونا چاہیے - پھر دیکھا جائیگا"

نواب عسکری مرزا "اونہ! ابھی جانے بھی دو - اب اسکا زیادہ تذکرہ نہ کرو بستی لوگوں کو معلوم ہوگیا تو بڑی بدنامی ہوگی - دو چار ہزار کا اسباب گیا تو گیا - گھڑی گھڑی کہنے سے کچھ ملا جاتا ہے؟"

نواب صاحب "بجا - میرے کلیجے پر تو ہاتھ رکھیے اکبدیا منہ سے ہونہہ!! میرا یا مال کچھ معلوم تھوڑا ہی ہوتا ہے؟"

عسکری مرزا - (متفکرانہ دیکھ کے) "ارے!!" (نیچے کی سانس نیچے اور اوپر کی اوپر رہ گئی) -

نواب صاحب "یا حضرت پیارے کیا؟"

عسکری مرزا "حضرت کی بدولت گھڑی بھی گئی - بڑا ہی غضب ہوگیا - خدا جانتا ہے اب ویسی گھڑی ملنا دشوار ہے - کل ہی وہ لندن سے آئے تھے - ادھنہ - اُوفّاہ!"

راوی "واہ عسکری مرزا - واہ آپ بھی بڑے خود غرض نکلے دو چار ہزار کی تو کوئی حقیقت نہ تھی - اور ایک پندرہ روپے کی گھڑی کا یہ رنج! ہم آپ کو ایسا نہ سمجھتے تھے"

چوری کی خبر مشہور ہونا شروع ہوئی تو گھنٹے ہی دو گھنٹے مین گویا شہر بھر مین ڈھنڈورا پٹ گیا۔ جو ہے یہی ذکر کر رہا ہے جسے دیکھیے زبان پر یہی تذکرہ ہے۔ اور ہمارے بھولے نواب ابھی تک یہی سمجھے ہوے تھے کہ کسی کو کانون کان خبر نہین۔ ولین یہ کہہ رہے ہین کہ یہ خبر والدہ کے کانون تک پہنچ گئی تو قیامت بپا ہوگی۔ اتنے مین چوبدار آیا اور سلام کرکے دست بستہ عرض کیا "خداوند نعمت۔ مرزا بیدار بخت بہادر نے یہ خط بھیجا ہے" اول تو نوابصاحب بڑے لکھے بھی واجبی ہی واجبی تھے علاوہ برین اسوقت کچھ اس واردات نے اور بدحواس کر دیا تھا۔ خط کو طاق نسیان پر رکھدیا اور چوبدار سے کہا وہ آدمی سے کہو جائے جواب ہم پھر بھیجدین گے" چوبدار کو جواب دیکے نوابصاحب کسی اور طرف متوجہ بھی نہین ہونے پائے تھے کہ منے آغا صاحب زور زور سے سانس لیتے ہوے کمرے مین داخل ہوے

نواب صاحب "کہو ہو آئے"

منے آغا۔ (ذرا ہانپ کر) "جی حضور ہو آیا"

نواب صاحب "کیا خبرین ہین؟ وہان کیا رنگ نظر آیا؟"

منے آغا۔ (منھ سے پسینہ پونچھکر) "خداوند ذرا ستا لون تو عرض کرون تھک گیا حضور۔ دوڑتا ہوا آیا ہون"

نواب صاحب "واللہ بڑا کام کیا قسم قرآن کی اسوقت وہان جانا ہی بڑی جرأت کا کام تھا"

منے آغا "سر ہتیلی پر رکھ کے گیا تھا۔ وہان تو کچھ اور ہی رنگ نظر آیا۔ اُس کی مان ایسی بگڑی ہوئی ہے کہ معاذ اللہ۔ جیسے ہی دروازے مین قدم رکھا کاٹنے دوڑی۔ جواہر کا وہان بھی پتا نہین۔ بڑھیا آٹھ آٹھ آنسو رو رہی ہے۔ اور کہتی ہے کہ نواب صاحب نے جواہر کو چھپا ڈالا اور مشہور کر دیا کہ چوری ہو گئی گھر بھر مین ایک کہرام مچا ہے۔ پٹس پڑی ہے۔ اُس کی مان بیٹھی ہزارون مغلظات گالیان حضور کے دشمنون کو دے رہی ہے جواہر کا کہین پتا نہین۔ بڑھیا حضور کے نام نالش کرنے کو کہتی ہے۔

نواب عسکری مرزا "یہ بھی ذلیل ہین مردار کے۔ نالش کرکے کیا کر لے گی؟"

منے آغا "جی حضور اس پھر وسے نہ رہیے گا۔ واللہ بہت بُری ہوگی۔ جیتنا ہارنا تو خدا کے ہاتھ ہے۔ مگر بدنامی کتنی بڑی ہوگی"

عسکری مرزا "بدنامی کا ہیکی۔ کون امیر ہے جسکی ہان رنڈیان نہین آیا کرتی ہین یہ بھی کیا کوئی نئی بات ہے" سب کچھ تھا مگر نواب صاحب پر نالش والا فقرہ بڑا اثر کر گیا۔ نام سنتے ہی مارے خوف کے بانچھا ہے

بجس کر دیا۔ بد حواسی مین مصاحبون کو رخصت کر کے محلسرا مین چلے گئے۔
نواب عسکری مرزا بھی اپنی دو سو روپیے والی گھڑی کا دل ہی دل مین افسوس کرتے ٹھنڈے ٹھنڈے گھر کو سدھارے۔
محلسرا مین جاتے ہی نوابصاحب مسہری پر چادر تان کے لیٹ رہے۔ مارے فکر کے کسی پہلو چین نہین پڑتا تھا۔ کروٹ پر کروٹ بدل رہے تھے۔ تشویش کی مہیب صورت سامنے کھڑی تھی چوری کی خبر پھیلتے پھیلتے مرزا عالیجاہ اور مرزا والاجاہ کے کان تک بھی پہونچی۔ سنتے ہی بدحواس دوڑے آئے اور قدسیہ بیگم کو ساتھ لیکر نوابصاحب کے پاس آئے۔
عالیجاہ "فریدون قدر! فریدون قدر!! کیا سوتے ہو؟"
نواب فریدون قدر نے منھ سے چادر ہٹا کے دیکھا اور اٹھ بیٹھے۔ اور کہا "جی نہین درد سر کی وجہ سے لیٹ گیا تھا!"
والاجاہ "کیا تمھارے یہان چوری ہو گئی؟"
فریدون قدر یہ جملہ سنتے ہی دم بخود رہ گئے۔ کچھ جواب دیتے نہ بن پڑتا تھا۔ آخر بڑے پس و پیش کے بعد بولے "کیا عرض کرون شامت اعمال"
قدسیہ بیگم "اے ہے چوری کیسی۔ موے چور کا نام سنکے تو سر سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین چوری ہوئی اور مجھے خبر نہین!"
عالیجاہ "اب ہوشیار رہا کرو۔ صاحبزادے تمھین غارت کر دین گے۔ یہان کسی کو معلوم بھی نہین کہ شب کو چور مکان مین جھاڑو دیگئے۔"
قدسیہ بیگم "ہاے کیا ہوا۔ ارے آخر معلوم بھی ہوا کہ کن لوگون کی شرارت ہے؟"
والاجاہ "ان کے مصاحبون کے سوا اور کون ہوگا۔ وہ جو نہ کرین تھوڑا ہے۔ افسوس!"
عالیجاہ "فریدون قدر اب تمھاری سمجھ داری کے دن ہین۔ انسان جب سن تمیز کو پہنچتا ہے اپنا نیک و بد سمجھنے لگتا ہے۔ مگر تم ویسے ہی بے شعور رہے۔ خدا کے لیے اب بھی سمجھو جب تباہ ہو گئے پھر سمجھے بھی تو کیا۔ کیون باپ دادا کی عزت خاک مین ملائے دیتے ہو۔ نکالو ان کمبختون کو جو شیطان کی طرح ہر وقت بہکانے کو موجود رہتے ہین۔ اگر چند روز یہی حالت رہی تو گھر خاک مین مل جائیگا اور آبرو کا تو خدا ہی حافظ ہے"
والاجاہ "مصاحبون کو یہ کیون چھوڑنے لگے۔ چاہے ہم چھوٹ جائین۔ مگر وہ نہین چھوٹ سکتے

وہ تو ان کے پیر و مرشد ہین"

فریدون قدر۔ (آبدیدہ ہوکر) "اب زیادہ نہ شرمندہ کیجئے۔ مین خود اسی ارادہ مین تھا اور قسم لے لیجیے جو آج سے ان ہر دو دون کی صورت بھی دیکھون (کان پکڑکے) بیچ پی ہزار نعمت کھائی آپ کی اطاعت سے سر مو فرق نہوگا۔ جو فرمایئے گا اُسی کے موافق عمل کرونگا۔ پہلے سے سمجھتا تو یہ گت کاہے کو ہوتی"

آٹھوان باب

شہر کے باہر لب جو ایک عالیشان خوشنما عمارت انگریزی وضع کی بنی ہوئی ہے۔ جو وسیع پختہ سڑک بیچ مین ہوکے نکل گئی ہے اُسنے اس عمارت کو دو حصون پر تقسیم کردیا ہے۔ ایک حصہ سڑک کی داہنی جانب ہے ایک بائین جانب۔ ان دونون کوٹھیون مین سے ایک مین محکمۂ دیوانی ہے اُس کے مقابل والی دوسری کوٹھی مین محکمۂ فوجداری ہے۔ دونون کوٹھیون مین متعدد کمرے ہین اور اکثر کمرون مین کوئی نہ کوئی جنٹلمین کرسی پر بیٹھا اُن کاغذون کو غور سے دیکھ رہا ہے جو سامنے میز پر پڑے ہین۔ عدالت فوجداری کے آس پاس دس بیس کانسٹبل وردی ڈانٹے ہوئے ٹہل رہے ہین۔ اور دیوانی کی کچہری مین چپراسیون کی بھرمار ہے۔ یہ کانسٹبل اور چپراسی وہ لوگ ہین جن رعایا کو عدالت کی بہ نسبت زیادہ سابقہ پڑتا ہے۔ جو رات دن کوشش کرتے رہتے ہین کہ بڑے بڑے رؤسا سے شہر کی آبروریزی کرکے اُنھین بھی اپنا ہم عزت بنالین۔ اور جب موقع دیکھے اپنی وردی اور چپراس کا ناجائز دباؤ ڈالکے چاہتے ہین کہ غریبون کا وہ روپیہ جو کورٹ فیس اور خرچ عدالت سے بچ رہا ہے اپنی پاکٹ کے حوالے کرین۔

شہر کی طرف سے وکیلون کی ٹمٹمین اور گاڑیان آندھی کے جھونکون کی طرح غریبون کے روپے کو روندتی اور تباہ کرتی چلی آتی ہین۔ مختار اور اہل مقدمہ ٹوٹے پھوٹے اکون پر لدے ہوئے آرہے ہین۔ کسے بھی کون ؟ جنکے مریل ٹٹو میونسپلٹی کے خوف سے کبھی سوتے اور تازہ دم ہوئے ہی کو نہین آتے۔ گاڑیون کی ہیٹ ہیٹ سے ڈرتے اور کم حیثیت اکے والون کی گھڑکیان سہتے وہ غریب اہل مقدمہ سڑک کے کنارے چلے آتے ہین جو اپنی قسمتون کا فیصلہ سننے کو گھر سے نکلے ہین اور جنھین ہر ہر قدم پر بدشگونی ہوتی ہے۔

مثلے والے اور عرائض نویس اپنی اپنی وضع سے اپنی اپنی حیثیت ظاہر کرتے بغل مین قلمدان

دبائے سر پر چھتریان لگائے یہ منصوبہ کرتے چلے آتے ہین کہ وہ آج کسے لوٹینگے اور کس سے کیونکر ناجائز رقم وصول کرینگے۔" ان کوٹھیون کے نیچے ایک مختصر سا بازار لگا ہوا ہی۔ دو ایک تنبولی اپنے اونچے تخت پر اطمینان سے بیٹھے ہین اور گرمیونکی ہوا مین مرجھائے ہوے پان آگے رکھے ہین پاس ہی ایک حقے والا اسٹریل مداریون کی قطار لگائے بیٹھا ہے۔ اور کڑوے خراب تمباکو کی ایک چلم دے کر اس طرح کھرے کھرے پیسہ وصول کر لیتا ہے جسطرح ملک الموت کسی کی جان لے کچھ لوگ ٹوکرون اور خوانچون مین مختلف قسم کا سودا لیے ادھر ادھر ٹہلتے پھرتے ہین اور خوب کوشش کے ساتھ نفع حاصل کرنے مین ہوشیاری دکھا رہے ہین۔

دو تین اسٹامپ فروش میلی سی دھوتی بچھائے غرضمند مقدمے والون کا انتظار کر رہے ہین جنکے آگے چار یا پانچ روپیون کے پیسون کی ڈھیریان بھی لگی ہوئی ہین مگر وہ جو مثل مشہور ہے کہ "چراغ تلے اندھیرا" یہان پوری پوری مثل صادق آتی ہے۔ اس لیے کہ شہر بھر مین اگر روپے کے دمڑی کم سولہ گنڈے پیسے ملین تو یہان عدالت کے دروازے پر پونے ہی سولہ گنڈے ملتے ہین۔ عدالت کے برآمدے مین ہر طرف کم قیمت دریان بچھی ہوئی ہین جن پر کہین تو خود وکیل صاحب اور کہین اُن کے محرر مقدمے والون کے انتظار مین گویا سونے کی چڑیا کے لیے جال بچھائے بیٹھے ہین مگر جب حقے کی ضرورت ہوتی ہے تو بڑے صاحب کے خوف سے نیچے اُتر کر ایک پرانا گرد آلود اور کبھی پُر تکلف حقہ گڑگڑانے لگتے ہین۔

اس کوٹھی کے چارون طرف یون تو ہر قسم کے لوگ جمع ہین۔ مگر وکیلون اور مختارون کی ایسی کثرت ہے جیسے برسات مین مینڈک۔ بیچارے اہل مقدمہ بوکھلائے ہوے اپنے اپنے وکیلون کی خوشامدین کر رہے ہین اور اُن کا یہ عالم ہے کہ گویا اپنے غرور کا پورا زور آج ہی دکھا دین گے۔ ایک کیفیت ہے کہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ ہمارے ملک کی جدید عزت پانیوالی جماعت یعنی وکیلون کا گروہ اُسکا یہ عالم ہے کہ بے غرض کسی سے بات کرنا بھی گناہ ہے کوئی آفت کا مارا گنوار ادھر سے گذر گیا تو اُسکے پھانسنے کے لیے منت خوشامد مین ہر طرح سے پوری کوشش کیجاتی ہے اور جہان پھنس گیا پھر وکیل صاحب کے کچھ تیور ہی اور ہو جاتے ہین۔

کوئی مقدمہ والا آیا اور سبھون نے للچائی ہوئی نگاہ سے دیکھنا شروع کیا۔ اب وہ جسکی طرف دیکھ لیتا ہے وہ بلا رہا ہے۔ ایک مصیبت مین ہے کہ کہان جائے اور کہان نہ جائے۔ ایک صاحب کے پاس جا کے کہنے لگا "سلام حضور!"

وکیل صاحب لالچ کی جلدی مین سلام کا جواب دینا بھی بھول گئے اور کہنے لگے "کیون کیا کام ہے؟ یہان آکے بیٹھ جاؤ"

مقدمہ والا "ایک مکدمہ رہے"

وکیل "کیا مقدمہ ہے؟ کچھ بیان کرو"

مقدمہ والا "سرکار وئی بیگھا جمین ہمرے پاس رہن ہے - اب وی چاہت ہین چھڑا لین - کونو ایسی تتبیر نکالو - کہ ہمرن پاس رہے - چھوٹے نہ پاوے"

وکیل "رہن نامہ تمھارے پاس ہے؟"

مقدمہ والا "ہان سرکار"

وکیل "اس مین کچھ مدت تو نہین لکھی ہے؟"

مقدمہ والا "دوی سال کی مدت ہے"

وکیل "مدت پوری ہو گئی کہ باقی ہے؟"

مقدمہ والا "حجور مدت تو پوری ہو گئی"

وکیل "پھر کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟"

مقدمہ والا "یہی کی تو تتبیر پوچھت ہے؟"

وکیل "اچھا ایک کام کرو (چپکے سے) قرضے کا دعوی اُلٹے تم اُنپر کر دو - سمجھے؟"

مقدمہ والا "یو کیس بنی؟"

وکیل "اجی ہم تو بنا دین گے"

مقدمہ والا "ای کا کچھ ثبوت تو ہیئے ناہین"

وکیل "گواہی پر کام چل جائے گا - کچھ دے لے کے گواہ بنا لو"

اتنے مین ایک عجیب وضع کے بزرگوار نظر آئے - صاف صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ آج تک کبھی کچہری کی صورت بھی نہین دیکھی ہے - بازوون پر مع مبالغہ کم سے کم دو ہزار تعویذ اور امام ضامن کے پیسے بندھے ہین - گلابی کرتا اُس پر مہین شربتی کا چنٹ دار انگرکھا سبز گرنٹ کا پائجامہ زیب تن ہے پاؤن مین کامدار بوٹ - سر پر بھاری ٹنکے دار ٹوپی چھنگلیا مین فیروزے اور مختلف نگون کی انگوٹھیان آنکھون مین سرمہ چکنائے ہوے گالون پر تھرتھراہٹ کا پسینہ نزاکت سے قدم رکھتے چلبلی چال سے ایک بد نما زنانہ پن دکھاتے عدالت کی کوٹھی کے گرد چکر لگانے لگے - آخر ہمارے حضرت نے ایک مقام پر

ٹھہر کر گلکڑ والے سے پوچھا "بھئی نالش کرین گے تمھین معلوم ہے کہان کیجاتی ہے؟"

گلکڑ والا ۔ (حقّے کی مہنال صاف کر کے حضرت کے منھ سے لگا کر) "وہین کیجاتی ہو"۔

حضرت "آخر یہان کہان کیجاتی ہے؟ بھئی مجھسے تو فریاد کرتے نہ بنے گا"۔

گلکڑ والا "تو کیا کچھ شور کرنا ہے۔ کاغذ پر لکھا اور دیدیا۔ زیادہ کوشش کرنا ہوئی تو وکیل کر دیا۔ بس یہی وقت سوال خوانی کا ہے"۔

حضرت "تو لکھ کے دینا پڑتا ہے؟ یار بڑا غضب ہوا مین تو لکھنا جانتا ہی نہین۔ یہ معلوم ہوتا تو کسی سے لکھوا کے لاتا۔

گلکڑ والا "اے حضور گھبرانے کی کون بات ہے یہان لکھ جائیگا"

حضرت "ہان؟"

گلکڑ والا "جی ہان فوراً۔ حضور کا نام کیا ہے؟"

حضرت "ہمارا نام ممّن ہے"

راوی "اخّاہ آپ ہین؟ مین نے بالکل نہین پہچانا"

ممّن۔ بدحواس تو انتہا سے زیادہ ہو رہے تھے۔ ازاربند سے کھول کے دو پیسے نکالے اور گلکڑ والے کے ہاتھ مین دے کر کہنے لگے "بھئی تمھین کوئی ترکیب بتا دو۔ یار میرے تو ہاتھ پانون پھولے جاتے ہین"

گلکڑ والا۔ (انگلی سے اشارہ کر کے) "وہ سیدھے اسطرف چلے جائیے۔ ایک منشی جی پگڑی باندھے بیٹھے لکھ رہے ہین۔ کچھ اُنکی نذر کیجیے سب ٹھیک ٹھاک کر دینگے"۔ میان ممّن چلے تو جس کے سر پر پگڑی دیکھی اور مرد آدمی پایا بے تکلف مجرے کو جھک گئے۔ اب جیسے دیکھیے آپ سلام کرتے روبرو آئے تو برخوردار زمین تک کو زمین دوز آداب بجا لانے لگے۔ بدحواسی کا خدا بھلا کرے نادعلی یاد کر کے پڑھتے ہین مگر لفظ لفظ پر بھولے جاتے ہین۔ دل مین کہتے جاتے ہین "یا اللہ اب عزت تیرے ہی ہاتھ ہے۔ یا جناب مشکلکشا تمھین مدد کرو"۔ پسینے پر پسینہ چلا آتا ہے گھبرا گھبرا کے کہہ اُٹھتے ہین "اُف۔ خدا ہی آبرو کا نگہبان ہے"۔ اِدھر ان کا تو یہ عالم اُدھر لوگون نے جو اِن اس وضع مین دیکھا تو اُنگلیان اُٹھنے لگین۔ آخر میان ممّن سے نہ ضبط ہو سکا۔ اس درجہ بدحواس ہوئے کہ ایک کانسٹبل کے قریب جا کر کہنے لگے "بھئی نالش کرینگے کہان جائین؟"

کانسٹبل "نالش؟ تو یہان کہان آئے ہو؟"

ممّن "تو پھر کہان جائین؟ (ہاتھ جوڑکر) حضور للہ بتا دیجیے۔ میرے تو رہے سہے حواس غائب ہوے جاتے ہین"

کانسٹبل "تو پاگل خانے جاؤ"

ممّن "کیا وہین نالش ہوتی ہے؟"

کانسٹبل "اور کیا۔ یہان تو قیدی رہتے ہین"

ممّن "مجھے تو لوگون نے یہان بتایا"

کانسٹبل "کسی نے تمکو بہکا دیا ہوگا" (ایک مختار صاحب کی طرف دیکھکر) "کیون منشی جی صاحب نالش پاگل خانے مین ہوتی ہے نا؟"

مختار "ہان وہین۔ یہ کیا یہان آئے ہین؟"

کانسٹبل "جی ہان"

مختار "تو انھین قید خانے لے جاؤ"

ممّن "(دل مین) "یا مشکلکشا تمھارا ہی آسرا ہے"

کانسٹبل "(ہاتھ پکڑکے) "چلو"

ممّن۔ (ہاتھ جوڑکے) حضور مین بالکل غریب آدمی ہون۔ لوگون نے بہکا دیا۔ لے اب مین اسکو کیا کرون؟ اس مین غلام کا کچھ قصور نہین"

کانسٹبل "تو سیدھے چلے جاؤ۔ خبردار کسی مقام پر ٹھہرنا نہین۔ ٹھہرے اور دھر لیے گئے"

ممّن "بہت خوب خداوند" جھک کے آداب بجا لائے اور روانہ ہوے۔ لوگون نے قہقہے اڑانا شروع کیے۔

ایک "لینا لینا"

دوسرا "جانے نہ پائے"

یہ دل لگی دیکھ کر ایک لونڈے نے بڑھ کے تالی بجا کر کہا "لُو لُو ہے۔ لُو لُو ہے"

تیسرا "ارمان جانے بھی دو۔ بھڑوا ہے۔ کیا بناتے ہو"

چوتھا "اوہ اکس قیامت کی چال ہے۔ ہاے رنڈی نہ ہوا۔ ورنہ مزے تھے" میان ممّن پھبتیان سنتے چلے جاتے تھے اور لوگ بے اختیار ہنس رہے تھے۔ اتفاقاً اُسی طرف جدھر سے یہ گزرے ایک کم حیثیت ٹٹ پونجیے وکیل بیٹھے مکھیان مار رہے تھے اگرچہ بیچارے

فکر مین ڈوبے ہوے تھے مگر شور و غل سُنکے چونکے میان ممّن کی وضع دیکھ کے مسکرائے اور اشارے سے اپنے پاس بُلایا۔ یہ گئے تو اپنی معمولی دھن مین جاتے ہی بلجا جست کہنے لگے "جناب عالی ایک مقدمہ ہے" وکیل صاحب کا گویا نصیبا کھُل گیا۔ بڑا افکار ہاتھ لگا۔ اور ممن کی صورت دیکھ کے اور بھی خوش ہوے کہ بھولا بھالا آدمی ہے۔ بہت کچھ دست نکلنے لگا۔ وضع سے امیر بھی معلوم ہوتا ہے۔ نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ بے تکلف اُٹھ کھڑے ہوے اور ہاتھ بڑھا کر کہنے لگے۔ "آئیے آئیے تشریف لائیے۔ اجی وہان کہان بیٹھے ہین۔ میرے برابر بیٹھیے صاحب" ممن دل مین بہت خوش ہوے کہ اللہ ہماری یہ تعظیم! اور وکیل صاحب کے برابر بیٹھکر کہنے لگے "حضور اس امر مین کوئی تدبیر بتاوین تو بڑی پرورش ہو۔ غلام ہمیشہ آپکا تابعدار رہیگا"

وکیل "اے آپ کے فرمانے کی بات ہے۔ مین خادم ہون۔ آپ کو کچھ تکلیف نہوگی سب کام ہو جائیگا۔ آپ مضطرب نہون"

ممن "خدا جیتا رکھے۔ حضور نے غلام کی جان بچائی"

وکیل "آپ اسقدر انکسار کو کیون دخل دیتے ہین؟"

ممن "جی خداوند لوگون نے ڈرا دیا کہ یہ قیدخانہ ہے"

وکیل "جھک مارتے ہین بڑے چودہ نالائق کہین کے۔ شریفون کو پریشان کرتے ہین"

ممن "خدا سلامت رکھے"

وکیل "اجی آپ اپنا مقدمہ فرمائیے کسی پر دعوی کیجئیگا کہ جواب دہی کی ضرورت ہے؟"

ممن "حضور۔ نواب فریدون قدر نے رات ہماری بہن کو بلایا تھا (رو کر) اب حضور انسے گھر مین چھپا دیا اور مشہور کر دیا کہ وہ کہین بھاگ گئی یہ فریب تو دیکھیے خداوند"

وکیل "کیا؟ تمھاری بہن! آخر تم کون ہو؟"

ممن۔ (سر کھجلا کر) "جی۔ جی۔ اون"

وکیل "معلوم ہوا تم ارباب نشاط مین ہو"

ممن "جی خدا سلامت رکھے۔ اے حضور آپ ہی لوگون کے کھلونے ہین"

وکیل صاحب دل مین نہایت خفیف ہوے سمجھے تھے کچھ اور ہوا کچھ۔ اپنی بے وقوفی پر بہت ہی جھلائے۔ اور ممن سے کہنے لگے "ادھر سٹ کے بیٹھو" میان ممن سر کھجلاتے ہوے کھسکے اور جوتیون کے پاس جا بیٹھے جب دیر کے بعد وکیل صاحب کا غصہ فرو ہوا تو ممن کیطرف مخاطب ہو کے

وکیل ”اچھا خیر۔ تمھارا کام ہم کر دینگے۔ پولیس مین رپورٹ تو لکھوادی ہے نا؟“
ممن ”جی ہان حضور اُسی وقت لکھوادی تھی“
الغرض وکیل صاحب نے پہلے محنتانہ طے کیا۔ پھر وکالت نامہ لکھوا کر مسل مرتب کی اور مقدمہ دائر کر کے سمن جاری کرادیا۔

اب اُنکو تو چھوڑ دیجیے۔ اور ذرا دوسری طرف متوجہ ہو جیے۔ اسی وقت ایک اور بزرگوار نازل ہوے انپر اعتدال سے زیادہ تہذیب نازل ہو گئی تھی بالکل ع لیے روشنی طبع تو برمن بلا شدی کا فوٹو تھے۔ بیچارے نئی روشنی کے ہاتھون دین و دنیا دونون سے گئے گزرے ہوے تھے۔ ایک ہوائی گاڑی گھڑگھڑاتا ہوا کچہری مین داخل ہوا۔ کوئی ہندوستانی مگر انگریزی فیشن کے جنٹلمین اور اُن کے ایک ہم وضع مصاحب گاڑی سے اُترے۔ ایک بلڈاگ بھی ہمراہ ساتھ تھا۔ منھ مین چرٹ دبائے تھے اور ہاتھ پاکٹون مین تھے۔ غرضکہ یہ دونون صاحب کھٹ پٹ کرتے کوٹھی مین نازل ہوے اور برآمدے مین ٹہلنے لگے۔

ایک چپراسی ”حضور کچھ بیٹھنے کو لاؤن؟“
جنٹلمین ”تو ہم بیٹھنا نہین مانگتا۔ تم صاحب کو بولو کہ پہلے ہمارا مقدمہ کردے“
چپراسی ”بھلا حضور ہم کیسے کہین؟“
جنٹلمین ”یو فول! تم کس موافق بولتا ہے۔ چلا جاؤ ڈیول چال۔ ہم آپ مقدمہ کر سکتا ہے“
سررشتہ دار (دل مین) ”نرا چرچخ ہے“
مسٹر جعفر ”مقدمون کی بڑی کثرت معلوم ہوتی ہے“
جنٹلمین ”ول ہم روپئے کا فکر نہین کرتے۔ ہم امیر ہین ابن امیر“
مسٹر جعفر ”آف کورس یو آر نوبل مین سر“
جنٹلمین (عرائض نویس سے) ”ول ہمارا ایک سوال لکھدو“
عرائض نویس (نہایت ہی ادب سے متوجہ ہو کر) ”حضور ابھی کیا آپ نے وکیل نہین کیا ہے؟“
جنٹلمین ”او کچھ پروا نہین۔ ہم اپنا مقدمہ آپ پلیڈ کرنا سکتا ہے“
عرائض نویس ”کیا خداوند ہی لیڈ کرنا سکتا ہے؟“
جنٹلمین ”یو فول نگر! کس موافق بات بولتا ہے (زور سے چلا کر اور آنکھین لال پیلی کر کے) لیڈ نہین پلیڈ“

عرائض نویس کوئی ایسا ویسا شخص تو تھا نہین - عدالت کی ہوا کھائے ہوے - یہ جملہ سنتے ہی آگ ہوگیا - اور جھلا کے بولا "آپ بالکل بدتہذیبی سے گفتگو کرتے ہین"

جنٹلمین - (طیش کھا کر) "ہم بدتہذیب! ان سولا ئیڈ! یو ڈام بگر"

عرائض نویس - (بات کاٹ کر) "زبان سنبھال کے بات کیجیے - جو طرح دیتا جاتا ہون آپ سر پر چڑھتے آتے ہین - اتنی انگریزی مین بھی جانتا ہون - اس کوٹ پتلون کے بھروسے نہ رہیے گا"

جنٹلمین "تم سالا ہماری برابری کرتا ہے! (دانت کٹکٹا کر) برابر چلا جاؤ نہین تو سالا ہم ڈگ سے خبر لے گا"

راوی "ماشاء اللہ - آپ تو بنگالیون کی اردو بولنے لگے"

عرائض نویس "مین کہتا ہون آپ اپنے دل مین سمجھے کیا ہین؟ مین کہین پولیس کے حوالے نہ کر دون"

جنٹلمین "ہم تم کو اور پولیس کو دونون کو ٹھیک کر سکتا ہے"

عرائض نویس "جب تک تم ٹھیک کرو تمھاری گت ہی بنجائیگی"

جنٹلمین "یو فول - تم کر کے بات کرتا؟ ہم ہتک عزت کا نالش کر دیگا"

عرائض نویس "ابھی تک تو تم تھا اب مین تو کر کے بات کرونگا"

جنٹلمین "تم ایک جنٹلمین کی عزت کا خیال نہ کریگا؟"

عرائض نویس "مجھے تو تم شریف نہین معلوم ہوتے"

جنٹلمین "پاجی سور"

عرائض نویس (طیش کھا کر) "تو خود پاجی سور - مین پولیس کو بلاتا ہون"

جنٹلمین "تم اور پولیس دونون بدمعاش ہے - ہم دونون کی رپوٹ کریگا"

اس تو تو مین مین کے وقت جہان اور سب لوگ جمع ہو گئے تھے - وہان ایک پولیس کا جوان بھی کھڑا سن رہا تھا - شنکے بھلا اسے تاب کہان - لوگون کو ہٹا کے آگے بڑھا - اور چلا کے بولا - "کیا کھڑ بڑ لگائی ہے؟" (عرائض نویس سے) "وہ کیا ہے؟ کیون لڑ رہے ہو؟"

عرائض نویس "ہان صاحب خوب آئے - سنئے - یہ گھنٹہ بھر سے کھڑا گالیان دے رہا ہے - ہزار طرح سے سمجھایا مگر کسی طرح نہین مانتا"

کانسٹبل "ہان مین تو کھڑا سن رہا تھا" (جنٹلمین سے) "تم نے انھین گا لیان کیون دین؟"
جنٹلمین "البتہ دے گا۔ اور تم کو بھی دیگا"
عرائض نویس "یہ سن لیجیئے۔ اچھا خاصہ پاگل ہے"
اب جنٹلمین کو تاب کہان؟ زور سے دانت کٹکٹائے اور ڈگ تان کر جھلا کے عرائض نویس پر جھپٹے۔ مسٹر جعفر ابتک تو چپکے کھڑے رہے۔ مگر یہان تک نوبت پہنچی تو جنٹلمین کا ہاتھ پکڑ لیا "ہان ہان جانے دیجیے آپکا اُس کا کون مقابلہ"
کانسٹبل "مقابلہ وقابلہ نہین"
مسٹر جعفر۔ (بات کاٹکر) "ہان صاحب مقابلہ کیسا کچھ بھی نسبت ہے؟"
کانسٹبل "انگریزی کپڑے پہننے سے کچھ دم لگ جاتی ہے؟ تم عدالت کے قریب کھڑے ہو کے دھمکاتے ہو؟ چاو تمھارا چالان کیا جائیگا"
انجیم قادر "کس کا؟"
کانسٹبل "تم سب کا اور کس کا؟"
مسٹر جعفر "تو بھائی مجھسے کیا تعلق؟ مین تو چپکے کھڑا تھا"
کانسٹبل "انکے ساتھ تو ہو"
مسٹر جعفر "ساتھ کون .... ہے؟"
راوی "خدا جانے کون .... تھا"
اتنے مین کشن کنور بھی آگئے۔ اور مسٹر جعفر کے پاس کھڑے ہو کر دیکھنے لگے۔
کانسٹبل "اچھا تم تو چلے جاؤ۔ یہ اب مجسٹریٹ صاحب کے یہان جائین گے۔ انسے ملنے کا انھین شوق بھی ہوگا"
جب یہ رنگ دیکھا تو جنٹلمین سناٹے مین آگئے۔ اور بیچارے کانسٹبل کے ہمراہ تھانے کو روانہ ہوے راستے مین کچھ دے دلا کے اُنھون نے کانسٹبل کو راضی کر لیا اور اُس سے نجات پاکر عدالت کی طرف پلٹے تو مسٹر جعفر اور کشن کنور اُن کی گاڑی پر سوار ہو کے گھر جا چکے تھے وہ بیچارے بہت پریشان ہوے۔
الغرض مجبوراً جنٹلمین کو نرمی اختیار کرنا پڑی۔ اکیلے جو عدالت مین آئے تو بالکل سلامت روی کے ساتھ گفتگو کرتے تھے۔ ایک لالہ صاحب کے قریب جاکے پوچھا "کیون حضرت آپ عرائض نویس ہین نا؟"

لالہ صاحب "جی ہان قصور تو ہوا"
جنٹلمین "ایک عرضی لکھدیجیے"
عرائض نویس "چلیے ابھی فرصت نہین ہے"
جنٹلمین "فرصت نہین؟ کیون۔ آخر آپ یہان بیٹھے کیون ہین؟"
عرائض نویس "بیکار۔ کچھ کیجئے گا؟"
جنٹلمین "(بگڑکر) ول کیسے نہ لکھے گا؟ البتہ لکھے گا"
عرائض نویس "نہین لکھتے۔ جائیے نالش کیجیے"
جنٹلمین "آخر تم کاہے نہین لکھتا؟"
عرائض نویس "دو روپیے پڑین گے"
ایک غیر شخص "حضور اب اسوقت غرض ہے۔ کچھ دے دلا کے کام نکال لیجیے۔ پھر دیکھ لیا جائیگا"
جنٹلمین "خیر (دو روپیے پاکٹ سے نکال کے) لو لکھدو"
عرائض نویس "حضور خالی نہین انعام بھی لون گا"
ہمارے دوست جنٹلمین نے حضور کا نام سنتے ہی دو کی جگہ پانچ روپیے کھناکھنا کر حوالے کیے اور کہا "اب خوش ہوا؟" عرائض نویس نے خوش خوش اُٹھ کے سلام کیا اور روپے جیب کے حوالے کیے۔ عرائض نویس عرضی لکھنے بیٹھا اور پوچھنے لگا "حضور کا اسم شریف؟"
جنٹلمین "مسٹر انجم قدر بہادر"
راوی "وام اقبالہ کی کیون کسر اُٹھا رکھی"
عرائض نویس "حضور کے والد ماجد کا اسم شریف؟"
انجم قدر "دیکھو تم ایسا گستاخی کرتا ہے؟ ہمارے فادر کا نام پوچھتا ہے؟"
راوی "واقعی آپ کیسے بتائین جب ٹھکانا بھی ہو؟"
عرائض نویس "کیا مجال۔ مگر حضور قاعدے کو کیا کرین؟"
انجم قدر نے اپنے والد کا نام بتایا اور کہنے لگے "ہمارے بڑے بھائی نواب فریدون قدر کے نام تعلقہ ہے۔ تعلقہ تو موروثی کا دعوی ہوگا۔ عرضی دعوی تیار ہوا تو اسٹامپ فروش سے اسٹامپ لینے کی کوشش کی گئی۔
عرائض نویس "مین لکھتا ہون حضور آپ اُدھر خزانچی سے جاکر اسٹامپ لے لیجیے"

مسٹر جنٹلمین صاحب خزانچی کے ہاں گئے اور ٹکٹ مانگا کسی نے جواب بھی نہ دیا۔ آخر دوبارہ چلا کے کہا "وِل ہم ٹکٹ مانگتا"۔ جواب ندارد۔ بہت ہی جھلّا کے بولے "تم جواب نہ دیگا؟"
ایک محرر "جو صاحب چھٹی ہو تو بولیں کہ آپ کے لیے سارا کام بگاڑ دیں؟"
جنٹلمین "کیا یہ تمھارا ڈیوٹی نہیں ہے کہ ہمارا بات سُنے؟"
محرر "اے صاحب ڈیوٹی تو سبھی کچھ ہے مگر جب کچھ مہلت بھی تو ہو؟ باری باری کام ہوتا ہے انسان سب کام ایک وقت میں نہیں کر سکتا"
جنٹلمین "رہر ہم ہاں کر البتہ کر سکتا ہے"
محرر "اب آپ سے اُلجھے کون۔ آپ کا کام کیا ہے؟"
جنٹلمین "ٹکٹ چاہیے"
محرر "تو پھر آئیے گا خزانچی صاحب نہیں ہیں"
جنٹلمین "وہ کہاں گیا ہے؟ او اپنے کام میں وہ بڑا نگلکٹ کرتا ہے"
محرر "آپ تو بڑے سیکڑ خان معلوم ہوتے ہیں"
جنٹلمین "تم کو ابھی ٹکٹ دینا ہوگا۔ نہ دے گا تو ہم ابھی رپورٹ کریگا"
محرر "جائیے رپورٹ کیجیے"
بیچارے جنٹلمین مایوس پلٹے۔ دل میں گالیاں دیتے جاتے تھے۔ عرائض نویس سے جا کے سارا حال بیان کیا اُسنے کہا آپ سمجھے نہیں۔ ان لوگوں کو جب تک کچھ دیجیے گا نہیں کام نہ نکلے گا۔ یہ سب لینے کی ترکیبیں ہیں"
خلاصہ یہ کہ عرائض نویس نے کچھ دے دلا کے ٹکٹ لیا عرضی دعویٰ تیار کر کے اُس پر ٹکٹ لگا دیا اور کہا جائیے۔ یہ عرضی سررشتہ دار صاحب کو دیجیے۔ مگر آپ وکیل کر لیں تو اچھا ہو۔ مقدمہ بڑا بھاری ہے۔ اور وہ بھی دیوانی۔ بغیر وکیل کے کام نہ چلے گا"
جنٹلمین "کچھ پروا نہیں ہم خود کر سکتا ہے"
مسٹر انجم قدر عرضی لیے ہوئے اندر گئے اور جاتے ہی سررشتہ دار صاحب کی طرف ہاتھ بڑھا کے دینے لگے۔
سررشتہ دار "کیا ہے؟"
انجم قدر "عرضی ہے۔ ابھی فوراً صاحب کو دیدیجیے"

سررشتہ دار۔ (منہ پھیر کر) سوال خوانی ہو چکی۔"
انجم قدر "تو کیا کل"
سررشتہ دار "کل تو اتوار ہے اور پرسون سے ہفتے تک کرسمس ڈے کی تعطیل ہے۔ آیندہ ہفتے مین سوال لیا جائیگا۔"
انجم قدر "نہین نہین ہمارا ہرج ہوگا ہم آج ہی عرضی دیگا۔"
سررشتہ دار "ہم نہین لے سکتے۔"
انجم قدر "صاحب سے بولو۔ بلاشک وہ لے لین گے۔ وہ ایک جنٹلمین کو ہرگز پریشان نہ کرین گے۔"
سررشتہ دار "زیادہ بکیے نہین۔ مجھے فضول بکنے کی فرصت نہین۔"
انجم قدر "ہم اپنے ہرجے کی نالش کریگا۔ دس روز مین ہمارا بڑا ہرج ہوگا۔"
سررشتہ دار "جاؤ نالش کر دو۔"
انجم قدر "تو تم کیون صاحب کو نہین بولتا؟"
عرائض نویس نے یہ حال دیکھا تو انجم قدر کو ہٹا لے گیا اور کہنے لگا "آپ کو معلوم نہین یہ کمبخت جب تک کچھ پا نہ لیگا نہین ہرگز عرضی نہ لے گا۔ ذرا منہ میٹھا کر دیجیے ابھی کام نکل جائیگا۔"
انجم قدر "اس نے تو یہ کیون نہ بولا؟"
عرائض نویس "تو حضور کیا چار آدمیون کے سامنے رشوت مانگے؟ ایسا نہین ہو سکتا۔"
انجم قدر "اچھا پانچ روپیے دیدو۔ کافی ہین نا؟"
عرائض نویس "جی حضور بہت ہین۔ یہ تو آٹھ آٹھ آنے پر گر پڑتے ہین یہی عدالت مین اندھیر ہے۔"
انجم قدر "بڑے غضب کی بات ہے۔ اس کا کچھ بندوبست نہین ہو سکتا؟ گورنمنٹ کو توجہ کرنا چاہیے۔"
عرائض نویس نے سررشتہ دار کو علیحدہ بلایا اور الگ لیجا کر ایک روپیہ تو خود لیا باقی چار روپیے اُنکے ہاتھ مین تھمائے۔ اور انجم قدر کے پاس آکر کہا "اب جائیے درخواست لے لین گے۔"
انجم قدر دوبارہ گئے اور کہا "صاحب بڑا نقصان ہوگا آپ اس درخواست کو لے لین۔ مہربانی ہے آپ کا شکریہ ادا کیا جائیگا۔"
سررشتہ دار "خیر لائیے۔ آپ نے دیر تو بہت لگا دی مگر آپکا نقصان ہی ہوتا ہے۔ لو مجبوری ہے۔"

سررشتہ دار نے طلبانہ داخل کر کے سوال لے لیا اور صاحب کو سُنا کر بنام فریدون قادر سمن جاری کر دیا۔ مسٹر انجم قدر یعنے نئے بگڑے جنٹلمین یہان سے فراغت کر کے باہر نکلے تو گاڑی کی فکر ہوئی۔ بہت ہی برہم ہوے۔ اور دل ہی دل مین کہنے لگے وو کشن کنور اور مسٹر جعفر دونون سخت بیوفا ہین۔ مجھکو مصیبت مین پھنستے دیکھ کر کیسے صاف علیحدہ ہو گئے مجھے ان لوگون سے ایسی امید نہ تھی اور دل لگی یہ کہ گاڑی پر سوار ہو کر اپنے گھر چلے گئے۔ اب مین یہان سے جوتیان چٹخاتا ہوا جاؤن۔ کیا انکو معلوم نہ تھا کہ مین بھی گھر جاونگا؟ کس اطمینان سے چلدیے بڑا برا لوگ ہے۔

اس کے بعد مسٹر انجم قدر ایک کرایے کی گاڑی پر سوار ہو کے اپنی کوٹھی کو روانہ ہوے۔ راستے بھر بلا مبالغہ اپنی انگریزی اُردو مین گاڑیبان پر تیز ہانکنے کی دو ہزار دفعہ تاکید کی قدم قدم پر اسے ڈانٹتے جاتے تھے۔ ناک مین دم کر دیا کبھی گھڑکتے تھے کبھی چالان کی دھمکی دیتے تھے کبھی اُسے گالیان دیتے تھے اور ہمارے دوست کا بلڈاگ گاڑی کے آگے پیچھے دوڑتا چلا جاتا تھا۔ سڑک پر کے اور کتون نے ایک مقام پر ایسا گھیرا کہ آگے پیچھے چھڑانا مشکل ہو گیا۔ مسٹر انجم قدر گاڑی رکوا کے اُتر پڑے اور گھڑی تان تان کے اور کتون کو بھگا دیا اس مقام کے رہنے والون کو بہت سی گالیان دین اور اپنے کتے سمیت گاڑی پر سوار ہو کر روانہ ہوے۔ گھر پر پہونچے تو دیکھا کہ ڈرائنگ ہال مین مسٹر جعفر اور کشن کنور بیٹھے خوش گپیان کر رہے ہین۔ ان کی صورت دیکھتے ہی دونون کی رنگت بدل گئی۔"

مسٹر جعفر نے بڑھ کر کہا "ول مسٹر انجم قدر آپ آگئے؟ ہم تو آپکی رہائی کا تدارک کرنے کو آنے ہی والے تھے۔ خوب ہوا کہ ہماری روانگی سے پہلے ہی آپ آگئے"

انجم قدر "آپ آنے والے تھے! بجا۔ مجھے پھنسوا کے کس خوبصورتی سے علیحدہ ہو گئے!"

کشن کنور "او آپ سے غلط فہمی ہوئی۔ ہم اسی غرض سے تو علیحدہ ہو گئے کہ آپ کے واسطے پیروی کرین۔ اگر ہم لوگ الگ نہ ہو جاتے تو پیروی کون کرتا؟ سچ پوچھیے تو بہت غنیمت ہوا کہ ہم لوگ علیحدہ ہو سکے"

انجم قدر "تم لوگون نے مجھے صاف دھروا دیا تھا۔ وہ کہیے خدا نے بڑا فضل و کرم کیا کہ مین جلدی نجات پا سکا"

مسٹر جعفر:" اور اگر دیر ہوتی تو ہم لوگ آ کے چھڑالاتے۔ یہ کوئی بڑی بات نہ تھی"

انجم قدر:" واقعی تم نے یہ بہت بڑا کام کیا"

مسٹر کشن کنور:" ہم تو آپ کے دلی خیر خواہ ہیں"

مسٹر جعفر:" اجی پسینے کے مقام پر خون گرادیں ہم وہ لوگ ہیں۔ معاذاللہ آپ بیوفائی کا خیال کرتے ہیں؟ جو سعاملہ ہی کیا تھا"

انجم قدر:" ہاں بھائی معاف کرو بیشک مجھ سے غلطی ہوئی"

مسٹر جعفر:" نہیں آپ کو دوستوں کی زرا قدر نہیں"

مسٹر کشن کنور:" ہاں صاحب مقدمہ کی کیا صورت ہوئی؟ دائر ہو گیا"

انجم قدر:" ہاں دائر ہو گیا"

مسٹر جعفر:" مگر سر رشتہ دار کو آپ نے کچھ دیا نہیں"

انجم قدر:" جی ہاں سوال خوانی کے وقت پانچ روپے دیے تھے"

مسٹر جعفر:" اے حضور یہ تو سوال لینے کا صلہ تھا اب کوئی کثیر رقم نذر کیجیے تاکہ مقدمہ کو سرسبزی ہو وہ حاکم کا بہت منہ لگا ہے"

انجم قدر:" اچھا اچھا۔ جس قدر کہو دیا جائے"

کشن کنور:" یہی کچھ تھوڑا سا چٹا دیا جائے"

انجم قدر:" آخر کس قدر؟"

کشن کنور:" کم سے کم پانچسو روپیہ۔ اب اس سے کیا کم ہوگا۔ کوئی ادنی معاملہ ہوتا تو تخفیف بھی کی جاتی۔ یہ بڑا زبردست مقدمہ ہے۔ اور وراثت اور ملکیت سے متعلق ہے"

انجم قدر نے کہا اسکی کچھ کمی نہیں۔ اجی روپیہ پانچسو نہیں ہزار کہو ابھی حوالے کردیا جائے۔

کشن کنور:" اجی بس اسیقدر کافی ہے"

انجم قدر نے آدمی کو بلا کے صندوقچہ منگوایا اور فوراً پانچسو کے نوٹ نکال کے حوالے کردیے۔

کشن کنور:" بس اب مقدمہ جیتا رکھا ہے"

مسٹر جعفر:" اس میں شک ہی کیا ہے"

کشن کنور:" مسٹر جعفر چلو اب یہ روپیہ سر رشتہ دار صاحب کے یہاں پہنچا آئیں"

یہ کہکر دونون نواب صاحب سے رخصت ہوئے اور باہر جاکر نصفا نصفی باہم روپیہ تقسیم کر کے نواب صاحب کی سادہ لوحی پر قہقہے لگاتے اپنے اپنے گھرون کو چلدیے۔

نوان باب

بی جواہر کے عاشق باوفا نواب فریدون قدر بہادر محل مین تشریف لے گئے تو قمر آرا بیگم عرف شہریار دولھن یعنی اپنی بی بی کو دیکھا کہ ایک عجیب پیاری ادا سے ہاتھ منہ پر رکھے بیٹھی ہین خواص پنکھا جھل رہی ہے۔ نواب صاحب نے اُسے حکم دیا کہ حقہ تیار کر لا۔ خواص جاچکی تو نواب صاحب قمر آرا بیگم کی طرف متوجہ ہوئے "اوہ! خدا کی قسم آج تو قیامت کا جوبن ہے"

قمر آرا بیگم "مجھپر جوبن کیون ہونے لگا۔ جوبن ہو گا اُن بالزادیون پر جو موئی چوک کے کمرون پر بیٹھا کرتی ہین"

نواب صاحب "ہائین۔ بھلا اس موقع پر رنڈیون کا کون ذکر تھا؟"

قمر آرا بیگم "اے اب اُنھین موئیون کا زمانہ ہے"

نواب صاحب "یہ کیون؟"

قمر آرا بیگم "اب منھ نہ کھلواؤ۔ مجھے زیادہ چھیڑو گے تو سارا حال صاف صاف کہدون گی آئے وہان سے محبت جتاتے ہوئے"

نواب صاحب "للہ صاف صاف بیان کرو۔ اسی کا تو مین منتظر ہون"

قمر آرا بیگم "لے اب مجھے حیران نہ کرو۔ اُنھین کے پاس جاؤ جنھین اُس دن بلایا تھا"

نواب صاحب "آخر کنھین؟ کچھ نام تو بتاؤ"

قمر آرا بیگم "مین کسی مال زادی کا نام نہین لیتی"

نواب صاحب "تمھین ہمارے سر کی قسم سچ بتاؤ خدا جانے تمھین لوگ کیا بہکا دیا کرتے ہین"

قمر آرا بیگم "مین کہتی ہون تم اتنا جھوٹ کیون بولنے لگے؟ کسی نے بہکا دیا یہ ایسی ہی تو ننھی ہون"

نوابصاحب "تم تو ناحق کو جامے سے باہر ہوئی جاتی ہو۔"

قمر آرا بیگم "شرم تو نگوڑی بھون کھائی - یہ مین بن ناحق کو کہتی ہون - اسے اُسی قطامہ کے پاس لیجاؤ جسکی بدولت ساری دولت خاک مین ملادی - یہ نہ سمجھنا کہ مجھے نہین معلوم ہے"

نوابصاحب "ہان چوری تو بیشک ہوگئی - مگر یہ نئی بات سُننے مین آئی آخر کسکی بدولت چوری ہوئی کچھ کہو گی بھی یا پہیلیان ہی بجھوایا کرو گی"

قمر آرا بیگم "ہو گی کوئی موئی - مین اُس مردار کا کیون نام لینے لگی تھی"

نوابصاحب "خدا اُسکا نام تو بتاؤ - ہان چوری البتہ ہوگئی اور حقیقت مین بڑا نقصان ہوا"

قمر آرا بیگم "چوری ہوئی تو میرے (انگوٹھا دکھاکر) ٹھینگے سے" یہان تک گفتگو ہو چکی تو نواب صاحب کی چھوٹی سالی دلافروز بیگم جو تھوڑی دیر سے بیٹھی یہ باتین سن رہی تھین بیچ مین بول اُٹھین "اے ہان دولھا بھائی تم نے بھی تو بڑی غفلت کی - تھوڑی چوری ہوئی ہے اور کوئی ہوتا تو سر پکڑ کے بیٹھ جاتا مگر تمھین کیا ہے تم اپنے بے فکر بیٹھے ہو"

نوابصاحب "تم تو اسطرح کہتی ہو گویا مین نے جان بوجھ کے چوری کروادی"

قمر آرا بیگم "مین کہتی ہون لوگون کی شرم کیون جاتی رہی - یہ نگوڑی قحبائین حرامزادیان جہان آئین وہان جانا تو تھوڑا ہے" اتنے مین سرفراز دو خواص دوڑی ہوئی اور پھولی ہوئی سانس سے رُک رُک کے کہنے لگی "حضور - بڑے حضور تشریف لائے ہین" یہ سنکر قمر آرا بیگم اُٹھ کے چلی گئین - اور نواب صاحب مودب بیٹھ کے چچا کا انتظار کرنے لگے - مرزا والا جاہ نے آکے کہا -

"فریدون قدر ذرا باہر آؤ کچھ کہنا ہے"

نوابصاحب اُٹھے اور جھٹ سے چچا کے ساتھ باہر تشریف لے گئے -

والا جاہ - (باہر جاکر) "فریدون قدر تمنے اتنے سن مین کسی قسم کی لیاقت نہین حاصل کی ورنہ آج یہ خرابیان نہ پیدا ہوتین - تمھارے جیسے عالی خاندان لڑکے کا بے علم رہجانا بڑے تعجب کی بات ہے"

نوابصاحب - (ندامت سے سر جھکا کر) "پہلے تو مین جانتا تھا مرزا اور دولتمند ہون پڑھکر کیا کرونگا؟ معلم گری کرنا نہین کہ پڑھنے لکھنے کی طرف متوجہ ہوکر اپنی جان ضیق مین ڈالون پڑھین تو وہ جنھین غیرون کی تابعداری کرنا ہو - ایک روز ہمارے اچھے صاحب کہتے تھے

کہ پڑھنا لکھنا رئیسوں کا شیوہ نہیں یہ تو روٹی کمانے کا ذریعہ ہے"

والاجاہ " افسوس انھیں کم بخت مصاحبوں نے تو تمھیں ستیاناس کیا۔ ہائے کہیں کا نہ رکھا بیٹا علم ہی سے عقل آتی ہے" اتنے میں زور سے ہوا چلی اور اسکے جھونکے میں ایک لفافہ طاق پر سے گر پڑا مرزا والاجاہ نے اٹھا لیا اور کہا " یہ کس کا خط ہے ؟"

نوابصاحب " میں نہیں جانتا ۔ آپ ملاحظہ فرمائیے"

والاجاہ " شاباش اتنا بھی نہیں پڑھ سکتے کہ یہ خط کسکا ہے ۔ اس کے بعد مرزا والاجاہ نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا ۔

مضمون خط

لکھنؤ چوپٹیاں ۱۴ ستمبر ۱۸۹۲ع

بخدمت عالی مرتبت نواب فریدون قدر بہادر رئیس اعظم لکھنؤ

کیا شوخیاں ہیں یا الٰہی لیل و نہار کی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ جمتی نہیں ہے ران کسی شہسوار کی

پیارے نواب ۔ اس بے روزگار رنڈی نے اجتک اپنی پیٹھ پر کسی کی ران نہ جمنے دی ۔ جو تیری سے چلا جلدی گرا ۔ یہ زال بیوفا جسے دنیا کہتے ہیں کس کے پاس نہیں رہی ۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ اسوقت تک کسی کے ساتھ وفاداری سے نہیں پیش آئی ۔ اسکا یہی مشغلہ رہا ہے کہ آج ایک کو اپنا دلفریب جوبن دکھا کے بے اختیار اپنی طرف متوجہ کر لیا ۔ اور کل ہزار خرابی نکال باہر کیا ۔ پیارے نواب ۔ کیسی نہیں ۔ ان مکاروں کی ظاہر فریب صورت پر جانا بڑی حماقت ہے ابو البشر آدم علی نبینا و علیہ السلام کو اسی کی دلفریبیوں نے بلندی جنت سے چاہ مصیبت میں گرایا غور سے دیکھو تو زمانے کا سکر بڑی شیطان ہے جو ایسی نیرنگ ساز زمانہ برتنا چاہتا ہے وہ شیطان کی مخبری سے پوری ہوتی ہے ۔ اسی نے قابیل کو ظلم کی تعلیم دی ۔ اسی نے کنعان بن نوح کو نذر طوفان کیا ۔ یہ نہ سمجھنا کہ شیطان کوئی ایک شخص ہے ہمارے لیے کروڑوں شیطان موجود ہیں ۔ جن ہی نہیں اکثر انسان بھی شیطان کا پورا کام دے دیا کرتے ہیں یہی تو فرمایا ہے جل شانہ نے من شر الوسواس الخناس ۝ الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس یقین جانو جس طرح جنی شیطان نے حضرت آدم کو اغوا کیا تھا ۔ اسیطرح ہمارے زمانے میں اکثر انسانی شیطان

نوجوان رئیس زادون کو بہکایا کرتے ہین - ان انسانی شیطانون کو آپ نہین پہچانتے - اور
اسی وجہ سے مجھے افسوس ہے کہ وہ بہت جلد اپنا اثر آپ پر ڈال سکین گے میرے پیارے
نواب آپ اپنی معمولی صحبتون کو غور سے دیکھین تجسس کی نظر سے ڈھونڈین آپ اپنے
بہکانے والون کو بہت جلد پا جائینگے - خدا کے لیے اُن سے بچیے وہ بڑے ظالم اہل صحبت ہین
اُنکی میٹھی باتین - اور خوشگوار خوشامدین جسقدر زیادہ بامزہ ہوتی ہین اُسی قدر زیادہ
مضر بھی - آپ نے تواریخ کی کتابین بالکل نہ دیکھی ہونگی ورنہ آپ خود ہی سمجھ جاتے کہ آدم
صورت شیطان کی طرح امرا و ملوک کی بیخ کنی کرتے رہے ہین - مگر مین آپ کو وہ قریب
کی مثالین یاد دلاتا ہون جو ہر شخص کو یاد ہین - اور غالبا کبھی نہ کبھی آپ کے کان تک بھی
پہنچ گئی ہونگی - دہلی کا پچھلا دربار اور محمد شاہ کا دور اور لکھنو کا آخری وقت اور واجد علیشاہ
کا زمانہ کس طرح خوشامدیون کو عزت سے جگہ دیتا تھا - پھر کیا ہوا -

میرے پیارے نواب للہ خدا کے لیے اپنے تئین سنبھالو اور ہوشیاری سے کام لو - یہ زمانہ
ہندوستانی رؤسا کی بیفکری کا نہین ہے اُن کو سنبھلنا چاہیے بخصوص مسلمان رؤسا کو
اسکی زیادہ ضرورت ہے - مسلمانون کو اب احتیاط سے زیادہ کام لینا چاہیے - روپیہ کو ضروری
موقعون کے سوا روکنا چاہیے - یہ دولت خدا کی امانت ہے - افسوس ہماری قوم کے رؤسا
بالکل بے دردی اور بے احتیاطی سے لٹائے دیتے ہین - خدا کے لیے اُن لوگون کی صحبت سے
بچو جو تمھین دھوکا دینے کے لیے تمہارے دوست بنے ہین -

پیارے نواب مجھے تم سے ایک خاص محبت ہے اور اسی لیے ان سطرون کے لکھنے کی جرأت
ہوئی - آپکے والد مرحوم مجھے اپنا خورد سمجھتے تھے اور میرے ساتھ ہمیشہ بزرگانہ برتاؤ کرتے تھے
اُن مرحوم کی خوبیان اور شفقتین میری آنکھون کے سامنے پھرکر مجھے عبرتناک تصویرین
دکھلاتی ہین - مین نے یہ خط اگرچہ بہ رسم نصیحت کے طور پر آپکو لکھا ہے - مگر آپ یہ نہ سمجھے
کہ صرف اوقات تم سے غرض ہے - بلکہ صرف خوش نیتی ہے آپ کے معزز دربار سے
اچھی اچھی باتین اور ناعاقبت اندیشی کی برائیان دفع کرنے کی امید پر جا بجا رسائی کی ہے -
بشرط فرصت امید ہے کہ آپ تشریف لاکر میری عزت افزائی کرینگے اور مین حتی الامکان
کوشش کرونگا کہ آپ دنیا مین بدنامی سے بچکر ترقی کرین - زیادہ نیاز

خادم قوم
مرزا محمد حیدر اختر آشری طوطا مضمر

یہ خط پڑھ کر پہلے تو مرزا صاحب کا دل بھر آیا۔ بے اختیار آنسو ٹپک پڑے۔ پھر کچھ سوچ کر بہت خوش ہوئے کہ خدا نے فریدون قدر کے سنبھلنے کا سامان غیب سے کر دیا۔

مرزا والا جاہ "تمھیں معلوم ہے یہ کس کا خط ہے؟"

نواب صاحب "ابا جان کے کوئی دوست ہوں گے؟"

والا جاہ "افسوس تم ان خطوں کو بالکل بے پروائی سے ڈال دیتے ہو۔ مگر وہی مثل ہے۔
ع مردے از غیب بروں آید و کارے بکند۔ اگر ان سے ملو گے تمھارے سب عیب دفع ہو جائینگے تمھیں لازم ہے کہ ان کی صحبت اختیار کرو۔ تم کیا جانو مگر یہ وہ لائق شخص ہیں کہ ہمارے شہر کو ان پر ناز ہے۔ تمام قومی کاموں میں یہ بڑی دلچسپی کے ساتھ کوشش کرتے ہیں۔ بیٹا اب تم ان نالائق مصاحبوں سے احتیاط کرو۔ ان سب کو جواب دو۔ یک قلم سب کو۔ ورنہ ساری عزت خاک میں مل جائیگی۔"

نواب صاحب اپنے دل میں تو نہایت منفعل اور نادم ہو ہی چکے تھے شرم سے گردن جھکا لی اور عرض کیا "انشاء اللہ المستعان۔ آئندہ آپ کے حکم سے کبھی انحراف نہ ہوگا۔ میں نے عہد کر لیا ہے کہ اب کسی کو اپنی صحبت میں نہ رکھونگا۔ اگر فرمایئے تو آج ہی جا کر مرزا بیدار بخت سے ملاقات کروں۔"

والا جاہ "الحمد للہ کہ خدا نے تمھیں توفیق خیر دی۔ کل تڑکے جانا آج وقت نہیں رہا۔"

اتنے میں چوبدار نے اطلاع کی کہ "وہ حضور کے رفقا حاضر ہیں۔"

نواب صاحب (غصہ سے) "کہہ دو سیدھے گھر کو بیرنگ واپس جائیں یہاں کچھ کام نہیں۔"

چوبدار نے جا کر کہا تو سب کے ہوش پرّاں ہوئے۔ انتہا سے زیادہ حیران و پریشان ہوئے۔"

عباس مرزا۔ (بڑھ کر) "آداب بجا لاتا ہوں۔ خداوند نعمت حضور یہ نمک خوار قدیم کس خطا پر نکالا جاتا ہے؟"

نواب صاحب "دور ہو یہاں سے۔ تیرے ہی تو کانٹے بوئے ہوئے ہیں۔ کوئی ہے؟ ابھی نکال دو اسے گھر سے۔ بڑا نمک خوار بنکے آیا ہے۔"

عباس مرزا "خداوند ہم تو اس ڈیوڑھی پہ تصدق ہو کے جائیں گے۔"

چوبدار "جاتے ہو کہ گردن میں ہاتھ دوں؟"

منے آغا "تو حضور یہ خانہ زاد تو اور کہیں نہ جائیگا۔"

چوبدار "ہاں کسی کو منھ نہ دکھانا۔ بڑے حیادار ہو۔ خدا جانے اتنے بڑے کیونکر ہو گئے۔

بے ٹھلو یہان سے ۔"

منے آغا "ٹھیر و جی سرکار سے عرض کرتے ہین ۔ تم بیچ مین کیا دخل دیے جاتے ہو ۔"

نوابصاحب "یہ کیا بک لگا رکھی ہے ؟ نکال دو ۔ انتظار کس بات کا ہے ؟"

الغرض سب مصاحب اپنا سا منھ لیے ہوئے روانہ باشد ہوے ۔ اتنے مین چوبدار نے آ کے عرض کیا حضور ایک سرکاری چپراسی آیا ہے ۔"

نواب صاحب "کیون ؟

چوبدار "حضور عدالت کا چپراسی ہے ۔ اور ایک سمن بھی لیے ہوے ہے ۔"

نوابصاحب چپراسی کا نام سنتے ہی کانپ اٹھے ۔ چپراسی سامنے بلایا گیا ۔

والاجاہ "کیون کہان سے آئے ہو ؟"

چپراسی "حضور نواب صاحب کے نام دیوانی کا ایک سمن لایا ہون ۔"

نوابصاحب کی نیچے کی سانس نیچے اور اوپر کی اوپر رہگئی ۔ بدن مین رعشہ پڑگیا ۔ بمشکل تمام ہاتھ بڑھا کے سمن لیا ۔ مگر اب پڑھے کون ؟ یہان تو واجبی ہی واجبی پڑھے ہین ۔ اپنے نام کے سوا آج تک کچھ لکھا ہی نہین ۔ اور یہ عدالت کی تحریر ۔ معلوم ہوتا ہے کہ دوات سے بوٹے اچھل کے کاغذ پر گرا ہے اور اپنی لمبی لمبی ٹانگین رگڑتا ہوا ادھر ادھر پھرا ہے ۔ دیر تک غور کیا کیے ۔ بہت کوشش کی ۔ دل ہی دل مین ہجے لگائے ۔ مگر حرف ہی نہین پہچان پڑتے ہیجے کیا خاک لگائین ۔

جب سب طرح سے ذہن آزمائی کر کے تھک گئے ۔ تو ایک ندامت کے ساتھ سر کھجلا کے مرزا والاجاہ کی طرف سمن بڑھا کے کہنے لگے "چچا جان دیکھیے تو کیا لکھا ہے ۔"

مرزا والاجاہ "تم سے نہین پڑھا جاتا ؟ بڑی شرم کی بات ہے ۔ اتنے بڑے خاندان کا آدمی اور ایک ذرا سا پرزہ پڑھنے مین عاجز! مین شرمایا جاتا ہون اور تمھارے کان پر جون نہین رینگتی ؟"

نوابصاحب "چچا جان اب زیادہ شرمندہ نہ کیجیے ۔ مین خود اپنے قصور کا اعتراف کرتا ہون ۔ واقعی مین نے خاندان کا نام ڈبو دیا ۔ مگر اب کوشش کرونگا کہ جس طرح بن پڑیگا کارروائی کے قابل پڑھ لون ۔"

والاجاہ "خدا توفیق دے ۔" اس کے بعد والاجاہ نے سمن لیکے پڑھنا شروع کیا ۔

دوسطر انجسہم ۔ مدعی

بنام

نواب مرزا فریدون قدر بہادر مدعا علیہ

دعویٰ

تقسیم ملکیت آبائی حسب دفعہ ۔ "

ہنوز اسی قدر سمن پڑھا تھا ۔ اور نواب صاحب اور نیز مرزا والا جاہ دونون متحیر تھے کہ ایک کانسٹبل نازل ہوا ۔ چوبدار نے ہین اُسیوقت اُسکی اطلاع کی ۔ اور نہایت ہی پس و پیش کے بعد وہ بھی بلا یا گیا ۔

مرزا والا جاہ "الٰہی خیر! اِین یہ کیون آیا ہے!"

ہمارے نوابصاحب کے آئے حواس غائب ہوگئے کچھ بن ہی نہ پڑتا تھا ۔ اِدھر اُدھر بغلین جھانکنے لگے ۔ ڈر ڈر کے چارو نطرف دیکھتے تھے کہ کدھر بھاگ جائین ۔ بالکل حواس باختہ ہوگئے

مرزا والا جاہ نے کانسٹبل سے دریافت کیا "تم کس ضرورت سے یہان آئے ہو؟"

کانسٹبل "حضور ۔ نواب صاحب کے نام ایک فوجداری کا سمن ہے یہ لیجیے"

والا جاہ "توبہ! توبہ!! ایک نشد دو شد!!! آخر یہ معاملہ کیا ہے؟

آخر مرزا والا جاہ نے سمن پڑھنا شروع کیا ۔

سمن عدالت فوجداری

مسماۃ محمدی طوائف ــــــــــــ "

نواب والا جاہ اسی قدر پڑھ کے یکایک رک گئے ۔ آگے اُنھون نے آہستہ آہستہ پڑھنا شروع کیا ۔ مگر مارے غصے کے مُنھ سُرخ ہوتا جاتا تھا ۔ سمن تمام ہوا تو اُن کی آنکھون مین خون اُتر آیا بیچارے نے کانسٹبل کو رخصت کیا اور سمن نواب صاحب کے ہاتھ مین دیا اور کہا "دو کسی سے پڑھوا لینا ۔ مین تو اب جاتا ہون" اتنا کہا اور چلے گئے ۔ جب وہ چلے گئے تو نوابصاحب نے آغا ممتاز کو بلوا بھیجا ۔ یہ نمک حلال ملازم قدیم تھے ۔ مگر ناظرین کو یاد ہوگا کہ اگلے طوفان بے تمیزی مین نکال دیئے گئے تھے ۔

الغرض آغا ممتاز آگئے اور آداب بجا لانے کے بعد بیٹھ گئے ۔

نواب صاحب نے جو انسے کہا ذرا پڑھیے تو آخر لکھا کیا ہے۔ کون سی بات ہے کہ جو آپ صاحب نے
مارے غصے کے نہ پڑھا آخر ماجرا کیا ہے؟"

آغا ممتاز نے پورا مضمون پڑھ کے سنایا تو نواب صاحب کے آئے ہوئے حواس غائب ہو گئے۔
یہ خداوندا یہ کیا ہوگا؟ الٰہی مجھ پر وہ وہ نالشیں!!! نواب صاحب انتہا سے زیادہ پریشان
ہوئے۔ مگر جیسے ہی بی جواہر کا نام سنا کلیجے پر سانپ لوٹ گیا۔ بے اختیار آنکھیں بھر آئیں
ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں لینے لگے۔ بیتاب ہو کر کلیجا ہاتھوں سے تھام لیا وہ پیاری پیاری
صورت وہ گدرایا ہوا بدن وہ نازک رخسار وہ کالے کالے بال وہ مستانہ ادائیں وہ
دلربائی کے انداز سب چیزیں آنکھوں کے سامنے پھر گئیں۔ وہ اسکی رسیلی آنکھیں
وہ بدمستی کے عالم میں گھڑی گھڑی اس کے گال کے گھیرنے والے بال۔ وہ نازک ہونٹ
وہ اس کے مسکرانے کی دلفریب ادا جس نے ایک زمانے بھر کو اپنا دلدادہ بنا لیا تھا۔ یک بیک
نواب صاحب کو یاد آنا شروع ہو گئیں۔ دل میں ایک جوش اٹھا کہ لحظہ بلحظہ ترقی ہی کرتا
جاتا تھا۔ ہر پل میں پیاری حور روش پری جمال جواہر کی ایک نئی ادا یاد آتی تھی۔ اور نواب صاحب
دل کا یہ عالم تھا کہ قرار بھی لیتا جاتا تھا اور بیتاب بھی ہوتا جاتا تھا خصوصیت اس جوش میں
نواب صاحب کو وہ وقت یاد آگیا جب مئے خوشگوار نے اس نازنین کو نشے کے
عالم میں بے حجاب کر دیا تھا۔ اور ان شانوں پر سر رکھ کے نیچے سروں میں بیٹھ
گانے لگی تھی وہ موری انکھیاں پھڑکن لاگیں رے۔ اتنا یاد آنا تھا کہ نواب صاحب
میں ضبط کی تاب نہ رہی۔

بی جواہر نے تو خالی اپنی آنکھوں کے پھڑکنے کا حال بیان کیا تھا نواب صاحب کی آنکھوں
میں آنسو بھر آئے۔ آخر اور تمام خیالات سے بالکل ایک سدھی ہو گئی اور دل میں بی جواہر کو
یاد کر کے کہنے لگے۔ ہائے جواہر۔ تو انسان نہ تھی تو پری تھی پری ہی کی طرح اڑ گئی۔
میں نہیں کہہ سکتا کہ کوئی تجھے اڑا لے گیا یا تو خود اڑ گئی۔ ہائے مجھے نہیں معلوم تھا کہ
تیرے پھول کے ایسے رخساروں پر اور تیرے نازک لبوں کی آڑ میں پتھر کا دل چھپا ہوا ہے
تو فقط مجھ کو نہیں شہر بھر کو بیتاب کر گئی۔ کیا کہوں کہ کتنی آنکھیں تجھے ڈھونڈھتی ہیں
تو ہر دل کی آرزو ہے۔ پھر کیا ... مجھے ... ہوئی ہے۔ ہائے خدا جانے
تو اب کہاں ہے؟ مجھے اپنی کسی چیز کا صدمہ نہیں صرف ایک تیرا غم ہے

دیکھوں کب تک ترساتا ہے"۔

نواب صاحب ان فکروں میں اس قدر ڈوب گئے تھے کہ آغا ممتاز سارا سمن پڑھ گئے اور انھیں خبر ہی نہوئی۔ دیر کے بعد چونکے تو آغا ممتاز کی طرف دیکھ کے کہنے لگے "ہاں پڑھا! آپ نے اس سمن میں کیا لکھا ہے؟"

آغا ممتاز "پڑھ تو چکا۔ کیا حضور نے نہیں سنا؟"

نواب صاحب "نہیں سُنا۔ مجھے معلوم بھی نہیں آپ نے کب پڑھا۔ اچھا پھر پڑھیے"۔

آغا ممتاز نے پورا سمن پھر پڑھ کے سُنایا۔

نواب صاحب سمن کا مضمون سمجھ کے نہایت بدحواس ہوئے اور گھبرا کے کہنے لگے "اب کیا ہوگا؟"

آغا ممتاز "حضور مقدمہ تو نازک ہے۔ اور عزت دار آدمی کو ہمیشہ فوجداری سے ڈرنا چاہیے مگر حضور زیادہ پریشان نہوں۔ کچھ نہیں ہو سکتا۔ آپ کے ہاں کل مال و اسباب کی چوری ہوگئی۔ کیا کوئی چھپی بات ہے؟ خدا سے امید ہے کہ حضور ہی کی فتح ہوگی"۔

نواب صاحب "یہ تو تم سچ کہتے ہو۔ مگر بھئی اس کا کیا جواب ہے کہ اسکی لڑکی کو میں نے چھپا رکھا"۔

آغا ممتاز "حضور میں عرض کروں۔ اب زمانہ جعلسازی کا ہے۔ راست بازی سے ہرگز کام نہیں چل سکتا۔ میری رائے میں تو آپ کی طرف سے بھی ایک دعوی محمدی جان کے نام دائر ہونا چاہیے۔ کہ اُسکی بیٹی نے آپ کے ہاں چوری کرادی۔ اور سارا مال و اسباب اُٹھوا دیا"۔

نواب صاحب "محمدی جان کون؟"

آغا ممتاز "جنکی طرف سے سمن آیا ہے۔ جواہر کی ماں"۔

نواب صاحب "تو کہوں جواہر نے چوری کروادی؟ یہ نہوگا۔ اگر وہ پکڑ لی تو بیچاری کو سزا ہو جائیگی۔ ہائے وہ پیاری صورت قیدخانے کے قابل ہے؟ وہ تو بس اسی کام کی ہے کہ دل میں بیٹھی رہے"۔

آغا ممتاز "حضور اسیر آنچ بھی نہ آئیگی۔ میں تو بچوا دونگا۔ مگر اس سے یہ بڑا کام نکلے گا کہ اس مقدمے میں آپ باآسانی کامیاب ہو جائیں گے"۔

نوابصاحب " نہین ایسا نہوگا۔ اُسکی طرف سے مین قیدخانہ جھیلنے کو موجود ہون ہائے کیا پیاری صورت تھی۔ کاش وفادار ہوتی!"

آغا ممتاز " حضور کیا فرماتے ہین۔ دشمنون کو قیدخانہ کیون ہونے لگا۔ اور وہ بھی صاف بچ جائیگی۔ مین تو ذمہ کرتا ہون کہ اُسکو آفت سے بچا دونگا"

نوابصاحب " دیکھو ایسا نہو کہ تمھارے کیے کچھ نہو۔ خدا کی قسم مین تڑپ کے مرجاؤنگا۔ پیاری جواہر کی ایذا مجھسے دیکھی نہ جائیگی"

آغا ممتاز " بیشک مین ذمہ دار ہون۔ مجال کیا کہ اُس کا ایک بال بھی بیکا ہو" بہزار خرابی نوابصاحب اسپر راضی ہوے۔ بعد تعطیل نوابصاحب نے آغا ممتاز کے نام مختارنامہ لکھوا دیا اور انھون نے مجہری طوائف کے نام نوابصاحب کی طرف سے نالش دائر کردی۔

دسوان باب

لکھنؤ کے اسٹیشن پر مسافرون کا ہجوم ہے۔ بعضے سیلانی اِدھر اُدھر ٹہلتے پھرتے ہین دو دو چار چار آدمی اپنے اسباب کے پاس بیٹھے اوپرکے دل سے خوش گپیان کررہے ہین کیونکہ اصل مین سب گھنٹی کی آواز پر کان لگائے ہوے ہین۔ عورتین گھونگٹ نکالے گردن جھکائے چپکی بیٹھی ہوئی ہین۔ سودے والے ایک ایک کے بیچ مین ہوکر آوازین لگاتے پھرتے ہین ریلوے کے کانسٹبل چپراسین لگائے اور وردیان ڈانٹے ادھر اُدھر غرور کی چال سے ٹہل رہے ہین۔ جو بڑی دھوم دھام سے اور نہایت کرخت لہجے مین محلے کے کتون کی طرح اپنا ناجائز دباؤ ڈال دیا کرتے ہین۔ اُنسے اسوقت صرف اسی قدر کام لیا جاتا ہے کہ عورتین اُنکی بھیانک صورتین دکھا دکھا کے اپنے بچونکو ڈرا رہی ہین کہ گھر ہون جب کبھی روئینگے تو یہ صورت یاد دلا کے چپ کرائے جائینگے۔ اتنے مین ایک صاحب اِدھر اُدھر پھرتے پھراتے آئے صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ جس غرض سے گئے تھے اُس مین ناکام واپس آئے ہین بیچارے ایک کانسٹبل کے قریب گئے اور ڈرتے ڈرتے پوچھا "ریل کس وقت جائیگی؟"

جواب ندارد۔

کانسٹبل صاحب نے دوسری طرف منھ پھیر لیا۔ غرض بڑی بلا ہے۔ بیچارے نے پھر جرأت کرکے پوچھا "کیون صاحب۔ آپ نے کچھ فرمایا نہین؟"

کانسٹبل (جھڑک کر) "وہ ہم نہیں جانتے" بیچارے اپنا سا منھ لے کے رہ گئے - اور نادم و پریشان واپس آ رہے تھے اتنے میں آواز آئی - ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن - ٹھن ٹھن ٹھن ٹھن - اور کسی کانسٹبل نے چلا کر کہا "او کانپور کے جانے والو ٹکٹ لو"

یہ آواز سنتے ہی مسافروں میں ایک کھلبلی مچ گئی سب سے دیکھیے بدحواس ہو رہا ہے - ہر شخص کوشش کر رہا ہے کہ جس طرح ہو سکے سب سے پہلے جا کے ریل پر ٹوٹ جائے -

کوئی صاحب ساتھیوں کو اطمینان سے بٹھا کر ٹکٹ کے لیے لپکے - کوئی بیٹھے رو پیئے گن رہے ہیں - مگر بدحواسی کا خدا بھلا کرے ہر بار بھول جاتے ہیں - ایک دفعہ گنے اور بھول گئے لاحول ولا قوۃ پھر گننے لگے تھوڑے ہی گنے تھے کہ خیال ہٹ گیا اور جھلا کر پھر از سر نو شروع کیا تھوڑی ہی دیر میں لوگ اٹھا اٹھ کے اسٹیشن کے اندر جانے لگے مگر بدحواسی کا یہ عالم کہ کسی کو اپنا ہوش نہیں لڑکا چھوٹ گیا تو اسی کو چھوڑ کے چلے جاتے ہیں - اُس نے چلا چلا کے رونا شروع کیا تو پلٹے - اور ہاتھ پکڑ کے پھر لپکے - مگر رستے میں آ لٹے آ رہے ہیں - عورتوں کا یہ عالم کہ کچلی جاتی ہیں - نوجوان مسافر ذرا ول لگی دیکھنے کے رک گئے - تو ان کا اور بھی کس نکل گیا مگر مجبوری بیچاری کیا کریں اپنے بدن کو سمیٹ کے گھستی چلی جاتی ہیں دل میں ریلوے کمپنی کے منتظموں کو اور اپنے اعتقاد میں سرکار کمپنی بہادر کو کوستی داخل ہوئیں - یہ طوفان بے تمیزی طرح طرح کی گٹھریاں لادے اور قسم قسم کا سامان بغل میں دبائے پلیٹ فارم پر پہونچے تو وہاں یہ عالم ہوا کہ جو ایک درجے میں پہنچ گیا اُس نے گویا سارے درجے پر قبضہ کر لیا - اب کسی کو اندر قدم نہیں رکھنے دیتے - کھڑکی سے گردن باہر نکالے کھڑے ہیں کہ کسی کو اس بات کے دریافت کرنے کا بھی موقع نہ ملے کہ درجے میں کوئی اور بھی ہے یا نہیں - مگر اس کی سزا یوں ملی کہ ریلوے پولیس والے آئے اور اگر ذرا کو تکرار ہوئے تو اسٹیشن ماسٹر نے آ کے دس کی جگہ بیس آدمی اسباب کی طرح ٹھونس دیے - بالکل اُسی طرح جس طرح ولیم فورٹ کے بلیک ہول میں انگریز بھر دیے گئے تھے - چونکہ رات تھی لہذا گاڑیوں میں لالٹینیں روشن کی گئیں فرسٹ کلاس گاڑیوں میں متعدد جنٹلمین اور یوروپین لیڈیاں مخملی گدوں پر بیٹھیں شامپین اڑا رہی تھیں - انگریزی زبان میں باہم کھل کھل کے باتیں ہوتی جاتی تھیں - اور دیسیوں کی بوکھلاہٹ اور نیٹوز کا شور و ہنگامہ حقارت کی نظر سے دیکھ دیکھ کے ہنس رہی تھیں - سبز آئینے جو کھڑکیوں میں لگے ہوئے تھے وہ باہر سے دیکھنے والوں کو عجب لطف دکھا رہے تھے -

انٹر میڈیٹ کے بعض درجون مین کچھ کرانی اور یوریشین غریب ہندوستانیون کو بڑی تحقیر سے گھور رہے تھے اور انھین کے برابر دوسرے کمرے مین چند نئی اور پرانی ملی جلی وضع کے عجب غرور کے طرز سے بیٹھے ہوئے تھے گویا اپنے نزدیک قوم بھر کی ناک کاٹ کے کسی بڑے رتبے کو پہنچ گئے۔ تیسرے درجے مین نگروز یا غلام لوگ یا دوسرے الفاظ مین یون کہا جانے کہ صاحب لوگون کا مال غنیمت اور یورپین فوجی سپاہیون کے شکار کی چڑیان بھری ہوئی تھین ایک عجیب سامان تھا کسی درجے مین تو منگلے بیٹھے اپنی پشتو ہانک رہے تھے کسی مین بنگالی اپنی بھاشا مین باتین کر کے نئی طرح کی بولیان سنا رہے تھے۔ کسی مین اسی جوار کے بے سلیقہ دیہاتی دھوتیان باندھے میلی سفید گاڑھے کی مرزائیان پہنے۔ سر پر بڑے بڑے پگڑ لپیٹے گویا اس کے منتظر بیٹھے تھے کہ ریل چلے اور گانے بجانے کے دم لگانا شروع ہون۔ عین اسی دم جس وقت یہ بدحواس جماعت ریل مین بھری جا رہی تھی ایک شائستہ قامت گندمی بدن کا گبرو جوان کسی حسین اور نازک اندام لڑکے کو ہمراہ لیے اسٹیشن مین داخل ہوا اور تیسرے درجے کو اچک اچک کے دیکھتا ہوا اتر چلا۔ یہ نوجوان تو بے تکلف بڑھتا چلا جاتا تھا۔ مگر اسکے ساتھ والا نوعمر لڑکا اگرچہ تیزی سے قدم رکھتا تھا مگر ساتھ ہی جھجک جھجک کے پیچھے ہی رہا جاتا تھا یہ دونون دور تک چلے گئے مگر کہین جگہ نہ ملی جس گاڑی مین دیکھتے ہین کھچا کھچ مسافر بھرے ہوئے ہین۔ آخر ایک کانسٹبل کی مدد سے انھین ایک درجے مین جانا نصیب ہوا۔ جانے کو تو چلے گئے مگر اب کہین بیٹھنے کو جگہ نہین ملی۔ جو ہے اپنے مقام سے کھسکتا ہی نہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ چوتڑون مین لاسی لگی ہوئی ہے۔ بلکہ انھین دیکھکر جسقدر جگہ تھی وہ بھی لوگون نے باہم گھٹنے سے گھٹنے بھڑا لیے۔ نوجوان نے ہزار کوشش ایک طرف کی بیچ پر لوگون کو ہٹا ہٹا کے ایک آدمی کی جگہ نکالی۔ اور اس نازک اندام لڑکے کو بٹھا دیا جو اسکے ہمراہ تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اسی کے برابر خود بھی گھس پل کے بیٹھ گیا۔

لڑکا دبکا لیے تھے۔ تھوڑی گرمی لو اور ہلکان کیے دیتی ہے۔

نوجوان نے آہستہ سے ران مین چٹکی لی۔ اور لوگ گھبرا گھبرا کے لڑکے کی صورت دیکھنے لگے۔ آخر گھنٹی بجی۔ اور ریل پلیٹ فارم سے ہٹنے لگی۔ تھوڑی دیر مین ریل نے زنانے بھرنا شروع کیے۔ اور پاس کے درجے والے ہندو مسافرون نے زور سے گانا شروع کیا۔

لوگ عموماً اونگھنے لگے۔ جس پہلو آرام ملا اسی پر سو گیا۔ دو ایک عاشق تن جو اسی درجہ مین

تشریف رکھتے تھے وہ نوجوان کی نظر بچا بچا کے اُس لڑکے کو گھورنے کے لیے جاگتے رہے۔ کئی اسٹیشن آئے اور گزر گئے آخر اُس نازک بدن لڑکے کی آنکھوں میں بھی نیند بھر آئی اور اپنی پیاری خمار آلود آنکھیں بند کر کے اونگھنے لگا۔ اِس وقت اُس کی صورت اور بھی زیادہ دلفریب معلوم ہونے لگی اور اُسپر قیامت یہ تھی کہ لالٹین اُس لڑکے کے چہرے کے سامنے تھی صاف روشنی اُس کے گورے چہرے پر ایسا جوبن دکھاتی تھی کہ دیکھنے والے دل مسوس مسوس اور اُس ہوشیار نوجوان کو جو کسی بدمزاج سنتری کی طرح اُسکی حفاظت کر رہا تھا کوس کوس کے رہجاتے تھے۔

اتنے میں اُناؤ کا اسٹیشن آیا۔ اس درجے کے بہت سے آدمی اُتر گئے۔ صرف دو آدمی باقی رہے جو دوسرے کونے پر بیٹھے ہوے تھے۔ وہ لڑکا اور وہ نوجوان ایک طرف کی کھڑکی کے پاس دونوں مقابل ہو بیٹھے۔ اور اطمینان سے خوب پاؤں پھیلا کے لیٹ گئے۔

نوجوان۔ (لڑکے سے) "دیکھو نیند آئی ہو تو گٹھری کا سرہانے رکھ کے سو رہو۔"

لڑکا "نہیں نہیں۔ جب مجھے نیند آئے گی سو رہونگی (ٹھٹک کر) ارے نہیں سو رہونگا۔"

نوجوان "تم نے کبھی بنارس دیکھا ہے؟"

لڑکا "کبھی نہیں۔ مجھے کبھی کاہے کو کہیں جانیکا اتفاق ہوا تھا۔ یہ بھی نواب صاحب کی بدولت جاتی ہے۔ نہیں جاتا ہوں۔ اور تمھاری محبت کھینچے لیے جاتی ہے۔"

نوجوان "وہ بہت ہی پریشان ہوتے ہونگے؟"

لڑکا "کون؟ نواب فریدون قدر؟"

نوجوان۔ (جھٹکے سے) "چپ رہو۔ نہیں تو بڑا غضب ہو جائیگا۔ ہم دونوں دھر لیے جائینگے دیکھو بہت سوچ سمجھ کے کوئی لفظ زبان سے نکالا کرو۔"

لڑکا "اچھا۔ اب کوئی ایسی بات نہ کہونگی۔"

نوجوان۔ "پھر؟"

لڑکا۔ نازک نازک ہاتھوں سے پیارے گلاب کے ایسے رخساروں پر تھپڑ لگا کے۔ "توبہ ہوئی۔"

نوجوان "ہاے تمھاری انھیں باتوں نے تو لوٹ لیا۔ اوہ خدا کی قسم جواب نہیں ہے۔"

لڑکا۔ (ٹھٹک کر) "دیکھو۔ ہمیں مت بناؤ نہیں۔"

نوجوان۔ (دوسری کھڑکی کی طرف دیکھکر) "لو اب اچھا ہوا۔ یہ لوگ بھی سو گئے۔ ہائے کیا کہوں تمنے کیسی صورت پائی ہے"

لڑکا "پھر وہی؟"

نوجوان "کیا کچھ جھوٹ کہتا ہون؟"

لڑکا "کیا تمھاری صورت بے مثل نہین ہے؟ تمھارا سا گبرو جوان بھی تو کسی نے نہ دیکھا ہوگا!"

نوجوان "خدا کرے مین تمھین ایسا ہی معلوم ہوتا ہون"

یہ باتین کرتے کرتے دونون اُٹھ بیٹھے۔ اور ایک دوسرے کی طرف جھک جھک کے باتین کرنے لگے آخر نوجوان کو تاب نہ آئی ایک بار لڑکے نے جیسے ہی کچھ کہنے کو مُنھ بڑھایا۔ اُس نے لپک کے لب لعلین کا ایک بوسہ لے ہی لیا۔

لڑکے نے پھرتی سے پیچھے ہٹ کر کہا "واہ! کسی کی کچھ شرم بھی نہین رہی! ہر طرف آدمی بیٹھے ہوے ہین اور تمھین مستیان سوجھی ہین!" مگر لڑکے نے ناوابستگی سے بوسہ دیکر اس پھرتی سے منھ ہٹایا کہ سر پر جو پھینٹا بندھا تھا الگ جاکر گرا۔ اور کالے لمبے لمبے بال یکایک پیچھے شانون اور رخسارون پر بکھر گئے۔ اسکے ساتھ ہی بال ہاتھون سے سمیٹے اور گھبرا کے کہا "یہ غضب ہو گیا!"

آہاہ۔ آپ ہین؟ کیون نہو۔ اب پہچانا۔ وہ تو باتین ہی کہے دیتی تھین۔

نوجوان "جواہر دیکھو تمھارا چلبلاپن کسی نہ کسی آفت مین ضرور پھنسائے گا"

جواہر "اے واہ! خدا نکرے۔ دشمن آفت مین کیون پھنسنے لگے تھے؟"

اتنے مین کانپور کا اسٹیشن آیا۔ نوجوان نے بی جواہر کا ہاتھ پکڑ کے نیچے اُتارا اور خود اسباب اُتار کے مسافر خانے کی راہ لی۔ تھوڑی دیر کے بعد الہ آباد کو جانے والی گاڑی آئی۔

چونکہ نوجوان بنارس جانیوالا تھا۔ اس لیے اُس گاڑی پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔

گیارھوان باب

نواب قدسیہ بیگم محلسرا مین اولاد کی نااہلی اور نالائقی کے ملال مین سر بزانو بیٹھی تھین کہ مرزا عالیجاہ آ گئے اور آتے ہی کہنے لگے "آپ نے کچھ اور بھی سُنا کہ آپکے خلف الرشید فریدون قادر کی بدولت کیا ہوا۔ افسوس اُسنے تو ساری عزت آبرو لے کے ڈبو دی۔

اسکے بعد مرزا عالیجاہ نے مقدمون کے دائر ہونے کی کیفیت بیان کی۔ بیگم صاحب بھی نہایت پریشان اور افسردہ ہوگئین۔ دل دھڑکنے لگا۔ اور دونون ہاتھ اٹھاکر رونی آواز سے کہنے لگین "اے بے نیاز پاک پروردگار اپنی کبریائی کا صدقہ ان بچون کی بگڑی حالت سنبھال دے! انھین تو ہی راہ راست پر لا" اس کے بعد قدسیہ بیگم مرزا عالیجاہ کی طرف متوجہ ہوئین اور کہنے لگین "کیون بھائی پھر اب کیا ہوگا؟ فریدون قدر تو کسی کام کا نہوا مین کہتی ہون آخر اسکا انجام کیا ہے؟ ایک بار چوری ہو چکی۔ اب ایک چھوڑ دو دو نالشین ہوگئین۔ جو باتین کبھی نہین ہوئی تھین وہ اب ہوتی جاتی ہین۔

خدا ہی کے ہاتھ عزت اور آبرو ہے۔ اور بھائی تم نے اور غفلت اختیار کرلی ہے"

عالیجاہ "مین اس معاملے مین کیا کرون صاحبزادے صاحب بگڑ بیٹھین تو یہ تھوڑا بہت بزرگی کا پاس و لحاظ جو باقی ہے وہ بھی تشریف لےجائے۔ سو سمجھانے کے اور کیا اختیار ہے" اتنے مین نواب فریدون قدر بھی آگئے۔ اور سلام کرکے مؤدب بیٹھ گئے۔

مرزا عالیجاہ "کیا آج تمھارے مصاحب تشریف نہین لائے؟"

نواب صاحب "چچا جان ان کا نام نہ لیجئے۔ اب تو مین ان کی صورتون سے بیزار ہون کل سب کو نکلوا دیا"

مرزا عالیجاہ (نہایت شگفتگی کے ساتھ) "ہان مین بہت خوش ہوا"

نواب صاحب "افسوس ہے مین اگر پہلے سے سمجھتا تو آج یہ نوبت کاہے کو پہونچتی اور پچھتانا کیون پڑتا"

مرزا عالیجاہ "پیشتر بیشک تم نے بڑی ناسمجھی کی حرکتین کین۔ مگر الحمدللہ کہ اب خود ہی تم انپر نادم ہوئے"

نواب صاحب "خیر اور تو جو کچھ ہوا سو ہوا۔ مگر چچا جان ان مقدمون کی نسبت آپکی کیا رائے ہے؟ ابھی تک کچھ بھی بندوبست نہین ہوا"

مرزا عالیجاہ "اس نظر سے دیکھا جائے تو تم نے غلطی کی جو اپنے مصاحبون کو یک قلم موقوف کردیا"

نواب صاحب "کیون؟"

مرزا عالیجاہ "بیٹا ان نمک حراموں کا کیا اعتبار جب تمھارے ہان کچھ امید نہ رہے گی تو تمھارے دشمنون سے جاکے ملین گے۔ اور تمھارے خلاف گواہی دین گے"

نوابصاحب "بیشک غلطی ہوئی۔ مگر مین اُن مردودون کی صورت نہ دیکھون گا۔ یہ نہوگا کہ اُنھین پھر بلاؤن"

مرزا عالیجاہ "مناسب تو یہی ہے کہ اُنھین ابھی چار پانچ روز اور رہنے دو"

نوابصاحب "چچا جان یہ تو مجھسے نہوگا۔ کس منھ سے بلاؤن؟"

مرزا عالیجاہ "مگر تمھارے دوستون مین بھی تو کوئی ایسا شخص نہین ہے جو عدالت کے معاملات کو کچھ سمجھ سکے۔ آخران مقدمون مین پیروی کون کریگا؟ ہان خوب یاد آیا مرزا بیدار بخت سے تم ملے تھے؟"

نوابصاحب "جی ابھی کہان"

مرزا عالیجاہ "یہی تمھاری سستی ہے۔ وہ اس بارے مین تمھاری بڑی مدد کر سکتے ہین"

نوابصاحب "تو آپ چلکے مجھے اُنسے ملا دیجیے۔ پھر اکثر ملاقات کرتا رہونگا۔ اُن کے اُس روز کے خط نے مجھ پر بڑا اثر کیا مین اُن کی ملاقات کا نہایت ہی مشتاق ہون"

مرزا عالیجاہ "مگر وہ تمھارے معمولی مصاحبون کی طرح خوشامدی نہین ہین اس کا خیال رہے"

نوابصاحب "استغفر اللہ یہ کیا آپ فرماتے ہین۔ اب تو مجھے خوشامدیون سے قطعی نفرت ہوگئی ہے"

مرزا عالیجاہ "اچھا کہو۔ گاڑی تیار کی جائے"

الغرض گاڑی تیار ہوئی۔ اور دونون سوار ہوکے روانہ ہوے۔ راستے مین باتین کرتے جاتے تھے۔ اور مرزا عالیجاہ کی ہر بات سے نصیحت نکلتی تھی۔

کوچبان "حضور کس طرف کے برآمدے مین گاڑی روکی جائے؟"

مرزا عالیجاہ۔ (سر نکال کر) "کیا آگئے؟ شمالی برآمدے مین چلو" گاڑی برآمدے مین کھڑی ہوئی اور دونون اُترپڑے۔

آدمی نے جو وہان کھڑا ہوا تھا لیک کے اندر خبر کی۔ اور مرزا بیدار بخت خود نکل آئے نہایت وجیہ آدمی تھے۔ چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس لیاقت کے آدمی ہین جسپر ملک فخر کر سکتا ہے۔ مگر اُنکی وضع ایسی تھی کہ نوابصاحب کو پہلے نہایت وحشت ہوئی انگریزی پتلون نما پائجامہ

اور نہایت صاف اور کلپ کیا ہوا قمیص زیب بدن تھا۔ ٹوپی نہین پہنے تھے اس لیے البرٹ فیشن بال قدیم دیسی سوسائٹی سے اور بھی علیحدہ معلوم ہوتے تھے۔ اگرچہ یہ فیشن دیکھکر نواب صاحب کو نہایت وحشت ہوئی تھی۔ مگر ان کے اخلاق دیکھے تو بہت خوش ہوے۔

اور گویا مرزا بیدار بخت کی صورت پر فریفتہ ہوگئے۔ مرزا بیدار بخت نے آتے ہی دونون صاحبون سے بڑے تپاک کے ساتھ ہاتھ ملایا اور ہلکی سی ٹھکی دیکر گویا اپنے اور دونون نواب صاحب کے گناہ جھاڑ ڈالے بعد ازان دونون کا ہاتھ پکڑکے اندر لے گئے۔ عمدہ نئی کرسیون پر بٹھا کر خود بھی بیٹھ گئے۔ بڑی خندہ پیشانی سے مزاج پرسی کی اور معمولی باتین پوچھ پاچھ کے نہایت دلی توجہ کے ساتھ نواب مرزا عالیجاہ کی باتین سننے کے لیے خاموش بیٹھ گئے۔ نواب صاحب نے اندر جا کے دیکھا تو مرزا بیدار بخت کا مکان نہایت خوش قطع شگفتہ با قرینہ تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی دل کو ایک قسم کی تسکین ہوگئی۔ اور تفریح حاصل ہوئی۔

کمرے کے مدور اور سادے محراب دار دروازون مین جالی کے دو ہرے پردے بندھے ہوے تھے باہر کی طرف اٹھین دروازون کے مقابل برآمدے کے درون پر خوشنما پھولون کی بیل چڑھی تھی۔ دیوارون پر ایسی صاف اور چکنی استرکاری تھی کہ معشوقون کے رخسار سے شرمائے جاتے تھے۔ نظر جاتے وقت پھسلی پڑتی تھی۔ بریکٹون پر پھولدان اور گلگریان رکھی ہوئی تھین بیچ مین کانچ کا ایک مختصر فوارہ نہایت خوشنمائی سے اپنی بہار دکھا رہا تھا۔ ایک طرف متعدد الماریون مین صدہا قسم کی کتابین ترتیب وار چنی ہوئی تھین۔ دوسری طرف میز پر مذاق کے اور لیبرٹی کو یاد دلانے والے اخبار اور رسالے رکھے ہوے تھے۔ مگر ظاہری حیثیت بتا رہی تھی کہ ہندوستان کے پُر زور اور مشہور پرچے چن کے جمع کر لیے گئے ہین۔ پولیٹکل اور سوشل حیثیت سے دیکھیے تو وکیل پیسہ اخبار۔ البشیر۔ سول اینڈ ملٹری نیوز کی کاپیان موجودہ آزادی کی قیمتی یادگار کا کام دے رہی تھین۔ دلگداز اپنی سحر آفرین لٹریچر کا نمونہ دکھا رہا تھا۔ پیام یار اپنی ملکی نظم کو اعلیٰ اور دلربا رنگ مین ظاہر کر رہا تھا۔ واقعی یہ پرچے نہایت ترقی کے ساتھ ملک مین اپنا اثر ڈال رہے ہین۔

ایک جانب ایک ڈرائنگ ہارمونیم اور ٹیمپل پیانو رکھا ہوا تھا جو تنہائی اور فرصت کے وقت کا نہایت عمدہ مونس ہوتا ہے۔ مغربی دروازون مین خس کی ٹٹیان دماغ کو معطر اور تر و تازہ کر رہی تھین۔

بیدار بخت ’’ آپ کی تشریف آوری سے میں نہایت ممنون ہوا ‘‘

مرزا عالیجاہ ’’ یہ آپکی قدردانی ہے مجھے آپ کی خدمت مین نیاز حاصل ہونے پر فخر ہے بھائی صاحب مرحوم اکثر آپ کا ذکر خیر کیا کرتے تھے اور اصل یون ہے کہ آپ پر شہر بھر کو ناز کرنا چاہیے - آپ قدیم رؤسا مین سے ہین - گورنمنٹ کا ہمپر بڑا احسان ہے کہ آپ کو یہان اس عہدے پر مامور کیا ورنہ اس قسم کے لوگ اکثر حاکم کر دیے جاتے ہین جن کو رؤسا شہر کی عزت سے کچھ تعلق نہین ہوتا اور نہ وہ امرا کی نظر مین پنپتے ہین ‘‘

بیدار بخت ’’ میری نسبت جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا - یہ آپ ہی کی خوبیان ہین - مگر ہان حضرت عہدون پر اکثر ایسے ہی لوگ مامور ہوتے ہین جو رؤسا کی کچھ قدر نہین جانتے مگر اسکو گورنمنٹ کیا کرے خاندانی رؤسا نے تو اپنا چال چلن اس درجہ بگاڑ ڈالا ہے کہ بیان سے باہر ہے - نہ پڑھتے ہین نہ لکھتے ہین - نہ اور کسی قسم کی صلاحیت پیدا کرتے ہین - پھر گورنمنٹ کیونکر کوئی بڑا کام انکے سپرد کرے جن کامون مین کسی قسم کی ذمہ داری ہے وہ بھلا کیونکر ناسمجھ لوگون کے ہاتھ مین دیے جا سکتے ہین - ورنہ گورنمنٹ تو خود چاہتی ہے کہ حکومت کے کام خاندانی رؤسا ہی کے ہاتھ مین رہین ‘‘

مرزا عالیجاہ ’’ واقعی آپ بجا ارشاد فرماتے ہین - ہم لوگون نے اپنے تئین آپ اپنے ہاتھون سے تباہ کیا - اس مین کسی کا قصور نہین - سراسر ہماری ہی خطا ہے ‘‘

بیدار بخت ’’ مین پوچھتا ہون آخر رؤسا اپنے لڑکون کو پڑھواتے کیون نہین ؟ اور روز بروز ان مین خرابی کیون آتی جاتی ہے ؟ ‘‘

مرزا عالیجاہ ’’ اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ ہمارے شہر کے رئیس خود تو انتہا سے زیادہ فضول خرچ اور مصرف ہوتے ہین - روپیہ جسقدر ہاتھ مین آتا ہے بدمعاشیون اور آوارگیون مین اُڑا دیتے ہین نہ ان باتون مین انھین خدا ہی کا خوف ہوتا ہے - اور نہ اس سے ڈرتے ہین کہ رسوا ہونگے - اپنا تو یہ حال ہے اور اولاد کی جانب سے بالکل بے پروا ہوتے ہین - فقط لڑکون کی وضع تو امیرون کی ایسی ہوتی ہے - مگر کوڑی کوڑی کو محتاج رہتے ہین - بزرگون کو دیکھ دیکھ کے بری باتون کے شوق تو پیدا ہوتے جاتے ہین لیکن وہ شوق دل ہی دل مین رہجاتے ہین جب خود انکا زمانہ آتا ہے اور دولت اُن کے ہاتھ لگتی ہے - چاہتے ہین کہ زندگی بھر کے شوق دم بھر مین نکال ڈالین - بس ساری خرابی اسی کی ہے - کاش یہ لوگ اگر لڑکون کو تعلیم نہین دلاتے تو انھین اس قدر

تنگدست ہی نہ رکھین کہ اُن کے دل مین زیادہ حوصلے نہ جمع ہونے پائین۔"
بیدار بخت "وہ بہت صحیح فرمایا آپ نے - نواب ثریا جاہ مرحوم بھی یہی فرماتے تھے - خدا جنت نصیب کرے عجیب شخص تھے" "کیا عرض کرون کہ اُن کے انتقال سے کیسا صدمہ ہوا ہے - مجھ پر نہایت مہربانی فرماتے تھے - یہ کہکے مرزا بیدار بخت کی آنکھون مین آنسو بھر آئے رومال سے آنسو پونچھے اور کہنے لگے وہ افسوس بڑا شخص اُٹھ گیا!"
اسپر نواب عالیجاہ بھی آبدیدہ ہو گئے - اور کہنے لگے وہ واقعی آپ سے اُنھین نہایت اُنس تھا"
بیدار بخت وہ کیا عرض کرون؟"
مرزا عالیجاہ "وہ اب آپ سے امید ہے کہ اُن کے بعد آپ (نواب فریدون قدر کی طرف اشارہ کرکے) ان کے حق مین جو مناسب سمجھین گے وہ تجویز فرمائین گے - یہ اسی لیے حاضر ہوے ہین"
بیدار بخت "وہ میرے مخدوم زادے ہین - انھین مین اپنے لڑکون کے مثل سمجھتا ہون"
فریدون قدر "وہ یہ آپ کی بزرگانہ شفقت ہے - کیا عجب کہ آپ کی خدمت مین حاضر ہونے سے مجھ مین کچھ لیاقت پیدا ہو جائے - اور یون تو کسی لائق نہین ہون"
مرزا عالیجاہ "وہ آپ کے شفقت آمیز خطاب نے انپر نہایت اثر کیا - یہ اپنی گزشتہ باتون پر اب بہت نادم ہین - انھون نے ارادہ کیا ہے کہ آپکی رائے پر چلین اور آپ جو کچھ فرمائین اُسپر عمل کرین - سب سے زیادہ انکو آرزو ہے کہ آپ کی صحبت مین رہا کرین"
مرزا بیدار بخت نے بخوشی خاطر منظور کیا اور طے پایا کہ نواب صاحب اکثر اوقات یہان آیا کرین اور کبھی کبھی مرزا بیدار بخت بھی نواب صاحب کے ہان جایئن -
مرزا عالیجاہ "وہ اب مجھے اجازت دیجیے ان کو اختیار ہے جب تک چاہین آپکی خدمت مین حاضر رہین"
بیدار بخت سمجھ گئے کہ مرزا عالیجاہ نہایت سنجیدہ آدمی ہین - اور مخل صحبت ہونا نہین چاہتے مگر ہندوستانی اخلاق کی بنا پر کہنے لگے وہ کیونکر عرض کرون؟"
نواب عالیجاہ "وہ نہین اب مین جاؤن گا" یہ کہکے اُٹھ کھڑے ہوے -
بیدار بخت اور فریدون قدر بھی اُٹھے اور گاڑی تک پہونچانے کے لیے ہمراہ گئے - مرزا بیدار بخت نے مرزا عالیجاہ سے ہاتھ ملایا اور رخصت ہونے - گاڑی روانہ ہوئی تو

دونون اندر واپس آئے - اور آپس مین بیٹھکر باتین کرنے لگے -
بیدار بخت نے پہلے اس امر کے دریافت کرنے کی کوشش کی کہ نوابصاحب کو لیاقت کہانتک ہے - پوچھنے لگے " آپ نے انگریزی کی طرف تو کبھی توجہ نہین کی ؟ "
نوابصاحب " جناب خدا نہ کرے "
بیدار بخت " کیون ؟ "
نواب صاحب " اے حضرت بھلا مسلمانون سے اور انگریزی سے کیا نسبت ؟ "
(کانون پر ہاتھ رکھ کر) " مین نے تو آج تک کسی مسلمان کو انگریزی پڑھتے نہین سُنا "
بیدار بخت " خیر عربی مین تو آپ نے ضرور تھوڑی بہت محنت کی ہوگی ؟ "
نوابصاحب " جی ہی سیقول تک "
بیدار بخت - (ہنسی ضبط کر کے) " اور فارسی ؟ "
نوابصاحب " جناب آپ نے تو مولوی صاحب کیطرح سے امتحان لینا شروع کردیا - اے حضرت - کچھ ایسی باتین کیجیے جن مین دل بہلے - ہمارے مولویصاحب نے ہمین اقتباس دستور الصبیان - عطائی نامہ - محمود نامہ سبھی کچھ پڑھایا - مگر ہم نے کبھی سمجھنے کی کوشش ہی نہ کی اور سمجھ کے کیا کرتے ؟ کچھ مولوی گری کرنا تھی ؟ "
بیدار بخت " افسوس ! نوابصاحب یہ صرف ہماری طرز تعلیم کی خرابی ہے - ہمارے معلم وہی پرانی لکیر کے فقیر ہوتے ہین - بیتان سیا نزا خطا بخش وکس ز توئی عاصیا نزالحم لڑکا چاہے سمجھے یا چولھے مین جائے - انھین اپنے پانچ روپے مہینا اور دونون وقت کے کھانے سے غرض ہے - پرسون مین کلب گھر گیا تھا - پلٹتے وقت راستے مین دیکھا کہ ایک مولویصاحب کسی لڑکے کو الف بے پڑھا رہے ہین - اس لڑکے کو پڑھتے دیکھکر مجھے بے اختیار ہنسی آگئی "
نوابصاحب " آخر کیون ؟ "
بیدار بخت " مولویصاحب لڑکے کو پڑھاتے تھے - بے الف زبر با - زیر بے - پیش بو - مگر جب مین نے غور سے دیکھا تو مولویصاحب زبان سے تو الف بتا رہے تھے اور ہاتھ بے پر تھا - پھر بھلا لڑکا پڑھے کیا خاک ؟ "
یہ نقل سُنکے نوابصاحب کو بھی ہنسی آگئی -

بیدار بخت:- آپ کو معلوم ہے کہ انگلینڈ میں کیا طرز تعلیم ہے۔ اور کیسا اچھا پڑھانے کا طریقہ ہے؟ تعریف نہیں ہو سکتی۔"

نوابصاحب:- ہان۔ ہان۔ ضرور کچھ حالات بیان فرمائیے۔ آپ کی باتون نے مجھے بہت شوق دلا دیا ہے۔"

بیدار بخت:- وہان جب بچے مین اتنا ہوش آجاتا ہے کہ کسی شئے کو دیکھکر اُس کے لینے کو لپکے تو اُسی زمانے مین وہ لوگ کوئی چھوٹی سی نہایت خوبصورت کتاب جس پر عمدہ سنہری بیل بوٹے دار جلد بندھی ہو دکھلاتے ہین اُس کی طرف ایسا شوق دلاتے ہین کہ اُسے خود پڑھنے کا شوق ہو جاتا ہے۔ اسوجہ سے لڑکا اپنے زمانۂ طفولیت ہی سے کتاب کا شائق ہو جاتا ہے۔ جب وہ کھلونے کھیلنے کے قابل ہوتا ہے تو تصویرون کی کتابین دیتے ہین جنھین دیکھکر وہ اور زیادہ کتاب کا فریفتہ ہو جاتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ جن چیزون کی وہ تصویرین ہین اُن کا کچھ حال بھی دریافت کرے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ پڑھانے کا زمانہ بھی آجاتا ہے۔ اور قاعدہ شروع کرانے کے ساتھہ ہی اُسے خاصکر ایک تصویرون کی کتاب دیتے ہین۔ اُس مین ہر تصویر کے نیچے اُس چیز کا نام بھی لکھا ہوتا ہے۔

اُن نامون کو پڑھتے ہی پڑھتے لڑکا عبارت پڑھ لینے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اور نہایت سہولت سے اُسے اپنی مادری زبان کی کتابین پڑھ لینے پر کامیابی ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اُسے چھوٹے چھوٹے نصیحت آمیز قصے اور اپنے وطن کے بہادرون اور نامورون کی تاریخ اور روز کے اخبارات سنایا کرتے ہین۔ اور اسی طرح سناتے سناتے اُسے اپنی زبان کی کتابین خوب روان ہو جاتی ہین۔ جب اُس کی استعداد یہان تک پہنچتی ہے تو اور علوم کی طرف متوجہ کرتے ہین۔ وہان جو ابتدائی کتابین بچون کو پڑھائی جاتی ہین اُن کی عبارت اسقدر آسان ہوتی ہے کہ بلاتکلف سمجھ جاتے ہین اور لہجہ اسقدر نرم اور دلفریب ہوتا ہے کہ بچے اُن عبارتون کو اپنی مان کی باتون سے زیادہ شوق کے ساتھ سنتے ہین۔ علی ہذا القیاس جب بڑی بڑی کتابون کی نوبت آتی ہے تو دقیق عبارت مین بھی اُسے وہ مطالب بتائے جاتے ہین جو اُس کی طرز معاشرت کو ہمیشہ کام آئین۔"

نوابصاحب کو بیدار بخت کا طرز بیان بہت پسند آیا۔ نوابصاحب کو یہ بات اور بھی حیرت مین ڈالے ہوے تھی کہ مرزا بیدار بخت کی کوٹھی اگرچہ بالکل سادی تھی مگر اُن کی طبیعت جسقدر یہان

شگفتہ ہوگئی اسقدر کبھی اپنے اور اپنے عزیزون کے گھرون مین نہین ہوئی تھی - انھون نے دیکھا کہ ہواداری اور تمام حیثیتون سے وہ کوٹھی آرام دہ ہے آخر شرما گیا اور اپنا یہ خیال مرزا بیدار بخت پر ظاہر کر دیا -

مرزا بیدار بخت "یہ بھی ہم لوگون کی بےسلیقگی ہے کہ روپیہ تو ضرورت سے کہین زیادہ لگا دیتے ہین اور مکان ایسا بنتا ہے کہ پورے طور پر کبھی آرام نصیب نہین ہوتا - مکانات بالکل بند ہوتے ہین جنمین ہر وقت اُمس رہا کرتی ہے - ہوا کیسی ہی تیز ہو - مگر اُن مین کبھی اُس کا گزر نہین ہوتا حالانکہ آپ بھی سمجھ سکتے ہین کہ انسان کی زندگی ہوا پر منحصر ہے"

نوابصاحب "بجا ارشاد فرمایا آپ نے - ہم لوگون مین واقعی بالکل سلیقہ نہین"

گاڑی کی آواز آئی اور ایک نوعمر جنٹلمین کمرے مین داخل ہوا - اور مرزا بیدار بخت اور نواب فریدون قدر کو سلام کرکے کرسی پر مودب بیٹھ گیا - یہ ایک نہایت خوبصورت اور وجیہ لڑکا تھا - بھولا پن اور ذہانت متضاد چیزین خیال کی جاتی ہین - مگر اس ہونہار لڑکے کی صورت سے دونون باتین ظاہر ہوتی تھین - لیاقت کا آفتاب اپنی پوری شعاعون سے اُس خوبصورت چہرے پر چمک رہا تھا - انگریزی قطع کی اچکن زیب بدن تھی - اور البرٹ فیشن بالون پر ایک عنابی رنگ کی ترکی ٹوپی تھی جو ہندوستان مین نیچریون کی وردی سمجھی گئی نوابصاحب کو جہان اس لڑکے کی وضع دیکھ کر وحشت ہوئی وہان اُس کی خوبصورتی سے دل مین کسی قدر اُنس بھی ہوگیا - علاوہ برین یہ لڑکا کچھ ایسے سادہ پن سے مودب بیٹھا ہوا تھا کہ نوابصاحب کو یہ وضع اور بھی پسند آگئی - اس لڑکے کی عمر پندرہ برس سے زیادہ نہ ہوگی بیدار بخت نے نوابصاحب سے کہا "آپ انھین نہ پہچانتے ہون گے - بندہ زادہ ہے - آپ انھین اپنا چھوٹا بھائی سمجھین" یہ کہہ کے اُس لڑکے کی طرف دیکھکر کہا "اُٹھ کے ملو آپ سے - آپ نواب فریدون قدر نواب ثریا جاہ مرحوم کے صاحبزادے ہین" نوابصاحب اور وہ دونون اُٹھ کے بغلگیر ہوے -

نوابصاحب "آپ کا اسم مبارک ؟"

نوجوان "مجھے فیروز بخت کہتے ہین"

نوابصاحب "اسوقت آپ کہان سے تشریف لاتے ہین ؟ -

فیروز بخت "کالج سے"

نوابصاحب "توبہ توبہ کیا آپ انگریزی پڑھتے ہین ؟"

فیروز بخت "جی ہان" اسکے ساتھ ہی حیرت سے نوابصاحب کو دیکھا۔

بیدار بخت "جی ماشاءاللہ۔ بی۔ اے کی کوشش کر رہا ہے"

نوابصاحب "بی۔ اے۔ کیا؟ ہان اے۔ بی۔ سی۔ ڈی۔ کو کہتے ہونگے۔

بیدار بخت۔ (مسکرا کر) "جی نہین۔ یہ ایک اعلیٰ درجے کا امتحان ہے۔ بس صرف ایک ہی درجہ باقی رہجاتا ہے"

یہ سنکر نوابصاحب کو نہایت درجہ حیرت ہوئی۔ نواب صاحب چونکہ بالکل غیر تربیت یافتہ تھے اس کے علاوہ تہذیب کی کوئی صحبت بھی نہین نصیب ہوئی تھی۔ اسوجہ سے اُن کی باتین بالکل بے موقع اور بے محل ہوتی تھین۔ خصوص یہان کا سامان دیکھکر اُن کی عقل اور حیرت مین آگئی تھی۔ یہان کی چیزین دیکھ دیکھکر اُن کا جو سوالات آنسے کرتا تھا اُن کو دیر تک چھپاتے رہے۔ مگر آخر نہ ضبط ہو سکا۔ اس کوٹھی مین داخل ہوتے وقت چارون طرف چار موٹی موٹی سلاخین دیکھی تھین جو کوٹھی سے بھی دو چار گز اونچی چلی گئی تھین۔

بیٹھے بیٹھے وہ سلاخین یاد آئین۔ بہت غور کیا کہ یہ سلاخین کس غرض سے لگائی گئی ہین مگر کچھ سمجھ مین نہ آیا۔ بغیر اس کے کہ موقع اور محل دیکھین بے اختیار کہہ اُٹھے "کیون صاحب آپ کی کوٹھی کے چارون طرف یہ سلاخین کیون لگادی گئین ہین ؟"

بیدار بخت "بجلی کی حفاظت کے لیے۔ جس سے مکان پر بجلی نہ گرے"

نوابصاحب۔ (متحیر ہوکر) "یہ کیونکر؟ کیا یہ سلاخ بجلی کو منع کر دیتی ہے؟ واللہ آپ لوگ آسمان کی ...... مین بھی اُنگلی کرتے ہین"

نوابصاحب بے تکلفی کی رو مین یہ جملہ کہنے کو تو کہہ گئے۔ مگر مرزا بیدار بخت کی صورت دیکھتے ہی خاموش ہو گئے اور دل مین بہت نادم ہوے۔ بیدار بخت کی صورت سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ انھین نوابصاحب کی یہ بدتہذیبی سخت ناگوار گزری۔ مگر نوابصاحب بیچارے کیا کرتے اُن کی صحبت مین جو باتین ہوا کرتی تھین اُن کے آگے تو یہ کوئی بات ہی نہ تھی۔ وہان روز اسی قسم کے فحش جملے بولے جاتے تھے۔ مصاحبون نے جیسی عادت ڈالی پڑگئی۔ یہی غنیمت سمجھے کہ نواب صاحب یہ کہہ کے نادم ہو گئے۔ ورنہ اُن کے نزدیک ندامت کی کوئی بات نہ تھی۔

بیدار بخت "مجھے حیرت ہے کہ ایسے فحش الفاظ آپ یون بے تکلف استعمال کیا کرتے ہین!۔ نوابصاحب اب آپ اپنی عادت کو درست کیجیے۔ یہ بالکل انسانیت کے خلاف ہے۔ یہ پاجیون کی باتین ہین۔ اور شکر کیجیے کہ آپ شریف وعالی خاندان ہین۔ کوئی اور مہذب شخص سنتا تو کیا کہتا؟ آپ کو تہذیب اختیار کرنا چاہیئے"

نوابصاحب۔ (شرمائی صورت بنا) "معاف کیجیے۔ اب کبھی ایسا نہ ہوگا۔ واقعی مجھ سے بڑی گستاخی ہوئی کہ آپ کے سامنے ایسا لفظ زبان سے نکالا"

بیدار بخت "کچھ میرے سامنے پر موقوف نہین ان کلمون کو کسی وقت آپ کی زبان پر نہ آنا چاہیے"

نوابصاحب "انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ ہمیشہ اور ہر وقت احتیاط رکھون گا"

بیدار بخت "آپ مجھے معاف فرمایئے کہ مین نے آپ کی عیب چینی کی۔ مگر یہ آپ ہی کے حق مین مفید ہے"

نواب صاحب "جی نہین۔ مین اسی غرض سے تو آپ کی خدمت مین حاضر ہوا ہون کہ میرے عیوب سے مجھے مطلع فرماتے رہیے۔ مین آپکو اباجان مرحوم کی جگہ تصور کرتا ہون۔

بیدار بخت "اب مین آپ سے بہت خوش ہوا۔ الحمد للہ کہ آپ نے میری بات کا برا نہ مانا اب مجھے آیندہ نصیحت کرنے کی جرأت بڑھی۔ اب اُس سلاخ کا حال فیروز بخت آپ سے بیان کرین گے"

نوابصاحب فیروز بخت کی طرف متوجہ ہوے۔

فیروز بخت "بنجمن فرنکلن لندن کے ایک صابون والے کا بیٹا تھا وہی اسکا موجد ہے اس سلاخ کو پہلے پہل اُسنے بارش کے موسم مین جس وقت کہ بجلی خوب چمک رہی تھی ایجاد کیا اُسنے ایک ریشم کی ڈور پر بجلی اُتاری تھی اُس کے بعد اس بات کا امتحان کیا کہ لوہا بھی بجلی کو جذب کرتا ہے اُسوقت سے معلوم ہوگیا کہ اگر اس قسم کا لوہا مکان کے کسی گوشے مین دیوار کی جڑ سے چوٹی تک لگا دیا جائیگا تو جب اُس مقام پر بجلی گرے گی تو اُس لوہے کی سلاخ ہی کی طرف کھچ جائے گی مکان کو کچھ صدمہ نہ پہونچے گا"

نوابصاحب دل مین سوچے کہ حقیقت مین یہ سب باتین علم سے متعلق ہین۔

اتنے مین کھانے کا وقت آگیا سلیقہ شعار خدمتگار پر تکلف میز پر طرح طرح کے کھانے چننے لگے۔

نوابصاحب کھانے کا سامان دیکھکر نہایت گھبرائے۔ دل میں کہنے لگے "یہ بڑی خرابی ہوئی۔ مجھے کھانا پڑے گا" یہ سوچ کر نوابصاحب کہنے لگے "تو اب میں رخصت ہوتا ہوں پھر حاضر ہونگا"

بیدار بخت "بیٹھیے بیٹھیے۔ دوپہر کا وقت ہے۔ اس دھوپ میں جاکے کیا کیجیے گا؟"

نوابصاحب "نہیں اب جاؤں گا"

بیدار بخت "ابھی تشریف رکھیے۔ آپ کو شاید کھانا کھانے میں تکلف ہوگا"

نوابصاحب "جی نہیں کھانا تو میں کھا آیا ہوں۔ تکلف کی کیا بات ہے"

بیدار بخت "بجا۔ چاہے آپ کھا آئے ہوں۔ چاہے نہ کھا آئے ہوں۔ مگر اسوقت کچھ ضرور نوش کرنا ہوگا"

نوابصاحب "اب اسوقت تو معاف فرمائیے۔ وہاں بھی آپ ہی کا کھاتا ہوں"

بیدار بخت "نوابصاحب۔ آپ کو شاید نہ معلوم ہوگا زیادہ انکار اور تکلف بھی تہذیب کے خلاف ہے۔ ہندوستان خصوصاً لکھنؤ میں یہ بڑی بری رسم پڑگئی ہے کہ اسقدر تکلف کرتے ہیں کہ خود بھی تکلیف ہوتی ہے اور دوسرے کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ بھوک لگی ہوتی ہے مگر مارے تکلف کے یہ کہہ رہے ہیں کہ میں تو کھا آیا ہوں کتنی بڑی شرم کی بات ہے کہ وضعداری کے لیے جھوٹ بول دیا کرتے ہیں"

نوابصاحب۔ (شرماکر) "نہیں میں تکلف کی راہ سے نہیں عرض کرتا ہوں۔ آپ کے فرمانے سے مجھے ہرگز عذر نہیں ہو سکتا۔ خیر میں حاضر ہوں"

بیدار بخت "میز پر تو آپ کو کبھی کاہے کو کھانا کھانے کا اتفاق ہوا ہوگا؟"

نوابصاحب "یہی تو مجھے حیرت تھی۔ اے حضرت پاؤں لٹکا کے کھانا منع ہے"

بیدار بخت "منع ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اے جناب اس میں تو کھانے کا اور ادب ہوتا ہے پاؤں نیچے رہتے ہیں اور کھانا کس قدر اونچا رہتا ہے"

نوابصاحب "انگریزوں کی مشابہت تو ہے"

بیدار بخت "تو کیا انگریز اگر کوئی اچھا کام کریں تو ہم اسے چھوڑ دیں؟"

الغرض نوابصاحب اور مرزا بیدار بخت اور فیروز بخت کھانے کی میز پر جاکے بیٹھے۔ اور کھانے لگے۔

نوابصاحب "آج آپ کے ہاں مجھے وہ کام کرنا پڑے جو عمر بھر نہیں کیے تھے۔

بیدار بخت "کیا یہ کوئی برا طریقہ ہے؟"

نوابصاحب "چاہے برا ہو یا بھلا مگر آپ نے بالکل انگریزی وضع اختیار کر لی"

بیدار بخت "ابھی آپ کو دنیا کا حال بالکل نہیں معلوم۔ اگر روم کے مسلمانوں کو دیکھیے تو معلوم ہو کہ وہاں کے مسلمان کس قدر ان باتوں کا برتاؤ کرتے ہیں"

نوابصاحب "کیوں؟ کیا وہاں کے مسلمان انگریز ہیں؟"

بیدار بخت۔ (ہنسکر) "نہیں انگریز تو نہیں ہیں۔ مگر اُن کی وضع اور اُن کے اخلاق بالکل انگریزوں ہی کے ایسے ہوتے ہیں"

نوابصاحب "بڑی حیرت کا مقام ہے!"

بیدار بخت "اے صاحب حیرت کاہے کی۔ یہاں کی یہ کیفیت ہے کہ ہزاروں گناہوں میں مبتلا ہیں۔ شب و روز معصیت ہی میں گذرتی ہے۔ مگر کچھ پروا نہیں۔ عیاشی کریں۔ شرابیں لنڈھائیں۔ سود کھائیں۔ زنا میں مبتلا ہوں۔ ادھر اُدھر تاک جھانک میں پھریں۔ روپیہ فضول خرچیوں میں اڑائیں کچھ نہیں۔ مگر انگریزی کوٹ پہنیں۔ اور میز پر کھانا کھائیں تو گنہگار ہو جائیں۔ میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں۔ کیا مے کشی حلال ہے؟ عیاشی میں کچھ عیب نہیں؟"

نوابصاحب کا چہرہ زرد ہو گیا۔ دل میں کہنے لگے۔ کیا اُس روز کا حال انھیں معلوم ہو گیا؟ یہ تو جیسے سچ کی کہتے ہیں کمبخت مصاحبوں نے مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ مگر نواب صاحب نے کیفیت چھپائی اور اپنی شرمندگی کو بھی پوشیدہ رکھا۔ گردن جھکا کے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ایک تو شرمندگی ہو چلی تھی۔ دوسرے مرزا بیدار بخت نے اس طرح قائل معقول کر دیا تھا کہ کچھ کہتے نہ بن پڑی۔ صرف کہنے لگے "واقعی آپ بجا فرماتے ہیں" اب سب کھانے میں مصروف ہوئے۔ اور سبھوں نے خوب آسودہ ہو کے کھانا کھایا۔ حقے تیار کیے گئے۔ میز کے قریب سے اٹھکر تینوں آدمی آرام کرسیوں پر متمکن ہوئے۔ کچھ دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ آخر نوابصاحب رخصت ہوئے۔ مرزا بیدار بخت نے بخوشی اجازت دی۔ چلتے وقت نوابصاحب نے مرزا بیدار بخت سے وعدہ لے لیا کہ "کل آپ ضرور تشریف لائیں۔ اور بھائی فیروز بخت صاحب کو بھی ہمراہ لائیں"

نواب صاحب اٹھے اور ہاتھ ملا کر گاڑی پر سوار ہوئے۔ اور گاڑی روانہ ہوئی۔

بارھوان باب

سانولے چہرون پر جس طرح شباب کے زمانے مین اُمنگون کا نور چمکتا ہے۔ اُسی طرح اسوقت آسمان پر سفیدۂ صبح آشکار ہے۔ چوڑیان تو ابتدا سے شب مین ٹوٹی تھین اب مستیان ٹوٹ رہی ہین۔ رات کے ستائے ہوئے اور ہاتھا پائی سے ہانپ ہانپ کے سوئے ہوئے شور طیور سے بدمزہ ہو ہو کے جاگ رہے ہین۔ کارخانۂ قدرت والون کی بدلی ہو رہی ہے۔ دنیا والے جاگتے جاتے ہین۔ اور اجرام فلکی کی خمار آلود آنکھین بند ہوتی جاتی ہین۔ رات کا برقع اُٹھنے کو ہے اور بزم عالم کی نیرنگیان جلوہ دکھایا چاہتی ہین۔ اُدھر وہ جبین ناز ظاہر ہوئی جو رات کو اکثر چڑھی گئی تھی۔ اُدھر گھٹے ٹوٹی ہوئی پیشانیان دکھائی دینے لگین جو شب بھر صحن مسجد مین رگڑی گئی تھین۔ ساری دنیا کے چراغ گل کر کے مسجدون کے چراغ روشن ہوئے ہین۔ نمازی مسجدون کو۔ قافلے منزل کو۔ فوجین فرودگاہ کو۔ پیارے مہمانان شب اپنے گھرون کو اور حور وش نہانے والیون کے غول گنگا کو عجب اطمینان سے چلے جاتے ہین۔ چڑیان بسیرون مین چہچہا رہی ہین۔ مرغ دڑبون مین بانگ دے رہے ہین۔ مؤذن مسجدون مین صدائے اللہ اکبر بلند کر رہے ہین۔ برہمن شوالون مین سنکھ بجا رہے ہین۔

اسی دلفریب گھڑی مین ایک ریلوے ٹرین نے بھی چلتے چلتے سیٹی کا سلسلہ شروع کیا۔ جو دیر تک صحرا اور میدان کی ہوا مین گونجتی رہی۔ سیٹی کی آواز سنتے ہی ایک نوجوان جو اُسی ٹرین پر سوار تھا دو چار کروٹین بدل کے اُٹھ بیٹھا۔ اور کھڑکی سے گردن نکال کے اسوقت کی کیفیت اور وہ سین جو سامنے تھا دیکھنے لگا۔ ایک کشادہ میدان دور تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ قدرت کی وسعت مین نظر خوب آزادی سے سیر کر آتی تھی۔ مگر چونکہ ابھی رات کی تاریکی کسی قدر باقی تھی اسلئے بعض بعض جگہ نظر خیرگی کر جاتی تھی۔

زمین کے نشیب فراز مین تھوڑی ہی دور تک تو نظر ٹھوکرین کھاتی ہوئی جاتی تھی۔ مگر آگے بڑھ کے ایک مسطح تختہ ملتا تھا جس پر بڑی سہولت سے دوڑ کر آسمان کو چھو آتی تھی کسی کسی جگہ جوگیون اور فقیرون کی منڈھیان پڑی ہوئی تھین۔ جن کے گرد کچھ تو بڑے بڑے سایہ دار درخت اور کچھ پھولدار پودے صبح کے سمان مین اپنی بہار دکھا رہے تھے

جوگی جوڑے باندھے زرد کفنیاں پہنے اور چہرے پر بھبھوت ملے بیٹھے تھے۔ اُن کے گرد بہت سے طیور درختوں پر بیٹھے چہک رہے تھے۔ اور اپنی زبان میں اپنی آزادی اور مسرت کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔ ان جوگیوں کی صورت بتا رہی تھی کہ وہ کس آزادی کے ساتھ دنیا کو چھوڑے بیٹھے ہیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آ رہے تھے۔ اور درخت عجب مستانہ ادا سے جھوم رہے تھے۔ الغرض یہ وہ سین تھا کہ بے اختیار طبیعت ہاتھ سے نکل جاتی تھی۔

خوب آنکھیں مل مل کے نوجوان نے یہ بہار دیکھی۔ اور کسی اور شخص کا شانہ ہلا کر کہنے لگا "جواہر جواہر پیاری جواہر — ایں لاحول ولا قوۃ میں نے وہی نام لے لیا پھر کیا نام لوں؟ ہیرا۔ نہیں۔ ال ڈلی۔ ارے توبہ یہ بھی عورتوں ہی کا ایسا نام ہے۔ آخر کیا کہکے پکاروں؟" زور سے شانہ ہلا کر "سنتی — تو یہ سنتے ہو؟ بنارس آگیا۔ جلدی اُٹھو"

اتنا کہکے نوجوان نے پلٹ کے اپنے درجے میں دیکھا تو کئی آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ اور خان بیٹھے ہیں نہیں اسی طرف دیکھ رہے تھے۔ جوان کا رنگ اُڑ گیا۔ اور دل میں کہنے لگا "غضب ہوا۔ ان لوگوں نے سن لیا ہوگا۔ ولیں ضرور کھٹک گئے ہوں گے" جھلا کے پھر شانہ ہلایا "اے اُٹھتی — لاحول ولا قوۃ۔ اُٹھتے ہو کہ نہیں؟" وہ شخص ذرا کلبلایا اور کروٹ بدل کے پھر سو گیا۔

نوجوان "پھر سو رہے۔ ارمان اُٹھو! دیکھو صبح ہو گئی! اور بنارس بھی آپہنچا" یہ کہکے زور سے ہلا دیا۔

جواہر۔ (زور سے سانس لیکر) "بھئی اللہ۔ دیکھو ہمیں نہ چھیڑو۔ واہ کیسی نیند آتی ہے"

نوجوان یہ جواب پاکر دل میں تو بے چین ہو گیا۔ مگر ظاہر میں خلاف موقع پاکر کان کی طرف جھکا اور گدگدا کر کہنے لگا "خدا کے لیے ذرا سنبھل کے بات کرو۔ دیکھو یہاں لوگ بیٹھے ہوئے ہیں"

جواہر "میں کہتی ہوں —"

جوان (منھ بند کر کے) "ارے چپ۔ خدا آنکھیں کھولو"

جواہر۔ (جھنک کر) "تو کبھی ہمیں تو نیند آتی ہے"

جوان "ارے ظالم بنارس آگیا!"

جواہر "کیا پہونچ گئے؟"

جوان "ہاں"

بی جواہر آنکھین ملتی ہوئی اُٹھین تو یہ عالم کہ خدا کسی عاشق مزاج کو نہ دکھائے ۔
خمار آلود آنکھین ۔ رخسار و نپر بالون کی لٹون کے نشان ۔ آنکھین ملنے کی وجہ سے کچھ کچھ مٹا ہوا
اور پھیلا ہوا کاجل ۔ خشک خشک ہونٹ جنپر پانون کی سرخی رات گزر جانے سے سیاہی مارنے
لگی تھی ۔ اُبھرے ہوے گالونپر زلفون کے تیل کی چکناہٹ ۔ غرض بی جواہر اس بے تکلفی سے
اُٹھ بیٹھین کہ اسکی کوئی وجہ ہی نہ تھی کہ اُٹھین کوئی عورت نہ کہے ۔ ہان چھپے ہوے تھے تو
اُٹھتے جوبن کیونکہ اُنپر زلفین بکھر گئی تھین ۔
اس درجے مین جتنے لوگ بیٹھے تھے سب کلیجا تھام کر رہ گئے اور عجب شوق اور بیتابی سے
بی جواہر کے جمال جہان آرا کی زیارت کرنے لگے ۔
جوان نے گھبرا کر کہا "ارے کچھ ہوش بھی ہے کہ نہین ؟"
اتنا سنتے ہی بی جواہر نے ایک عجیب ادا سے زبان دانتون کے نیچے دبائی اور گھبرا گھبرا کے بال
سمیٹنے لگین ۔ نہایت پھرتی کے ساتھ سر پر دوپٹا باندھ لیا اور مردوا نہ بن بیٹھین ۔ مگر لوگ تو پہچان
گئے تھے اس نیرنگ سازی اور نئی وضع نے ستم ڈھا دیا ۔
جوان ۔ "ذرا باہر تو دیکھو ۔ اسوقت قیامت کی بہار ہے"
جواہر ۔ (باہر کیطرف دیکھکر) "اہاہاہا ۔ سچ مچ دل قابو سے نکلا جاتا ہے"
جوان "جس چیز کو دیکھو اُسپر یہ عالم ہے کہ جی چاہتا ہے اُسی طرف دیکھا کرو"
جواہر "مین کہتی ۔۔۔ تو یہ مین کہتا ہون جو شخص یہان رہتا ہے اُسکے نزدیک ساری دولت
موجود ہے کسی بات کی کمی نہین"
جوان "فقط ایک چیز کی کمی ہے"
جواہر "وہ کیا ؟"
جوان ۔ (کان کے پاس منہ لیجا کر) "پیاری بس تمھاری ہی کمی ہے ۔ تم ہو تو کس کا فر کا
دل لگے"
جواہر ۔ (مسکرا کر) "واہ ! مجھ مین کیا رکھا ہے ؟ مین ایسی کوئی خوبصورت بھی نہین"
جوان "چپ چپ !"
بی جواہر دانتون مین اُنگلی دبا کے رہ گئین ۔
جوان "لو اُدھر دیکھو شہر کی عمارتین نظر آنے لگین ۔ شوالے اور مندر کیسے خوبصورت

معلوم ہوتے ہین"

جواہر "ہان اور معلوم ہوتا ہے جیسے سب آپس مین ملے ہوے ہین - اور یہ سب سے اونچی کون عمارت ہے ؟"

جوان "یہ تو شہر کی مسجد ہے - دریا کنارے بنی ہے - بڑی اونچی اور شاندار مسجد ہے - اس کے مینار پر چڑھ کر دیکھو تو سارا شہر دکھائی دیتا ہے - اور بڑی کیفیت نظر آتی ہے"

جواہر "اے ہے - کیا مینار پر چڑھتے ہین ؟ کیونکر چڑھا جاتا ہوگا ! مین تو ڈر کے گر پڑون کس طرح چڑھتے ہین ؟ کیا سیڑھی لگاتے ہین ؟"

جوان - (ہنسکر) "نہین اسکے اندر زینے بنے ہوے ہین اور گھومتے ہوے اوپر تک چلے گئے ہین"

جواہر "واہ مجھے بناتے ہو - ایسے پتلے میناروں مین زینے کیا بنے ہونگے"

جوان "یہان سے پتلے معلوم ہوتے ہین - پاس جا کے دیکھو تو بہت موٹے ہین"

جواہر "کیونکر کہون - مجھے تو یقین نہین آتا"

جوان "چلکے دیکھ لینا"

جواہر "مین وہان لوگون سے پردہ کرونگی - ساری ماری کیون پھرنے لگی تھی"

جوان "دیکھو پھر وہی - ہزار سمجھاؤ مگر تم نہین سمجھتین"

جواہر "یہ بھی اللہ - پھر ہم سے تو نہین رہا جاتا"

جوان "اچھا تو اب چپ رہو - دیکھو اب گنگا بھی نظر آتی ہے"

جواہر - (دیکھکر) "اوہو - اتنا ایک پانی ! آدمی پار کیسے جاتے ہونگے !"

جوان "یہان تو تھوڑا معلوم ہوتا ہے - کنارے پہنچ کے دیکھنا - بڑا بھاری پاٹ ہے - کشتیون کا پل بندھا ہے - اسی پر سے لوگ جاتے ہین - اور بعضے کشتیون پر سوار ہو کر اتر جاتے ہین"

جواہر "ہے ہے ! انھین ڈر نہین لگتا ؟ مجھے تو کنارے تک بھی نہ جایا جائے گا"

جوان "جانا ہی ہوگا"

جواہر "کیا ہمین بھی پار اترنا ہوگا ؟"

جوان "ضرور شہر تو اسی پار ہے"

جواہر " تو ہم سے بچایا جائے گا واہ! کیا مین اپنی جان دونگی؟"

جوان " خیر دیکھا جائیگا - تم زیادہ باتین نہ کرو - ہر بار تم اپنے تئین ظاہر کر دیتی ہو - لے اب اسباب سنبھالو - اسٹیشن آیا چاہتا ہے " دونون نے بالکے گٹھریان نیچے سے اُٹھا اُٹھا کے بنچ پر رکھین - اور گاڑی کے ٹھہرنے کے منتظر ہوے - گاڑی اسٹیشن پر پہنچکے ٹھہر گئی اور لوگون نے پکارنا شروع کیا " بنارس بنارس! " لوگون مین کھلبلی پڑ گئی - اور گھبرا گھبرا کے گاڑی کے کھٹکے کھولنے لگے کہ کسی طرح جلد نجات ملے - ایک صاحب بہادر نے گاڑیان کھول کھول کے ٹکٹ دیکھنا شروع کیے - بلکہ یون کہنا چاہیے کہ لوگون کو ریل کی قید سے آزاد کرنے لگے -

وہ نوجوان اور بی جواہر دونون لدے پھندے اُترے اور اسٹیشن کے باہر نکلے مزدورون نے دیکھتے ہی گھیر لیا " آیئے صاحب ہم لے چلین " " نہین ہم لے چلین گے " " یہ اسباب تو کیسے لے جائیگا؟ ہم تو گھر تک پہنچا آئین گے " " کیون حضور کس محلے مین جائیے گا؟ "

جوان " ہم تو گاڑی پر جائینگے "

مزدور - (گٹھری کی طرف ہاتھ بڑھا کر) " تو لائیے اُس پار تک پہنچا دین یہان گاڑی نہین ملتی اور ملتی بھی ہے تو آٹھ آنے پل پر جانے کے پڑتے ہین "

جواہر - (چونک کر) " کیا سچ مچ پار چلوگے - مجھسے نہ جایا جائیگا - مین یہین رہونگی "

جوان " آخر یہان کہان رہوگی؟ " جوان نے دل مین کہا اب جواہر اپنے تئین نہین چھپا سکتین تو مین کیون چھپاؤن "

جواہر " مجھے پانی سے ڈر لگتا ہے - نہین مین نہ جاؤنگی "

جوان " ڈر کی کون بات ہے ہزارون آدمی چلے جاتے ہین "

جواہر " جایا کرین - یکبئی اللہ ہم سے نہ جایا جائیگا "

جوان " اچھا ایک کام کرو مین یہین سے گاڑی کیے لیتا ہون سب طرف کی کھڑکیان بند کر لونگا - اس مین بیٹھی چلی چلو - تمھین معلوم بھی نہ ہوگا - کہ کہان جا رہی ہو "

جواہر " اور جو گاڑی گنگا مین گر پڑے؟ "

جوان " ہوش کی دوا کرو - کبھی ایسا ہوا بھی ہے کہ اب کی ہی ہوگا؟ "

الغرض جوان نے گاڑی کرایہ پر کی - اور زبردستی ہاتھ دھکڑ کے بی جواہر کو اندر بٹھا دیا -

اسباب اندر رکھکے خود بھی بیٹھ گیا اور چارون طرف سے کھڑکھڑیان چڑھالین - گاڑی تھوڑی دور چل کے ٹھہر گئی -

جواہر "ہے ہے کیا ہوا! گاڑی کیون رک گئی ؟"

جوان - (بآواز بلند) "گاڑی کیون روک لی ؟"

کوچبان "حضور پل کا ٹکٹ لے لون - آٹھ آنے دلوائیے"

جوان نے اٹھنی نکال کر باہر پھینک دی - کوچبان اتر کے ٹکٹ لایا اور گاڑی چلی -

جوان "اب دریا آیا"

بی جواہر کو قرآن کی جو ایک آدھی ٹوٹی پھوٹی آیت یاد تھی تھرتھرا تھرتھرا کے پڑھنا شروع کی -

جوان کو یہ ادا بہت ہی پسند آئی - مسکرا کر کہنے لگا "پیاری - تمھین بہت ہی ڈر معلوم ہوتا ہے ؟"

جواہر "توبہ کرو - خدا کو یاد کرو - ہنسنے کا وقت نہین ہے - گاڑی بند تو تھی ہی جوان کو صبر کی تاب نہ رہی - بے اختیار لپٹ گیا - اور بوسے لینا شروع کر دیے -

جواہر "ارے خدا کے غضب سے ڈرو - اوئی - دیکھو نہین مانتے ہو - کچھ شامتین آئی ہین - (کہنی مار کے) - جہان تک طرح دیتی ہون - پھوٹی آنکھون سے کچھ سوجھتا ہی نہین - ہٹو - سرک کے جا کے بیٹھو"

ان جملون سے جوان اور بے صبر ہو گیا - ابھی تک تو فقط بوسہ بازی تھی - اب آپنے دست درازی شروع کر دی -

جواہر "تمھین خدا کی قسم نچلے بیٹھو - ہائے اللہ مین کیا کرون - ارے اسوقت خدا کو یاد کرو - تمھین مستیان سوجھتی ہین"

جوان "اسوقت تو دل نہین مانتا"

جواہر "تو کیا مین بھاگی جاتی ہون ؟"

اتنے مین گاڑی رک گئی - جوان نے چلا کے پوچھا "کیون! کیا پہنچ گئے ؟"

کوچبان "حضور پار اتر آئے - اب کہان چلیے گا"

جوان "سرا کو چلو"

کوچبان "کونسی سرا ؟"

جوان "وہ جو چوک کے پاس ہے - کیا نام ہے ؟"

کوچبان "ہرے والی سرا؟"

جوان "ہان ہان وہین"

کوچبان "بہت خوب" گاڑی روانہ ہوئی۔

جواہر "لے اب کھڑکیان گرادو"

جوان "واہ تم سب کے سامنے آجاؤگی؟ یہان شہر کا واسطہ ہے"

جواہر "ابھی تو مین پردہ نکرونگی۔ مردانے کپڑے پہنے ہون کے مین پردہ کیون کرنے لگی تھی۔ ہان جب وہان چل کے اپنے کپڑے پہنونگی تب البتہ پردہ بھی کرونگی"

جوان "تو کھڑکیان گرانے کی کون ضرورت ہے۔ اب نہین تو بند رہنے دو"

جواہر "نہین تمھین ہماری جان کی قسم گرادو۔ میرا دم گھٹتا ہے" یہ کہہ کے اپنے برابر کی کھڑکی خود جواہر نے کھول ہی دی۔ گاڑی شہر کی سڑکون پر ہوتی ہوئی سرا مین پہنچی۔ اور بھٹیارون نے غل مچانا شروع کیا۔ خلاصہ یہ کہ ایک سرا کے کمرے مین جوان اُترا۔ نوجوان تھوڑی ہی دیر تک سرا مین بیٹھا۔ اور اُس کے بعد بی جواہر کے لب لعلین کا ایک بوسہ لیکر کھانے پینے کا کچھ بندوبست کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ جواہر نے اُٹھ کے ہاتھ منھ دھویا۔ رات کے بگڑے بناؤ کو سنبھالا اور تبدیل لباس کرکے اپنی اصلی وضع بنا کر بیٹھ گئین۔ اسوقت اُن کی صورت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ گویا حسن کی شعاعین اور نگاہ ناز کی بجلیان ادھر ادھر والون کو ڈھونڈھتی پھرتی تھین کہ کس پر گرین۔ وہ پیاری صورت حقیقت مین عجب بےچین کر دینے والا اثر رکھتی تھی۔ مگر افسوس اسوقت کچھ متفکر سی معلوم ہوتی ہے۔

خدا نخواستہ اس ناز فروش دل مین کیا فکر پیدا ہوگئی۔ جواہر اُسوقت نشے کے جوش مین تو بے تحاشا جوان پر عاشق ہوگئی تھین۔ مگر جب نشہ اُترا تو اپنی اس حرکت پر نہایت نادم ہوئین۔ سرا ہی مین اُنھین پہلا موقع ملا تھا کہ اطمینان سے بیٹھ کر اپنی حالت پر غور کرین۔ اور سوچین کہ آیندہ کیا ہونے والا ہے۔ دل مین کہنے لگین "ہاے! یہ مین نے کیا کیا؟ اب تو مین کہین کی نہ رہی اپنا ساتھ تھا رہے نواب فریدون قدر کو بھی خراب کیا۔ وہ تو مجھ پر جان دیتے تھے۔ ہاے مین نے اُن کے ساتھ دغا کی۔ اب مجھے کو بیٹھے ہون گے۔ خدا جانے میری ماں کا کیا حال ہوگا۔ اُن کی تو قسمت ہی پھوٹ گئی۔ مگر جو کچھ ہو یہ ساری خرابی اُنھین کی ہے۔ اگر کسی شریف کے ساتھ میرا نکاح کر دیتین تو میری قسمت یون پھوٹ نہ جاتی۔

یہ اُس بدکاری کا بدلہ ہے جو مجھ سے سرزد ہوتی رہتی ہے ۔ مگر اب پچتانے سے کیا فائدہ ہے ۔ اب تو توبہ بھی نہین کر سکتی ہون ۔ یہ بدمعاش چور جسکے ساتھ آئی ہون اُس کے ہاتھ سے کیونکر بچ سکتی ہون ۔ اب تو مین چاہتی ہون کہ جہان تک ہو سکے حرام سے بچون ۔ لیکن اس مین اب میرا کچھ زور نہین چل سکتا ۔ ہائے اب مین کیا کرون گی ! اچھا اگر اس چور ہی کے ساتھ نکاح پڑھوالون تو کیسا ؟ مگر یہ تو چور ہے ۔ ایک نہ ایک دن قیدخانے ضرور جائے گا اور مین الگ رسوا ہونگی ۔ نہین اسکا ساتھ کسی طرح ٹھیک نہین ۔ یہ بڑا بدمعاش شخص ہوگا ۔ چور ہی ہے اور وہ خود نکاح پر کیون راضی ہونے لگا ۔ اچھا تو یہی ترکیب ٹھیک ہے ۔ مین اُس سے کہون گی کہ جب تک نکاح نہوگا مجھ سے تم سے کچھ علاقہ نہین ۔ شاید اس طرح کچھ دنون حرام سے بچ سکون ۔ مگر مین نے بہت برا کیا ۔ آپ اپنے پاؤن مین کلھاڑی ماری ۔" اتنے مین جوان آگیا اور آتے ہی کہنے لگا "پیاری جواہر آؤ ۔ دیکھو مین تمھارے لیے کیا لایا ہون ۔"

جواہر "لائے کیا ہوگے ۔ کھانے کے لیے کچھ پوریان وریان ہونگی ۔"

جوان "پوریان ۔ برفی ۔ امرتی ۔ بالوشاہی سبھی کچھ ہے ۔"

جواہر پاس جا بیٹھین اور دونون ملکے کھانے لگے ۔ کھانے سے فراغت کر کے جوان کو کچھ اور سوجھی ۔ وہین بیٹھے بیٹھے دست درازیان شروع کر دین ۔

جواہر "الگ ہٹ کے بیٹھو ۔ ابھی مجھے ہاتھ نہ لگانا نہین تو اپنی تمھاری جان ایک کر دونگی ۔"

جوان "کیون ! کیون ! جانی خفا کیون ہوگئین ۔ کچھ خطا ؟ قصور ؟ آخر ابھی نہین تو پھر کب ؟"

جواہر ۔ (ہاتھا پائی سے بکھرے ہوئے بال سمیٹ کر) "نہین بس کہدیا ہے ۔ خدا کی قسم بہت بُری ہوگی ۔"

جوان "ہائے جانی مجھ سے کیا قصور ہوا ؟ کچھ کہو تو سہی ۔"

جواہر "مین حرام نہین کرتی ہون ۔"

جوان "پھر میرے ساتھ کیون آئین ؟"

جواہر "یہ بھی قسمت کا لکھا تھا ۔"

جوان "آخر پھر کیسے بنے گی ؟"

جواہر "نکاح پڑھوالو ۔ بے اسکے ممکن نہین ہے ۔"

جوان "نکاح ! نکاح سے کیا فائدہ ؟ جانی نکاح مین بھی کچھ مزہ ہے ؟"

جواہر " وہ چاہے کچھ ہو۔ مین بے نکاح کے کسی کی نہونگی اور یون عزت آبرو کا خدا حافظ ہے"
جوان " پیاری مین سچ کہتا ہون۔ نکاح کا نام نہ لو۔ اب عمر بھر کا ٹھیکہ کون لکھائے ؟"
جواہر " جو لکھائے گا وہ میرا ہوگا اور مین اُس کی ہون گی"
جوان کسیقدر برافروختہ ہوکے چلا گیا۔
اس کے بعد بارہا اُس نے کوشش کی مگر کامیاب نہوا۔ آخر تھک کے کہنے لگا " ہاے پیاری ہا تم میری نہ ہوئین۔ مین نے بڑا دھوکا کھایا۔ مین تمھین ایسا نہ سمجھتا تھا۔ ہاے یہ بوٹا سا قد اور یہ سنگدلی!"
جواہر " مین تو وہی کہے جاؤنگی جو کہہ چکی ہون"
غرض اسی طرح لیت و لعل مین پندرہ بیس روز گزر گئے۔ سر این عموماً بفکرون کا اکثر گزر ہوا کرتا ہے۔ چندہی روز مین نوجوان کے بہت سے دوست پیدا ہوگئے۔ نواب فریدون قادر کی دولت اس اعلیٰ فیاضی سے خرچ ہونے لگی جس طرح کہ کبھی انھین بھی نہ نصیب ہوئی ہوگی۔ مہینے ڈیڑھ مہینے خوب گلچھرّے اُڑے گئے۔ بلکہ نوجوان کو بی جواہر بھی کسیقدر بھول گئین۔ وہان رات دن عیش و عشرت مین گزرتی تھی۔ شہر کی اور رنڈیان صحبت مین رہا کرتی تھین غریب جواہر کیونکر یاد آتین۔ وہ بیچاری اپنا منھ دھوتھائے بیٹھی رہا کرتی تھین۔
ایک دن جوان نے جواہر سے کہا " جواہر تم نے مجھے کہین کا نہ رکھا۔ تم نہ آتین تو مین یہان کیون آتا؟ افسوس تم نے مجھے دغا دی!"
جواہر " مین نے تو تم سے پہلے ہی کہدیا۔ وہی شرط ہے"
جوان " اب میرے پاس کچھ نہین رہا۔ دو تین روز مین فاقے کی نوبت آجائیگی۔ اب کہو اسکی کیا تدبیر کیجائے"
جواہر " کیا نواب صاحب کے ہان والا سب روپیہ ہوگیا ؟"
جوان " بالکل ہوگیا۔ قسم لے لو جو ایک پیسا بھی ہو"
جواہر " یہی حال ہے تو ابھی کیا ہوا ہے۔ اور خراب ہوگے"
جوان " ابھی یہان تو ہمیشہ یون ہی خرچ کیا کیے"
جواہر " اور لاسے کہان سے ؟"
جوان " چوری کر کے۔ ابھی یہ شہر بھر کے امیرون کے پاس جو روپیہ ہے وہ کس کا ہے

ہمارا ہی ہے جب چاہا اُٹھا لائے"

جواہر "اس مین جان جوکھم ہے کسی دن دھر لیے گئے تو قدر و عافیت معلوم ہو گئی"

جوان "مجال پڑی ہے! کوئی ہمین ٹوک سکتا ہے؟ اسکی تو کچھ فکر نہین - مگر افسوس تم پر زور نہین چلتا"

جواہر "مین تو سو دفعہ کہہ چکی - مگر جب تمھین منظور بھی ہو"

جوان "آخر نکاح مین کیا فائدہ ہے؟"

جواہر "کچھ تو فائدہ ہے"

جوان "اچھا مین اسپر بھی راضی ہون - جانی تم جو کہو بھلا مجھے اُس سے انکار ہو سکتا ہے؟"

جواہر "مگر اب ایک شرط اور ہے"

جوان "وہ کیا؟"

جواہر "اقرار کرو کہ کبھی چوری نہ کرو گے"

جوان "چوری نہ کرونگا تو کھاؤنگا کہان سے؟"

جواہر "خدا دینے والا ہے - نوکری کرو - کوئی اور پیشہ اختیار کرو نکاح ہونے کے بعد تمھارے دشمن کہین دھر لیے گئے تو مین کہین کی نہ رہون گی"

جوان "یہ بڑی ٹیڑھی کھیر ہے - بے چوری کیے کیونکر بسر ہوگی؟"

جواہر "تو میرا تمھارا ساتھ نہین ہو سکتا"

جوان "ہائے یہی تو نہین ہو سکتا - اچھا اقرار کرتا ہون کہ ایک دفعہ اور چوری کرونگا اور پھر کبھی نہین - بس؟"

جواہر "تو پہلے چوری کر لو پھر نکاح ہوگا"

جوان "یہی سہی"

جوان نے خوشی کی جلدی مین ارادہ کیا کہ آج ہی شب کو کہین سے چوری کر کے بہت کچھ مال و اسباب لے آؤن جس مین کل ہی پیاری جواہر کی ہمکناری نصیب ہو -

سرا کے قریب ہی ایک بڑا مہاجن تھا جوان نے اُسی کا مکان تاکا ابھی گیارہ بجے ہونگے کہ جوان وہان پہنچ کے کوٹھے پر چڑھ گیا - وہان سے زینے کی راہ سے نیچے اُتر کے اِدھر اُدھر دیکھا تو سب پڑے سو رہے تھے - اُس طرف کی کوٹھری مین قفل لگا ہوا تھا اُسے توڑ کر صندوق کا قفل

توڑا اُس مین بھی کچھ نہ تھا۔ مگر کوٹھری مین طاق پر ایک چھوٹا سا صندوقچہ رکھا ہوا تھا اُٹھایا تو وزنی معلوم ہوا۔ اُسکو بغل مین داب کر جوان صاحب دروازہ کھول کے چلتے ہوئے باہر نکل کے ایک گلی مین کھڑے ہو کر صندوقچے کو توڑا تو اُس مین سونے کے کچھ زیور اور دو سو روپیہ اور آٹھ اشرفیان نکلین بہت خوش ہوئے۔ لیکے ہوئے گئے اور اُسی سرا مین رکھ کر دل مین کہنے لگے۔ اب پھر کبھی چوری تو کرینگے نہین آج رات کو جو کچھ ہاتھ لگ جائے غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اور یہ پیسہ بھی کافی نہین ہے۔ کسی اور کا گھر دیکھنا چاہیے۔

الغرض صندوقچہ بی جواہر کے سپرد کیا اور کچھ بہانہ کر کے پھر نکلے۔ لکھی چبوترے مین ایک عالیشان مکان تھا۔ اُس مکان کو ہر طرف سے دیکھا۔ مگر گذر مشکل معلوم ہوا۔ پاس ہی ایک دوسرا مکان تھا۔ اُسپر چڑھکر جوان اُس عالیشان عمارت مین داخل ہوا۔ اوپر سے جھانک کر دیکھا تو چراغ روشن تھا۔ اور ابھی کچھ لوگ جاگ رہے تھے۔ وہان کوٹھے ہی پر دیر تک انتظار کرنا پڑا جب سب سو گئے تو نیچے اُترے ادھر اُدھر دیکھنا شروع کیا۔ کوٹھری کا قفل کیل سے کھولا اور چراغ لیجا کے کوٹھری اندر سے بند کر لی۔ وہان جتنے صندوق تھے سب کے قفل توڑے اور جو کچھ نقدی ملا اُسے کمر مین کر کے باہر نکلا۔ اور کوٹھے پر چڑھ کے دوسرے مکان پر کود پڑا۔ کچھ لوگ جاگ پڑے اور غل مچایا دوڑو چور! چور! مگر جوان کوئی معمولی چور نہ تھا۔ یہ جا وہ جا چلتا ہوا۔

جوان چکر کھا کے سرا پہنچا۔ پھاٹک بند تھا کھلوایا۔ اور یہ سب اسباب بی جواہر کے سپرد کیا اس مرتبہ کوئی دو ہزار کی اشرفیان اور روپیے ہاتھ چڑھے تھے۔ جوان تھوڑی ہی دیر لیٹا ہوگا کہ پھر وحشت ہوئی اور کسی ترکیب سے سرا سے نکلا۔ اُسوقت اندازاً تین بجے ہونگے چور نے ایک اور مکان تاکا جو کہ بظاہر کسی بہت بڑے مالدار شخص کا تھا جانا دشوار معلوم ہوا تو ایک طرف بیٹھ کے سیندھ دی اور اندر گھسا اور اندر جاتے ہی بدحواسی مین کسی چارپائی کی ٹھوکر لگی۔ اُدھر تو وہ شخص جو پلنگ پر تھا جاگ پڑا اور ادھر چور لپک کے ایک کونے مین چھپ رہا اُس شخص نے سب کو اُٹھایا اور چراغ لے کے ادھر اُدھر ڈھونڈنا شروع کیا جوان جس مقام پر کھڑا تھا وہان تک بھی کسی شخص کا گذر ہو گیا۔ جیسے ہی وہ شخص قریب گیا جوان نے چھری کمر سے کھینچ کے پیٹ مین بھونک دی اور وہ شخص شور کرتا ہوا زمین پر گر پڑا۔ ہر طرف سے لوگ دوڑ پڑے۔ اگرچہ دو ایک شخص اور بھی زخمی ہوئے مگر چور ماخوذ کر لیا گیا صبح ہی کو پولیس کے ذریعے سے چور کا چالان کیا گیا۔ اور صاحب مجسٹریٹ کے اجلاس مین پیش ہوا۔ اُنھون نے تحقیقات کر کے مقدمہ سیشن سپرد کر دیا

اور وہان سے حبس دوام بعبور دریاے شور کی سزا دیگئی - بی جواہر کو سرا مین صبح تک جوان کا انتظار کرتے گزری اُس کے بعد دن بھر انتظار کرتی رہین - جب بالکل مایوسی ہوئی تو نہایت حیران ہوئین - اتنے مین بھٹیاری نے آکے کہا کہ آج رات کو کہین جگہ چوری ہوئی - اور ایک چور پکڑا بھی گیا ہے - بی جواہر کو یقین آگیا کہ ہو نہو یہ چور وہی نوجوان ہے - پہلے تو اپنی بدنصیبی پر رو بیٹھین دو تین دن تک حیران رہین اور آخر تھک کے بیٹھ رہین اپنے دل مین کہنے لگین شاید یہی خدا کی مصلحت تھی کہ مجھے اُس کے پھندے سے نجات مل گئی - خدانخواستہ نکاح ہوگیا ہوتا تو مین کیا کرتی - اب اپنے اطمینان سے رہونگی - خدا نے کچھ روپیہ بھی بھیجدیا ہے دو ہزار دو سو روپے ہین آٹھ اشرفیان ہین - کچھ زیور بھی ہے میرے لیئے بہت ہے - اب سوچ سمجھ کے کام کرونگی - جس کے ساتھ مناسب دیکھونگی نکاح پڑھوالون گی - اب یہی مناسب ہے - دل مین یہ ٹھہرا کر بی جواہر نے صبر کیا - اور سرا مین اطمینان سے رہنے لگین -

تیرھوان باب

مرزا فیروز بخت اور اُنکے والد مرزا بیدار بخت کی باتون نے اسقدر دل پر اثر کیا تھا کہ مرزا فریدون قدر کو رات بھر اُنھین کا خیال رہا کسی طرح نیند ہی نہ آتی تھی - آخر شب کو زرا آنکھ لگ گئی مگر چونکہ لوگون سے کہہ کے سوئے تھے اس لیئے علی الصباح تڑکے ہی کچی نیند مین جگا دیے گئے - اُٹھتے ہی باہر آئے اور کوٹھی کے سامان کو زرا قرینے سے لگا دیا -

مرزا بیدار بخت کی کوٹھی نے اُنھین اس بات کا اچھا سبق دیدیا تھا - آدمی ماشاء اللہ ذہین تھے جو کچھ دیکھا تھا اُس کو خوبصورتی سے کر دکھایا -

اتنے مین مقدمۂ فوجداری والا سمّن ایک طاق پر پڑا ہوا تھا اتفاق سے نواب صاحب کے ہاتھ آگیا دیکھتے ہی بیچین ہوگئے - معاذ اللہ طبیعت بے قابو ہوگئی - دل مین کچھ ایسی بیتابی پیدا ہوئی کہ سب کام چھوڑ کے افسردہ خاطری کے ساتھ مسہری پر جا کر پڑ رہے -

محبوبہ کی تصویر آنکھون مین پھر گئی - دنیا کی ساری باتین بھول گئین - آنکھون مین آنسو بھر آئے - اور وہ پیاری صورت وہ بوٹا سا قد رہ رہ کے نئی نئی وضع مین یاد آنے لگا کچھ اچھا نہین معلوم ہوتا تھا - سوچتے تھے کہ الٰہی دل کو کس طرح سمجھاؤن - پیاری جواہر تجھے کہان پاؤن - ہاے افسوس اُس ظالم نے تو مجھے کہین کا نہ رکھا - کاش مجھے بھی اپنے

دل مین بنا کر کے چُرا لے جا ــــــــــــــــــ"

چوبدار نے عرض کیا "حضور وہ صاحب انگریزی وضع کے تشریف لائے ہین"

نواب صاحب - (گھبرا کر) "وہ کہان ہین؟"

چوبدار بولا "خداوند برآمدے مین کھڑے ٹہل رہے ہین"

نواب صاحب جھپٹ کے باہر نکلے - دیکھا کہ مرزا بیدار بخت اور فیروز بخت چہل قدمی مین مشغول ہین سلام کرتے ہوئے دوڑے اور ہاتھ ملایا - بڑی گرمجوشی سے ملے اور کہا "وہ کیا آپ پاپیادہ تشریف لائے ہین؟ آخر گاڑی کہان ہے؟"

مرزا بیدار بخت "وہ کیون آپکو استعجاب کیا ہوا؟ یہ تو خاص ہواخوری کا وقت ہے مین ہواخوری کو بھی مقدم سمجھتا ہون - اس مین بڑے بڑے فوائد ہین"

سب صاحب کوٹھی مین آکر بیٹھے - نواب صاحب کو جب سب تکلفات سے فراغت ہوئی تو اپنی مہروش معشوقہ کا خیال آیا - اُسی معمولی سکوت نے عود کیا - آنکھین نیچی کر کے بیٹھ گئے - اور بار کے خیالی پیکر تصویر پر شوق کے نشانے لگانے شروع کیے -

مرزا بیدار بخت "وہ ایک ہی روز مین آپ کی وسیع الاخلاقی نے گرویدہ کر لیا ہے - اب خدا کرے آپ اپنے اخلاق و عادات کے درست کرنے کی تدبیر کرین - مجھے بڑی آرزو ہے کہ آپ کو ترقی اور نیک نامی حاصل ہو"

نواب صاحب - (اُسی فکرمندی کی حالت مین) "وہ جی ہان - کیا ارشاد ہوا؟"

مرزا بیدار بخت "وہ خیریت تو ہے؟ یہ آج آپ اسقدر اُداس کیون ہین؟"

نواب صاحب "وہ کیا عرض کرون اپنی حماقتون پر افسوس کر رہا ہون"

مرزا بیدار بخت "وہ کیون؟ خیر باشد؟"

فیروز بخت "وہ ہان آج آپ معمول سے زیادہ متفکر معلوم ہوتے ہین"

بیدار بخت "وہ آخر فرمائیے تو - آپ کو واللہ ہم سے نہ چھپائیے - ایک تو ہم آپ کے ہواخواہ ہین دوسرے ہمارے مذاق مین زیادہ تکلف بھی ناپسندیدہ چیز ہے"

نواب صاحب نے مصلحت سمجھ کر اور خیال کر کے کہ آخر ان کبھی معلوم ہوگا - اور دون بھی معلوم ہوگا شرمندگی کے لہجے مین دبی زبان سے بی جواہر کا سارا واقعہ بیان کیا - اور مصاحبون کی کل کیفیت اُن کا موقوف ہونا سب ظاہر کر دیا -

مرزا بیدار بخت - (دانتون کے نیچے انگلی دباکر) اچھا یہ تو فرمایئے کہ آپ نے اس کی رپورٹ بھی لکھوائی ہے یا نہین ؟ اس مین شک نہین کہ یہ سب آپ کے مصاحبون کی کارستانیان ہین لاحول ولاقوۃ "

نوابصاحب "جی نہین - رپورٹ تو نہین لکھوائی"

مرزا بیدار بخت "یہ تو بڑا غضب کیا آپ نے - اچھا اب بھی جلدی لکھوا دیجیے"

نوابصاحب "بہت خوب جو فرمایئے لکھوا دیا جائے"

آخر نواب صاحب نے مرزا بیدار بخت ہی سے لکھوا کر رپورٹ کرا دی اور قدیم مصاحبون پر وارنٹ جاری کرا کے اُن کو بموجب دفعہ ...... تعزیرات ہند ماخوذ کرا کے سزا دلوادی -

یہ سب کچھ ہوا مگر نوابصاحب ہروقت اُسی حور لقا کی فریب کی یاد مین اُداس رہا کرتے تھے

ایک روز نوابصاحب مرزا بیدار بخت کی ملاقات کو گئے مرزا صاحب کے پاس ایک اور فیشن ایبل جنٹلمین تشریف رکھتے تھے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ سید غلام حیدر صاحب بیرسٹر ایٹ لاہین -

مرزا بیدار بخت نے نوابصاحب کو توجہ دلائی اور راہ پر لانے کی غرض سے باتین شروع کین -

مرزا بیدار بخت "کیون بیرسٹر صاحب آپنے مثنوی زہر عشق کی بھی سیر کی ہے یا نہین ؟ اصل تو یون ہے کہ اُسکی سچی عاشقانہ شوخیان بیچین کر دیتی ہین عجب رنگ مین لکھا ہے بس معلوم ہوتا ہے کہ ہر ہر شعر خدا جانے کس چوٹ کھائے ہوے دل سے نکلا ہے کہ سُنکر بے اختیار انسان کلیجا پکڑ لیتا ہے شعر ہے -

شور ہے یہ ہوے ہین آپس مین	کھنچے ہین ہمین بنارس مین
یاد آتی تھین ولا نے جا ئین	پان کل کے لیے لگاتے جائین

بیرسٹر صاحب "اُف اُف - اللہ اللہ - ہاے پان کل کے لیے ! اُف اس شعر نے تو حضرت قیامت ڈھا دی - کچھ پوچھیے نا - باوجود اسکے کہ بے تکلفی انتہا سے زیادہ ہو گئی ہے مگر ایسا بیچین ڈوبا ہوا شعر ہے کہ دل بیقرار ہوا جاتا ہے"

نوابصاحب کی آنکھون مین بے اختیار آنسو ڈبڈبا آئے - دل سینے مین تڑپنے لگا -

نوابصاحب "کیون حضرت ہم بھلا کیونکر اُس مثنوی سے لطف اُٹھا سکین ؟"

مرزا بیدار بخت "بڑے افسوس کا مقام ہے کہ مین اسوقت کوئی تدبیر نہین بتا سکتا"

اس جملے پر نواب صاحب کو بڑی ندامت ہوئی اور رگ حمیت نے جوش مارا۔ نہایت التجا کے ساتھ دوسرے وقت موقع پاکر کہنے لگے وہ قبلہ مین نہایت ہی ممنون و شکرگزار ہونگا اگر آپ مجھے کارروائی کے موافق علم حاصل کرلینے کی کوئی سہل سی تدبیر بتادین۔ حالانکہ مثل مشہور ہے۔ بوڑھے طوطے نہین پڑھتے۔ مگر مین کوشش کرونگا۔"

مرزا بیدار بخت "کچھ مشکل نہین ہے۔ انشاء اللہ مین ایسی سہل تدبیر بتادونگا اور اس آسانی سے پڑھادونگا کہ آپ کو کچھ دشوار نہوگا۔"

مرزا بیدار بخت نے نوابصاحب کو پڑھنے کی طرف خوب متوجہ پایا اور اُن کے شوق کا اندازہ کرلیا انجمن حمایت اسلام کے تو تصنیف اُردو کے آسان اور مفید مطلب قومی رسالے پرائیوٹ طور پر پڑھانا شروع کیے۔ جب اُردو پڑھنے کی کچھ کچھ لیاقت آگئی تو سب سے پہلے مسدس حالی مثنوی صبح امید پڑھادی۔ انھین دونون کتابون سے نوابصاحب کے خیالات بدل گئے اور اخلاقی حالت بھی سنبھل چلی۔ اور کہا جانے لگا کہ لکھنؤ کے نوابزادون مین جو کچھ ہین مرزا فریدون قدر ہی ہین۔

چودھوان باب

گیسوے شب بخوبی بکھر چکے ہین۔ اور آسمان زمانے کو تارون کی پوری بہار دکھا رہا ہے۔ پیارے پیارے تارے عجب دلفریبی کے ساتھ کھلے ہوے ہین۔ اور سرِ شام ہی سے کھل گئے ہین کہ ہجران نصیبون کی رات کٹے اور انھین کو گن گن کے سحر کرین۔ اہل زمانہ خوب شور کررہے ہین کیونکہ عنقریب سونے کو ہین۔ ایسے نازک وقت مین ہمارا خیال بنارس کی طرف متوجہ ہوا ہے وہان سرا مین کوئی نازنین بھٹیاری کے ہاتھ کے جلائے ہوے ٹمٹماتے چراغ کے آگے گورے گورے ہاتھون پر پیارا چہرہ رکھے بیٹھی ہے۔ آنکھون سے آنسو جاری ہین جنکے موتیون کے ایسے قطرون مین انسی دیسی چراغ کی مانند شعاعین چمک رہی ہین بچھین یا اور چلبلی آنکھین نیچے جھکی ہوئی ہین۔ اور گویا پانی مین ڈوبے ہوے دیدون کو کسی نے یاس کے دریا مین غوطہ دیدیا ہے یہ پیاری کمسن نازنین بیکس و بےبس جواہر ہے۔ اسے تو اسقدر افسردہ نہونا چاہیے تھا افسوس یہ پیاری صورت اس اندوہناک حالت مین نہین دیکھی جاتی۔ پیاری جواہر اس افسردہ دلی اور پژمردگی کے ساتھ فکرمند بھی ہے۔ اور دل مین کہہ رہی ہے "مجھ سے زیادہ بدنصیب بھی کوئی اور ہوگا ہاے اب مین کیا کرون؟ ایک شخص ساتھ تھا وہ بھی کالے پانی بھیجدیا گیا۔

بُرا تھا یا بھلا مگر میرا درد مند تھا۔ زیادہ ہوس کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ اول تو بُرے کام کا نتیجہ ہمیشہ بُرا ہوتا رہا ہے۔ مگر اُسے تو بڑی دولت ہاتھ لگ چکی تھی۔ ہائے تیسری مرتبہ بچھلے کو نہ جاتا تو کاہے کو یہ خرابی ہوتی مجھ سے اُس سے نکاح کا اقرار تھا۔ اب مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میری زندگی یونہی گذرے گی۔ مگر ہائے مین اب کیا کرون۔ اس تنہائی مین مین اپنے تئین کیونکر بچا سکتی ہون جو ملے گا عزت آبرو کا دشمن ہی ملے گا۔ اب یہان میرا مین رہنا بھی ٹھیک نہین۔ دنیا مین کسی کا اعتبار نہین اور پھر یہان شہر بھر کے لُچے شہدے جمع ہوا کرتے ہین۔ مین چاہتی ہون کہ یہان سے کسی مکان مین اُٹھ جاؤن۔ اور ایک ماما نوکر رکھ لون۔ مگر اسکا کیا بندوبست ہوسکتا ہے۔ اچھا بھٹیاری کو بلاتی ہون۔ یہ کہہ کے بھٹیاری کو آواز دی۔ بھٹیاری دوڑتی ہوئی آئی اور کہنے لگی "بی بی کیا کہتی ہو؟"

جواہر "بی بھٹیاری کوئی عورت ملے تو اُسے ہمارے پاس نوکر رکھوا دو۔ مگر دیکھو کمبخت ہو۔ کوئی موئی آوارہ ہوئی تو میرے کام کی نہوگی"

بھٹیاری "کیسے بتاؤن ہے" (سوچکر) "ہان ایک وہ میرے یہان آیا کرتی ہین۔ اُدھر قاضی کے محلے مین رہتی ہین۔ مگر کہین نوکر ہوگئی ہون۔ کیا نام ہے؟ ہان۔ ہان۔ محمدی۔ کہیے تو انھین بلا لاؤن"

جواہر "انکا سن کیا ہوگا؟"

بھٹیاری "اے بی بی ادھیڑ ہین۔ اور بڑی شریف ہین۔ کوئی ایسی ویسی نہ سمجھیے گا"

جواہر "بس تو انھین کو بلا دو۔ میری بھٹیاری۔ آج ہی بلا لاؤ۔ مین اکیلی بہت گھبراتی ہون"

بھٹیاری "ہان بی بی۔ گھبرانے کی بات ہے۔ مین اسوقت جاتی ہون۔ مگر تنخواہ کیا دیجیے گا؟"

جواہر "جو مانگینگی دونگی۔ وہ بیکسی سے رہا چاہتی ہین"

بھٹیاری چلی گئی۔ بی جواہر پھر فکر کے دریا مین غوطے کھانے لگین۔ دیر تک اپنی حرکتون پر نفرین کیا کین۔ گھڑی گھڑی آنکھون سے آنسو پونچھتی تھین۔ اور دل مین کہتی تھین "ہائے مین اب کیا کرونگی۔ اگر بھٹیاری سے مکان کو کہتی تو وہ ہرگز منظور نہ کرتی۔ اسے اسمین اُسکا نقصان تھا۔ خدا کرے محمدی چلی آئے۔ مین اُس سے تلاش کرا کے مکان کا بندوبست کر لونگی"

اتنے مین بھٹیاری محمدی کو لیے ہوئے آئی۔ محمدی نے آتے ہی جواہر کو جھک کے سلام کیا اور بیٹھ گئی۔

جواہر "تم نوکری کروگی؟ مگر اسکا خیال رہے کہ نیکچلنی سے رہنا ہوگا"

محمدی "اے بی بی مین تو دنیا کی کانٹ چھانٹ جانتی ہی نہین اپنے سیدھی سادی طرح چلی جاتی ہون"

جواہر "ہان بس اسی کا خیال رہے۔ کیا تنخواہ لوگی؟"

محمدی "کوئی مہینا ایک ہوا مین مدن پورے مین ایک امیر کے ہان نوکر تھی دو روپے مہینا اور کھانا دیتے تھے۔ چاہے پچھوا لیجیے"

جواہر "نہین پوچھنے پاچھنے کی کچھ ضرورت نہین۔ مین بھی یہی دونگی۔ اور کام یہی کھانا پکانا اور جو کچھ اوپر کا کام ہو"

محمدی "جو کچھ کام ہوگا کرونگی کسی بات مین آپ کے حکم سے باہر نہونگی"

بھٹیاری "لے اب مین جاتی ہون"

جواہر "ہان جاؤ۔ تم نے بڑا کام کیا۔ بھٹیاری چلی گئی۔

بی جواہر محمدی سے بیٹھ کے باتین کرنے لگین۔ تھوڑی دیر تک ادھر اودھر کی باتین رہین اُسکے بعد جواہر نے پوچھا۔

"محمدی! تمھارے اور بھی کوئی ہے؟"

محمدی "ایک بیٹی ہے۔ بی بی اُسی کی شادی کی وجہ سے تو میری نوکری جاتی رہے۔ ابھی کوئی پندرہ روز ہوے ہین سے ایک غریب لڑکے کے ساتھ نکاح پڑھوا دیا"

جواہر "نوکری کیون جاتی رہی؟"

محمدی "مین نے مہینا بھر کی چھٹی مانگی تھی اُنھون نے نہ دی۔ آخر مجھے نوکری چھوڑنا پڑی"

جواہر "لڑکا تو اچھا ہے؟"

محمدی "ہان بی بی اپنے گھر سے خوش ہے۔ کچہری مین چپراسیون مین نوکر ہے"

جواہر "اب تمھین کہین آنا جانا تو نہین ہے؟ مین کہین جانے نہ دونگی"

محمدی "جانا کہان؟ کہین نہین۔ ایک لڑکی ہے۔ حکم دیجیے گا تو آٹھوین دسوین اُس کو دیکھ آونگی"

جواہر "ہان اس کا مضایقہ نہین۔ محمدی تمھاری جانب مین کوئی کرایہ کا مکان تو نہین ہے؟ مین یہان رہنا نہین چاہتی"

محمدی "بی بی کیا آپ کے ساتھ کوئی مرد نہین ہے؟"

جواہر "نہین کوئی نہین۔ ہان مکان کو تم نے نہ بتایا؟"

محمدی "مین کل ہی تلاش کر دونگی۔ کرایہ کے مکان بہت۔ کتنے کرایہ کا ہوگا؟"

جواہر "اچھا مکان ہو۔ پانچ چھ روپے سے زیادہ کرایہ کا نہو"

محمدی "صبح کو جاونگی - ہان یہان تو ٹھیک نہین"

جواہر "اسی لیے تو کہتی ہون" رات زیادہ آچکی تھی دونون لیٹ رہین - صبح تڑکے ہی جواہر نے محمدی کو مکان کے لیے روانہ کیا - وہ تھوڑی دیر کے لیے چلی گئی اور اپنی جگہ حسرت واندوہ کو جواہر کے پاس چھوڑ گئی - جبتک وہ آئے بی جواہر اپنی قسمت اور اپنی تنہائی پر رویا کین - تھوڑی دیر بعد محمدی آئی اور کہنے لگی "لو بی بی مکان تو ٹھہر گیا - یہان سے قریب ہی ہے - ساڑھے پانچ روپے مہینا کرایہ ہے" بی جواہر یہ سُن کے بہت خوش ہوئین - اور محمدی دوڑی گئی کہ کہار بلا لائے - الغرض بھٹیاری کو دے دلا کے بی جواہر نے سرا چھوڑی - اور ایک عمدہ مکان مین سکونت اختیار کی - یہ مکان اچھا بنا تھا سنگی عمارت تھی - اور نوعیت بتا رہی تھی کہ ہندوون کا بنایا ہوا ہے - کیونکہ بند بند سا تھا - اور شگفتگی کا کہین نام نہ تھا - اگرچہ یہ بات جواہر کی افسردہ دلی کے لیے مضر تھی - مگر اس حالت مین بیچاری بہت غنیمت سمجھین - اب اس مکان مین صرف دو عورتین تھین - ایک پیاری پریوش جواہر - دوسری اُنکی سن رسیدہ خادمہ یعنی محمدی - محمدی اکثر اوقات خانگی ضرورتون سے باہر چلی جایا کرتی تھی اور بی جواہر اکیلی بیٹھی گھبرایا کرتی تھین مصارف کی جانب سے بی جواہر کو تھوڑا بہت اطمینان تھا - کچھ تو خود اپنا ذاتی زیور تھا - اور وہ نوجوان جو چلتے چلاتے اُن کے لیے بہت کچھ رقم فراہم کر گیا تھا - ایک روز محمدی بازار مین چلی جاتی تھی کہ ایک شخص نے ٹوک کر کہا "کہو بی محمدی اب کہان ہو؟"

محمدی نے مڑ کے دیکھا مگر پہچانا نہین - معمولی طور پر کہنے لگی "ایک بیگم صاحب ہین اُنھین کے ہان نوکر ہون"

شخص "کیا پاتی ہو؟"

محمدی "دو روپے اور کھانا پاتی ہون"

شخص "ہمارے یہان نوکری کرو گی؟"

محمدی "ایک جگہ تو نوکر ہون - اب کیا دو دو جگہ نوکری کرون؟"

شخص "وہان چھوڑ دو - ہم تین روپے دینے کو موجود ہین"

محمدی "نہین میان - مین نوکری نہ کرونگی"

شخص "وہ کون بیگم صاحب ہین؟"

محمدی "وہ بیچاری بڑی نیکبخت ہین خدا کی قسم ایسی بھولی لڑکی نہ دیکھی ہوگی"

شخص ”لڑکی! کیا بہت کم سن ہیں؟“
مجہدی ”بہت ہوگا چودھوان سال ہوگا“
شخص ”اور صورت کیسی ہے؟“
مجہدی ”بس ایسی پیاری صورت ہے کہ آدمی بیٹھا دیکھا کرے“
شخص ”اُن کے گھر مین اور کون ہے؟“
مجہدی ”بیچاری اکیلی ہی رہتی ہین“
شخص ”سرا مین ایک بھٹیاری سے مین نے اُنکی بڑی تعریف سنی ہے“
مجہدی ”پہلے وہ سرا ہی مین تو تھین - لے اب مجھے کام ہے مین جاتی ہون“
شخص ”سُنو تو ہاتھ جوڑ کسی طرح اُنسے اور ہم سے ملاقات نہین کروا دیتین؟“
مجہدی ”لو بھلا یہ میرے اختیار کی بات ہے؟“
شخص - (پانچ روپے جیب سے نکال کر) ”لو یہ تمھاری نذر ہے - مگر للہ ایک دفعہ ملا دو“
مجہدی ”اے میان ہٹو بھی - یہ کسی کٹنی سے کہو جا کے مین غریب ان باتون کو کیا جانون“
شخص ”دیکھو مجہدی عمر بھر تمھارا احسان رہیگا“ (پانچ روپے اور بڑھا کر) ”لو اب تو دس روپے ہین - جان جاتی ہے - (قدمون پر ٹوپی رکھکر) اب زندگی تمھارے ہاتھ ہے“
مجہدی ”مین بدنام ہو جاؤنگی - اور کہین نوکری کے قابل نہ رہونگی“
شخص ”کسی کو اسکی خبر کیون ہونے لگی تھی - وہ کوئی بنارس کی تو ہین نہین پھر کیا ڈر ہے؟“
مجہدی ”مگر مجھسے یہ نہوگا“
شخص ”خدا کے لیے ہان لو - تمھین کسی پر رحم نہین آتا؟“
مجہدی (روپے لیکر) ”اچھا دیکھو کچھ تدبیر کرونگی - تم پھر کہان ملوگے؟“
شخص ”جہان کہو“
مجہدی ”وہ مکان تو تم نے دیکھا ہے نا؟“
شخص ”ہان ہان دیکھا ہے - کیا وہین آؤن؟“
مجہدی ”تو مین پھر کہونگی - مگر ابھی تم یہین چوک مین ملنا“
شخص ”بہت اچھا مین تمھین اپنا مکان نہ دکھا دون؟“
مجہدی ”کیا کہین یہین ہے؟“

شخص "پاس ہی تو ہے"

محمدی نے جاکے اُس شخص کا مکان دیکھا۔ اور رخصت ہوتے وقت پوچھا۔ کیون میان تمھارا نام کیا ہے؟"

شخص "مجھے اختر کہتے ہین جس سے چاہنا پوچھ لینا سب جانتے ہین" محمدی وہان سے گھر پلٹین تو راستے بھر سوچتی آئین کہ کیا تدبیر کیجیئے۔ گھر مین آنے کے تھوڑی دیر بعد بی جواہر سے پوچھا۔ کیون بی بی تمھاری کہین شادی نہین ہوئی؟"

جواہر "ہوئی کیون نہین۔ ہمارے میان باہر ہین۔ اب کی عید کو آئینگے"

محمدی "(دل مین) اب کس ترکیب سے کہون؟" آخر نہ رہا گیا پاس جاکے جھُکے سے کہنے لگین "بی بی ایک رئیس بڑے مالدار ہین۔ مگر کیا کرین بیچارے دل کے ہاتھون مجبور ہو گئے"

جواہر "کیون دل نے کیا خطا کی؟"

محمدی "جان دیتے ہین"

جواہر "کن پر؟"

محمدی "(ذرا نیچی وضع مین) آپ پر"

اتنا سننا تھا کہ جواہر کے تن بدن مین آگ لگ گئی۔ مارے غصے کے منھ سرخ ہو گیا۔ رخسارے تمتمانے لگے۔ جبین ناز پر پسینہ آگیا۔ اور کہنے لگین "کیون محمدی؟ مین نے تم سے کیا کہا تھا؟ تم سے نہین کہا تھا کہ نیکبختی سے رہنا؟"

محمدی "بی بی تو مین کسی کا پیغام تھوڑے ہی لائی ہون۔ اُن بیچارے کو آج تڑپتے دیکھا تھا وہی ذکر کر دیا"

جواہر "تو خبردار پھر کبھی ایسا ذکر نہ کرنا مجھے ایسی باتون سے نفرت ہے۔ اب کبھی میرے سامنے ایسی بات زبان پر آئی تو تم جانوگی"

محمدی "نہین بی بی مجھ سے کیا واسطہ؟"

محمدی دل مین نہایت نادم ہوئی اور دوسرے وقت سودا سلف کے بہانے سے اختر کے پاس گئی اور کہنے لگی "میان وہ کسو طرح نہین مانتین۔ مین سچ کہتی ہون وہ ان باتون مین نہین ہین۔ چاہو اپنے دو روپے مجھ سے پھیر لو"

اختر "واہ یہ بھی کوئی بات! معلوم ہوتا ہے خود تمھین نہین منظور ہے"
محمدی "خدا کی قسم اُنپر میرا کچھ بس نہین چل سکتا"
اختر "اچھا اُنکے ہان کوئی آتا جاتا ہے کہ نہین ہ"
محمدی "نہین میرے سوا کوئی نہین۔ اکیلی وہ ہین یا مین ہون"
اختر "یہان اُن کا کوئی عزیز تو نہین ہے؟"
محمدی "اب لے مجھے اسکی کیا خبر؟ مگر میری وانست مین تو کوئی نہین"
اختر "تو پھر کیا مشکل ہے۔ کسی وقت بتادو مین اندر چلا آؤنگا۔ اور خوشامد درآمد کر کے راضی کر لون گا"
محمدی "اے میان کیا میرا سر منڈاؤگے؟ کسی کے گھر مین گھس جانا کیا ہنسی ٹھٹھا ہے؟"
اختر "نہین تمھارا نام ہی کیون معلوم ہونے لگا تھا۔ تم فقط اتنا کرنا کہ وہ تھانے پر جانے کو کہین تو اُدھر اُدھر پھرکے چلی آنا اور کچھ فقرہ کر دینا"
محمدی "تم جانو مگر اس مین بڑی جوکھم ہے"
غرض رات کے وقت جواہر محمدی سے باتین کر رہی تھین کہ میان اختر بے تکلف اندر گھسے چلے آئے۔ جواہر سے نظر دوچار ہوئی تو کلیجا تھام لیا اور چھوٹتے ہی قدمون پر گر پڑے۔
جواہر "ہے ہے! یہ کیا غضب ہے! ارے لوگو یہ اندھیر! محمدی زرا جا کے تھانے مین تو خبر کردے" محمدی باہر چلی گئی۔
اختر "خدا کی قسم مین مر جاؤنگا۔ میری زندگی تمھارے ہی ہاتھون ہے"
جواہر "چاہو مرو چاہو جیو۔ مجھ سے کیا غرض۔ ہائے کیون میری آبرو لیتے ہو؟" یہ کہکے رونے لگی۔
اختر نے ہاتھ بھی جوڑے اور منتین بھی کین۔ مگر جواہر اب بھلا کسکی ہو سکتی تھین ایک نہ مانی جب ہر طرح سے مجبور ہوگئے تو اختر نے دست درازی شروع کر دی جواہر سے کچھ اور نہ بن پڑا۔ دوڑی ہوئی گئین اور صندوقچہ کھول کے چاقو نکال لائین اور اختر کو دکھا کے کہنے لگین "جناب امیر کی قسم مین اپنی جان دے دونگی۔ ابھی چاقو سینے مین بھونک لون گی"
اختر نے چاقو کی صورت دیکھی تو کانپ کے ٹھہر گئے اور کہنے لگے "نہین نہین تم مطمئن رہو

رہو۔ اگر یہی ہے تو مین جاتا ہون" یہ کہکے چلے گئے۔

جواہر نے اکیلے مکان مین ڈرنا شروع کیا۔ رات کا وقت مکان کاٹے کھاتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد محمدی آئی اور آتے ہی کہنے لگی "بی بی مین تھانے پر گئی تھی۔ وہان میری کوئی نہین سُنتا۔ اپنا سر ٹپک کے چلی آئی"

جواہر "رہ تو جا مُردار یہ تیرا ہی بس بویا ہوا ہے۔ یہان مجھے جانتا ہی کون ہے۔ تو نے نہین کہا تو کس نے اُس سے میرا ذکر کیا"؟

محمدی "بی بی خدا کی قسم مین نے نہین کہا۔ وہ خود کہتے تھے اُن سے بھٹیاری نے آپکی تعریف بیان کی"

جواہر "معلوم ہوتا۔ تجھ سے اُس سے سانٹھ گانٹھ نہ تھی تو یہ حال کیونکر بیان کیا"

محمدی بالکل لاجواب ہوگئی۔ اور سر کھجانے لگی "تو بی بی اس مین میرا کیا قصور ہے؟"

جواہر "اچھا جاؤ دروازہ تو بند کر آؤ۔ اب خبردار کسی وقت دروازہ کھلا نہ رکھنا"

جواہر نے دل مین کہا کہ "محمدی کا کچھ اعتبار نہین۔ یہ حرامزادی ایک ہی شطا ہے۔ اب مین ہوشیار رہونگی۔ تو کچھ کام چلے گا۔ یہ کہہ کے اُٹھی اور کوٹھری کھول کے جو کچھ جمع جتھا تھی اور جس قدر نقدی روپیہ تھا اُسکو علیحدہ ایک صندوقچے مین رکھ لیا اور دل مین ٹھان لی کہ لیے اسکے خبر کیے کہین اور چلی جاؤنگی"

محمدی رشوت مین ایک رقم لے چکی تھی وہ بغیر اسکے کہ اختر کو کامیاب کرادے اپنے ہتھکنڈون سے کب باز آسکتی تھی۔ رات کو جواہر کو کسی طرح نیند نہین آتی تھی پچھلے کو آنکھ لگ گئی۔ محمدی نے جواہر کو غافل پاکے دروازہ کھول دیا میان اختر مکان مین پھر گھس آئے۔ دیر تک سرہانے کھڑے اُسکی صورت دیکھا کیے آخر نہ رہا گیا جگایا۔ آنکھ کھلنا تھا کہ جواہر سہم کے رہ گئی۔ گھبرا کے اُٹھ بیٹھی اور کہنے لگی "ہائے تم میری جان لیے بغیر نہ رہوگے ارے کیون کسی کی عزت و آبرو کے دشمن ہوئے ہو۔ جو تم نے مجھے بھر دہ ہرگز نہ ہوگا"

اختر "تو تم میری جان لوگی؟"

جواہر کو خیال آیا کہ ایک نامحرم شخص سے مین باتین کر رہی ہون۔ یہ خیال آنا تھا کہ وحشت نے زور کیا کوٹھری مین بھاگ گئی۔ پہلے ارادہ کیا کہ کوٹھری کا دروازہ اندر سے بند کر لے دیکھا تو کنڈی ہی نہ تھی۔ وہان مایوس ہوئی تو لپک کے زینے پر ہورہی۔ اور جا کے زینے کا

دروازہ اُس طرف سے بند کر لیا اور گھبرا گھبرا کر کوٹھے پر ٹہلنے لگی۔
اختر نے چلّا کے کہا "ہائے میری جان۔ تم مجھ سے اس قدر بھاگتی ہو؟ لو میں جیتا ہوں۔ بس؟"
جواہر "ہاں جاؤ گے تو میں نیچے آجاؤں گی" میاں اختر چلے گئے۔
محمدی "لے بی بی آئیے وہ گئے۔ میں نے کنڈی بھی بند کر لی"
جواہر "ٹھہر تو سہی مردار۔ صبح ہونے دے۔ تو نے سمجھی کیا ہے؟"
محمدی "لے بی بی رات کو کوئی گھر میں چلا آئے تو اس کو میں کروں؟"
جواہر "ہاں تم ایسی بھولی ہو نا؟"
محمدی "لے اب آئیے آرام فرمائیے"
جواہر "نہیں اب میں صبح کو آؤنگی"
محمدی "اے اب آنے میں کون ہرج ہے؟ میں نے تو کنڈی بھی دے لی"
جب جواہر کسی طرح نہ اُتریں تو اختر پھر سامنے آئے اور کہنے لگے "کیا تمھیں ترس نہ آئیگا؟ خدا کی قسم تمھارے عشق میں جان سے بیزار ہوں" اختر گئے نہ تھے وہ چھپ رہے تھے کہ جواہر نیچے اُتر آئے۔
جواہر "جان سے بیزار ہو تو سنکھیا کھالو۔ کسی طرح چھٹی ہو"
اختر "نہ نیچے پڑھ آئے اور دروازہ کھٹکھٹا کر بولے "لو کھول دو"
جواہر "نہیں ہرگز نہ کھولوں گی"
اختر "تو میں دروازہ توڑ ڈالوں گا"
جواہر "توڑ ڈالو"
اختر نے زور زور سے دو دھکے دیئے تو ایک پٹ نیچے کے پاٹ سے اُتر گیا۔ اب وہ کوشش کرنے لگے کہ اوپر سے بھی علیحدہ کر کے پٹ جدا کر دیں کہ اتنے میں جواہر ایک دیوار پر چڑھ کر اونچی کھڑی چڑھ کے پڑوس کے مکان میں کود پڑی۔ یہ مکان ایک مہاجن کا تھا۔ اُس کا بیٹا جاگ رہا تھا۔ دھماکے کی آواز سنکے کوٹھے پر چڑھا۔ دیکھا تو ایک کمسن نازنین عورت آٹھ آٹھ آنسو رو رہی ہے۔ اس لڑکے کا نام کندن لال تھا۔
کندن لال نے جو یہ پیاری صورت دیکھی تو ہزار جان سے عاشق ہو گیا۔ اور خصوصاً جواہر کی

مہین اور شیرین دردناک آواز اُسکے دل پر بڑا اثر کر گئی۔ بیتابی کے ساتھ کہنے لگا "کیون تم کون ہو؟
اور روتی کیون ہو؟"

جواہر۔ (ہچکیان لے لے کر) "اب میری عزت آپ ہی کے ہاتھ ہے۔ مین ایک غریب دُکھیا
اور قسمت کی ستائی ہوئی عورت ہون"

کندن لال "یہان اسوقت کیونکر آگئین؟ کچھ اپنا حال تو کہو"

جواہر "مین اسی پڑوس کے مکان مین رہتی ہون۔ ایک بدمعاش نے ستا رکھا ہے۔ اور میری
ماما اُس سے ملی ہوئی ہے۔ ماما نے اسوقت دروازہ کھول دیا۔ اور وہ اکیلا پاکے اندر گھس آیا
مین ڈر کے کوٹھے پر چڑھ آئی اور کوٹھے کا دروازہ بند کر لیا۔ اُس ظالم نے دروازہ بھی
توڑ ڈالا اور کوٹھے پر آ کے مجھے پکڑا ہی چاہتا تھا کہ مین گھبرا کے ادھر کود پڑی۔ (ہاتھ جوڑ کر) لالہ صاحب
خدا کے لیے مجھے بچا لیجیے"

کندن لال "ہا! ہا! اس شہر مین یہ اندھیر! تم گھبراؤ نہین۔ اب مین ہر طرح تمھاری
خبرگیری کرون گا"

جواہر "لالہ صاحب عمر بھر آپ کی لونڈی رہونگی"

کندن لال "مین خود تمھارا تابعدار ہون۔ مگر اب اسوقت تمھارا یہان ٹھہرنا مناسب نہین۔
کوئی جاگ پڑا تو بڑی بدنامی ہوگی۔ اور وقت ایسا ہے کہ اسوقت میرے کیے کچھ نہین ہو سکتا"

جواہر "وقت سے کیا مطلب؟ اور وقت ہوتا تو آپ کیا کرتے؟"

کندن لال "تمھین اور کسی مکان مین ٹھہرا دیتا"

جواہر "پھر اب کیا ہو! ہائے قسمت یون میری دشمن ہو گئی!"

کندن لال "ایک تدبیر ہے۔ تمھارے ہی گھر مین مین جاتا ہون۔ وہان جو کوئی ہوگا
اُسے مار کے نکال دونگا۔ اور اندر سے کنڈی دے کے تمھین بلا لون گا۔ پھر تم فراغت سے
سو رہنا۔ مین صبح کو آ کے کچھ اور فکر کرونگا"

جواہر "مجھے اس مکان مین تنہا نہ رہا جائیگا۔ سچ ہے مین تو مر جاؤنگی"

کندن لال "اچھا مین بھی وہین رہونگا۔ گھر مین کچھ فقرہ کر دون گا"

جواہر "ہان یہ ہو سکتا ہے"

غرض کندن لال ادھر اُدھر سے ڈھونڈھ کے ایک لٹھ لایا۔ اور جواہر کے گھر مین کود کے پہنچا۔

وہ کون ہے ؟ کھڑا تو رہ ‘‘

اختر اور محمدی دونون نکل کے بھاگے اور دروازہ کھلا چھوڑ گئے ‘‘

کندن لال نے جاکے دروازہ بند کیا۔ اور کوٹھے پر آکے آواز دی ’’ لے آؤ بی صاحب ‘‘ بی جواہر بھی بڑی مشکلون سے دیوار پھاند کے اپنے مکان مین آئین۔ اور نیچے جاکے چراغ جلایا۔

کندن لال نے محمدی والی چارپائی لاکے پلنگ کے پاس بچھائی اور خود بیٹھنے لگے۔ جواہر نے کہا ’’ واسیر مین بیٹھون گی آپ اس چارپائی پر تشریف رکھیے ‘‘

کندن لال ’’ نہین مین یہین اچھا ہون۔ (مسکرا کر) ابھی میری اتنی قسمت کہان ؟ ‘‘

جواہر۔ (دل مین) ’’ بڑا غضب ہوا۔ ادھر سے نجات ملی تو اسکے پنجے مین پھنسی۔ یہ بھی آبرو کا دشمن ہی ملا۔ ہائے مین کیا کرون ؟ کدھر نکل جاؤن ؟ (ظاہر مین) لالہ صاحب آپ نے اسوقت میری جان بچائی ‘‘

کندن لال ’’ مین کس قابل ہون۔ آپ مسلمان ہین نا ؟ ‘‘

جواہر ’’ نہین۔ مین کھتری ذات کی عورت ہون ‘‘

کندن لال ’’ واہ آپ تو ہماری ذات مین ہین۔ مگر آپکی زبان بڑی اچھی ہے ‘‘

جواہر ’’ لکھنؤ مین جو رہتی ہون۔ اور وہان مسلمان بیگمون سے بہت صحبت رہی ہے ‘‘

کندن لال ’’ لکھنؤ ! واہ ! جب تو آپ بڑی لایق ہونگی ‘‘

جواہر ’’ نہین مین کس قابل ہون ‘‘

کندن لال ’’ تو ہمارا آپ کے ساتھ بیاہ بھی ہو سکتا ہے ‘‘ ؟

جواہر ’’ مگر پرائی عورت کے ساتھ آپ کیونکر بیاہ کر لیجیے گا ‘‘

کندن لال ’’ کیا آپ کے خاوند بھی ہین ! ‘‘

جواہر ’’ جی ہان۔ وہ کلکتے گئے ہوے ہین ‘‘

کندن لال ’’ واہ تو خوب ملاقات ہوا کرے گی ‘‘

جواہر ’’ مین آپ کی مہربانی کی نہایت احسانمند ہون ‘‘

کندن لال ’’ آپ نے مسلمانون کی وضع کیون اختیار کی ہے ؟ ‘‘

جواہر ’’ مسلمان بیگمون کی صحبت مین مین بھی ایسے کپڑے پہننے لگی ‘‘

کندن لال ’’ تو اب یہان اپنی وہی پرانی وضع بنا لیجیے۔ برادری کے لوگ آپ سے کھٹکین گے

جواہر "اچھا آپ کی راے ہے تو یہی سہی"

صبح کو بی جواہر نے کندن لال کی معرفت مصلحتاً کچھ نقد روپے تھے اُنکے نوٹ بنوا لیے۔ ایک نیلی بنارسی ساری منگوائی۔ پہلے کپڑے اُتار کے گٹھری مین باندھ لیے۔ اور نیلے رنگ کی بھاری ساری باندھ کے بیٹھ گئین۔ ہاے وہ پیارا جاسر زیب بدن ہر وضع مین اپنا عالم فریب عالم دکھا دیا کرتا تھا۔ یہ سادی وضع جواہر پر ایسی پھب گئی کہ معلوم ہوتا تھا گو یا خاص جواہر ہی کے لیے موضوع تھی۔ دیکھتے ہی کندن لال کے کلیجے پر سانپ لوٹ گیا بیتاب ہو گئے آخر نہ ضبط ہو سکا۔ زبان سے نکل ہی گیا "اسوقت تو تمپر بلا کا جوبن ہے"

جواہر "بس رہنے دیجیے"

کندن لال "کیون کیا جھوٹ ہے؟ ایک دفعہ پارسیون کے تماشے مین گیا تھا موہنا رانی کا روپ دیکھ کے جی بیچین ہو گیا تھا۔ مگر اسوقت تمھاری صورت دیکھکے وہی صورت پھر نظر کے سامنے پھر گئی۔ ہاے تم تو موہنا رانی سے بھی زیادہ غضب کی ہو"

جواہر "اب زیادہ تعریف نہ کیجیے"

کندن لال "ہاے پیاری کیا کہون تمپر جان جاتی ہے"

جواہر "ارے اپنی ذات کی عورت سے ایسا کہتے ہو؟ ہا! مین نے جہان پہ کھیل کھیل کے اسوقت تک اپنی آبرو بچائی ہے"

کندن لال "تو کیا ہماری جان لوگی؟"

جواہر "خدا نکرے دو بار مین دشمنون کی جان کیون لینے لگی تھی۔ کیا کچھ مین ڈائن ہون؟ تم سے ایک بات کہدی کہ اس کا لحاظ رکھنا"

کندن لال "کس طرح لحاظ رکھون؟ جب دل ہی نہ مانے؟"

جواہر "دل نہ مانیگا تو مین بڑی مصیبت مین پھنس جاؤنگی"

کندن لال اسوقت تو چلے گئے مگر رات کو آتے ہی جواہر کے قدمون پر ٹوپی رکھدی اور کہا "جیسا چاہو سمجھو مگر کہنا مانو"

جواہر "دیکھو تم نے بھی مجھے ستانا شروع کیا۔ مین اپنی جان دیدونگی"

کندن لال "تم نہ مانوگی تو مین زبردستی اپنا دل خوش کرونگا"

جواہر بے اختیار رونے لگی۔ کندن لال نے دست درازی کرنا چاہی تو وہ بولی "اچھا ٹھہر جاؤ مین ابھی آتی ہون" یہ کہکے جواہر کوٹھری مین گئی۔ اور صندوقچے مین جو کچھ تھا اُسمین سے کچھ تو۔

گھر مین گھُوسا اور کچھ ساری کے آنچل مین باندھ کے بغل مین دبالیا اور دروازہ کھول کے باہر نکل گئین۔

کندن لال "ہان ہان" کہتے ہوے دوڑے۔

بیچاری جواہر آگے بھاگی جاتی تھی۔ اور کندن لال اُسکے پیچھے دوڑے جاتے تھے۔ جواہر ایک بڑی سڑک پر پہنچی اور جاتے ہی ایک معزز مسلمان سے لپٹ گئی اور چلائی۔

"خدا کے واسطے مجھے بچا لیجیے۔ دیکھیے وہ آتا ہے"

ان صاحب کو جواہر کی بیکسی پر ترس آگیا اور کہنے لگے "مجال ہے اُسکی کہ تمھین ہاتھ لگا سکے تم مطمئن رہو" اتنے مین کندن لال بھی پہنچ گئے اور آتے ہی کہنے لگے "مہربانی کرکے آپ ایک ہو جائیے ورنہ بُری ہوگی"

شخص "کیون بُری کیا ہوگی؟"

کندن لال "بس کہدیا آپ سے چھوڑیے اسکا ہاتھ"

شخص۔ (جواہر کو آڑ مین کرکے) "آخر یہ آپ حکومت کس پر کر رہے ہین؟"

کندن لال "آپ پر اور کس پر"

شخص "ایسے بہت سے جھک مارا کرتے ہین۔ مین نہین سُنتا"

کندن لال "تو مین ہاتھ سے سُناتا ہون"

شخص "بندہ بھی ڈنڈے سے جواب دیتا ہے" (ہاتھ کی گُبڑی دکھاکر) "دیکھا آپ نے اسے؟"

کندن لال "تو آئیے"

شخص "بسم اللہ"

دونون مین چلنے لگی۔ بہت سے آدمی بیچ مین آگئے "جانے دو۔ جانے دو" چارون طرف ایک بھیڑ لگ گئی۔ بی جواہر کو موقع ملا چپکے سے کھسک گئین۔ اب یہ گلیون کی خاک چھانتی چلی جاتی تھین کہ سامنے سے محمدی کی صورت نظر آئی دیکھتے ہی خون خشک ہوگیا۔ اِدھر اُدھر دیکھا کہ کسی طرف گلی مین کترا جائین مگر راستہ نہ ملا۔ مجبور ہو کے آگے بڑھین اتنے مین محمدی آپہنچی اور جواہر کو پہچان کر دم بخود رہ گئی "ہین! بیگم صاحب یہ آپ ہین؟"

جواہر "محمدی دیکھو ابھی میرے ہاتھون میری قسمت مین کہان کہان ٹھوکرین کھانا بدی ہین"

محمدی "آخر یہ کیا ہوا؟ کچھ فرمایئے تو سہی"

جواہر "مجھے کچھ نہین یاد ہے" اتنا کہا اور آنسو جاری ہو گئے۔

محمدی۔ (ہاتھ جوڑ کر) "بیگم صاحب مجھ سے بڑا قصور ہوا۔ آپ معاف فرمایئے۔ پھر ایسی خطا نہوگی۔ مین عمر بھر آپ ہی کی خدمت مین رہون گی"

جواہر "(آنسو پونچھ کر) "نہین نہین اب تمھاری کچھ ضرورت نہین"

محمدی "نہین مین اب آپ کا ساتھ نہ چھوڑونگی۔ اپنی عمر مین تو مین نے ایسی پاک صاف لڑکی نہین دیکھی۔ دامن پر حورین نماز پڑھین"

جواہر "محمدی۔ پھر تو مجھے ستانے آئی۔ اب میرا تیرا ساتھ نہ ہوگا"

محمدی "حضور خدا کے واسطے مجھے جدا نہ کیجیے۔ اب مین کبھی دغا نہ دونگی"

جواہر "اچھا تو مین یہان ایک طرف کونے مین بیٹھی جاتی ہون تم کہارونکو بلا لاؤ۔

محمدی "بہت خوب ابھی لائی" یہ کہہ کے محمدی چلی گئی۔

جواہر نے دل مین کہا "محمدی کا کچھ اعتبار نہین۔ یہ پھر دغا دیگی۔ مگر ہاے مین اب کہان جاؤن کہین ٹھکانا نہین" اتفاقاً کوئی ضعیف العمر شخص اُدھر سے چلے آتے تھے۔ جواہر نے ایک شرمندگی کی ادا سے اُنھین اشارہ کرکے بُلایا۔ وہ زندہ دل پیرمرد للچائی ہوئی نگاہ سے دیکھتے ہی اُسکی طرف مُڑے۔ دل مین کہتے آتے تھے "ہاے جوان نہ ہوا" پیرمرد نے پاس آکے کہا "فرمایئے"

جواہر "یہان کوئی مولوی صاحب رہتے ہین؟"

پیرمرد "ہان ایک عالم ہین۔ بڑے زبردست عالم ہین۔ دور دور شہرہ ہے"

جواہر "اُنکا سِن کیا ہوگا؟"

پیرمرد "کیون کیا نکاح کروگی؟"

جواہر "(شرما کر) آپ تو ہنستے ہین۔ بتا دیجیے"

پیرمرد "بوڑھے کھُوسٹ۔ منھ مین دانت نہ پیٹ مین آنت"

جواہر (دل مین) "اگر مین اُن کے ہان رہونگی تو شاید بے عزتی سے بچ جاؤن"

(پیرمرد سے) "آپ مجھے اُنکے مکان تک پہنچا دیجیے گا؟ بڑا ثواب ہوگا"

پیرمرد "چلیے مگر راستے مین جو مجھے آپ کے ساتھ دیکھیگا کیا کہے گا؟ خیر جو کچھ ہو"

بی جواہر اُن پیر مرد کے ساتھ روانہ ہوئین۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد جناب مولوی صاحب کا مکان آ گیا۔ دروازے پر پہنچ کے پیر مرد نے کہا "یہی مکان ہے۔ مگر اب آپ کے ساتھ مین اندر نہ جاؤنگا۔ وہان اور بھی بہت سے لوگ بیٹھے ہونگے۔ اُنکے سامنے مجھے ندامت ہوگی"۔

"میرے بڑے میان۔ جہان آپ نے اتنا ثواب کمایا ہے وہان ایک کام اور کیجیے۔ مین خود اُن لوگون کے سامنے جاتے شرماتی ہون مجھسے کسی طرح وہان نہ جایا جائے گا۔ آپ مولوی صاحب کے کان مین جاکے اتنا کہہ دیجیے کہ ایک عورت آئی ہے ذرا تکلیف کرکے اُسکی دو باتین سُن لیجیے"۔

پیر مرد "واہ بیچ بازار مین تو چلی آئین اب یہان شرماتی ہو!"

جواہر "ہائے آپ بڑائی مصیبت کو کیا جانین۔ میری قسمت ہی مین یہ بےعزتی لکھی تھی مگر خدا کے لیے اب مجھے شرمائیے نہین"۔

پیر مرد "اچھا مین جاکے اطلاع کیے دیتا ہون"۔

پیر مرد نے جاکے مولوی صاحب کے کان مین جواہر کا پیام کہا۔ وہ نہایت گھبرائے کہ کون عورت ہے۔ آخر اُٹھ کے دروازے پاس آئے۔ جواہر کی صورت دیکھی تو رال ٹپک پڑی۔ بڑی کوششون سے اپنے عالمانہ داب کو قائم رکھکر بولے "کہو کیا کہتی ہو؟"

جواہر نے رو رو کے اپنی ساری داستان کہہ سُنائی۔ اور سوا بعض خاص باتون کے اپنا سارا حال نہایت دردمندانہ بیان کیا اور کہا "جناب مولوی صاحب مین یہ نہین چاہتی کہ آپ مجھے کچھ روپیہ پیسہ دین۔ مگر خدا کی راہ پر اتنی مہربانی کیجیے کہ اپنے پڑوس مین کوئی مکان کرایہ پر لے دیجیے۔ اور ذرا میری خبرگیری کرتے رہیے۔ بس اس کے سوا مین اور کچھ نہین چاہتی زمانہ میری عزت و آبرو کا دشمن ہو رہا ہے"۔ مولوی صاحب نے اس کا اقرار کیا اور مکان کا اُسیوقت بندوبست کر دیا۔ بی جواہر آرام سے اُس مکان مین رہنے لگین۔ اور جناب مولوی صاحب کے ذریعے سے بُلوا کر ایک ماما نوکر رکھ لی۔

پندرھوان باب

تاریخ حضرت علیا جاہ۔ منہ اندھیرے نماز ہی کے وقت آ کے نواب فریدون قدر کو سوتے سے جگایا۔ پہلے تو مرزا فریدون قدر دیر تک بےخبر ہی سوئے اور زیادہ شانہ ہلا ہلا کے جگایا تو

منغض ہو کر بولے "اُٹھ۔ اُٹھ۔ ابے کون ہے! ہم نہین اُٹھین گے۔ پھر وہی"
(ہاتھ جھٹک کر) "دور ہو یہان سے" (منھ سے چادر ہٹا کے) "این! لاحول ولاقوۃ
آداب عرض کرتا ہون۔ مین نے مطلق نہین پہچانا"
مرزا عالیجاہ "خیر کچھ مضائقہ نہین۔ لے اُٹھو ہاتھ منھ دھو"
نواب صاحب "خیر باشد۔ آپ اس قدر تڑکے کیون تشریف لائے؟ واللہ دل دھڑکنے
لگا۔ فرمایئے خیریت تو ہے؟"
مرزا عالیجاہ "ہونھ تم کو خبر ہی نہین۔ انھین غفلتون نے تو لے کے ڈبو دیا۔ آج
فوجداری والے مقدمے کی پیشی ہے۔ کچھ اپنی طرف سے فکر بھی کر رکھی ہے یا نہین؟
یہ جو نئے مجسٹریٹ آئے ہین وہ دس بجے سے پہلے ہی کچہری مین آجاتے ہین۔
چلنے کا سامان کرو مرزا بیدار بخت صاحب کو ضرور ساتھ لے لینا۔
مرزا فریدون قدر نے جو مقدمے کا نام سنا تو آئے حواس جاتے رہے منھ پر ہوائیان
اڑنے لگین۔ بدن مین رعشہ پڑ گیا۔ ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا۔ آخر بدحواسی مین
گھبرا کے کہنے لگے "تو چچا جان پھر کیا ہو گا؟"
مرزا عالیجاہ "جو خدا کو منظور ہو"
نواب صاحب "مگر مین کہتا ہون بری ہوئی"
مرزا عالیجاہ "وہ جیسی ہوئی ہو چکی۔ کیا اب ہوئی ہے؟"
نواب صاحب "پھر کیا کیا جائے؟"
مرزا عالیجاہ "تم تو سٹری ہو گئے ہو۔ کیا کیا جائیگا؟ خدا سے تو امید ہے کہ اس معاملے مین
کچھ نہ ہو گا۔ آخر ثبوت کیا ہے؟ ہان بدنامی۔ وہ ہو چکی۔ اسکو تم کیا کرو گے اور ہم کیا کرینگے
مرزا بیدار بخت سے رائے لی تھی؟"
نواب صاحب "ذکر تو اُن سے کر دیا تھا۔ اور وہ بھی یہی کہتے تھے جو آپ نے فرمایا"
مرزا عالیجاہ "بس تو کچھ نہ ہو گا۔ ان معاملات کو اُن سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے؟"
نواب صاحب نے بہزار مشکل دل کو سنبھالا۔ کپڑے بدلے۔ کھانے کا کسے حواس تھا۔ محل بھر مین
اللہ آمین پڑ گئی۔ بیگم صاحب نے کہنیون سے شانے تک تعویذ پر تعویذ باندھ دیے۔ منتین مانی
گئین۔ کسی نے درگاہ مین چلے باندھے۔ اور کسی نے حضرت بی بی کی صحنک مانی کسی نے

کوئی ٹوٹکا کیا کسی نے کوئی دعا انگلیوں سے نوابصاحب کی پیشانی پر لکھی۔ بڑی بیگم نے چلتے وقت کہا "جاؤ امام ضامن کی ضامنی خدا کو سونپا۔ جس طرح پیٹھ دکھاتے ہو اسی طرح منھ دکھانا" وہ سرفراز دولھن یعنی نواب قمر آرا بیگم نواب صاحب کی بی بی نے آنسوؤن کی جھڑی لگا دی۔ غرض بڑی مصیبت سے سب کی تسلی و تشفی کر کے نوابصاحب گھر سے نکلے ڈیوڑھی پر ملازمون نے فتح کی دعائین دین۔ نوابصاحب گاڑی پر سوار ہو کے پہلے مرزا بیدار بخت کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ آدمیون سے پوچھا "مرزا صاحب تشریف رکھتے ہین؟"

بیرہ "ہان حضور ہین تو سہی لیکن کہین جانے والے ہین" مرزا بیدار بخت نواب صاحب کی آواز سن کے خود ہی باہر نکل آئے۔ صاحب سلامت کے بعد فرمایا کہ "مین تو خود ہی اسوقت حاضر ہونے کو تھا اس لیے کہ مین نہین چاہتا کہ آپ تن تنہا عدالت مین تشریف لیجائین۔ آپ کو یہ پہلے پہل بہادری اور اولوالعزمی کا کام کرنا پڑا ہے" اسپر نوابصاحب بہت ہی شرمائے تو نچتے بچتے دونون صاحب سوار ہو کر کچہری پہنچے۔ کچہری کی وہی کیفیت تھی جو معمولاً ہوا کرتی ہے۔ فوجداری کے مقدمے والے پریشان صورتین بنائے قسمت آزمائی کی گھڑی کا انتظار کر رہے تھے۔ بہت سے زخمی درد کی تکلیف کے سوا دھوپ مین بیٹھ کے انتظار کرنے کی تکلیف بھی اٹھا رہے تھے۔ یون تو شہر بھر مین برقندازون کی حکومت رہا کرتی ہے۔ مگر اسوقت یہان وہ خاص قسم کا دباؤ ڈال رہے ہین۔ اور بیچارے سفید پوش اور مرد آدمی اپنی عزت بچانے کے لیے ادھر ادھر دبکتے پھر رہے ہین۔ جنکے لیے کوئی کشتی کی پناہ [illegible] ایک طرف بی جواہر کی مان ڈھاڑیون کے غول مین بیٹھی ایک ایک کے آگے اپنا دکھڑا رو رہی تھین۔ میدان مین ایک دری بچھی تھی۔ ایک طرف پونڈا اچھل رہا تھا۔ اور دوسری طرف شلغم بھرا بھرا جاتا تھا۔ اتفاقاً دس بجے سٹی مجسٹریٹ کے آتے ہی سب کے پہلے رنڈی ہی والا مقدمہ پیش ہوا۔ نواب صاحب کا اظہار شروع ہوا۔ تو بیچارے کی بڑی کیفیت تھی۔ کہنے کچھ تھے اور منھ سے نکلتا کچھ تھا۔ لب پر نادعلی جاری تھی۔ مدعیہ کے وکیل نے نوابصاحب سے سوالات شروع کیے تو اور حواس جاتے رہے۔

وکیل "نوابصاحب۔ بھلا جواہر کا سن کیا ہوگا؟"

نوابصاحب "اب مین کچھ اسکی سالگرہ تو کیا کرتا نہ تھا یہ اسکی مان جانے"

وکیل "بھلا اندازاً آپ بھی کچھ کہہ سکتے ہین؟"

نواب صاحب "ہوگی تیرہ چودہ برس کی"
وکیل "اوتو ابھی بہت کمسن ہے!"
نواب صاحب "حضرت اسکو نہ پوچھیے"
وکیل "کیوں نہ پوچھیں۔ بے شک پوچھیں گے"
نواب صاحب۔ (ڈر کر) "تو بتاتا ہوں۔ ہان کیا بتاؤن؟" اسپر بعض لوگ ہنس پڑے۔
وکیل "آپ کچھ بتا سکتے ہیں کہ وہ کہان ہے؟"
نواب صاحب "اس کی تو مجھے بھی تلاش ہے"
وکیل "کیوں؟"
نواب صاحب "میرے مال کا پتہ لگ جائے گا!"
وکیل "جواہر کچھ زیور بھی پہنے تھی جب آپ کے یہان آئی تھی؟"
نواب صاحب "ہان بہت کچھ پہنے تھی"
وکیل "کس قیمت کا وہ زیور پہنے ہوگی؟"
نواب صاحب "یہ مجھے نہین معلوم"
وکیل "اندازاً؟"
نواب صاحب "دیکھیے دعا پڑھ لون بتاتا ہون"
وکیل "دعا؟ دعا کیا؟"
نواب صاحب "مین ایک دعا اکثر پڑھا کرتا ہون۔ ہان شاید اُس کے پاس کوئی ہزار روپے کا زیور ہوگا۔
وکیل "آپ نے اُسے کس غرض سے بلایا تھا؟"
نواب صاحب "مجرے کو"
وکیل "اُس روز آپ کے ہان شراب بھی پی گئی تھی؟"
نواب صاحب۔ (کانپ کر تو لو بتا بدن مین) "نہین بالکل جھوٹ۔ یہ آپ سے کس نے کہا؟"
وکیل "ہم نے سُن لیا"
نواب صاحب "آپ نے غلط سُنا"
وکیل "کیا جواہر کو آپ ہی نے بھگا دیا؟"

نوابصاحب "جی ہان - مین نے اپنے ہان چوری بھی تو خود ہی کروادی"

وکیل - (مسکراکر) "اچھا آپ کہہ سکتے ہین کہ وہ کیون بھاگ گئی ؟"

نوابصاحب "نہین مجھے بالکل نہین معلوم"

وکیل "بھلا آپ کو کسی پر گمان ہے کہ جواہر اُس کے ساتھ بھاگ گئی ؟"

نوابصاحب "ہان مجھے اپنے مصاحبون پر گمان ہوتا ہے کہ انہین اُنکا کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے" جب نوابصاحب کا اظہار ہوچکا تو مدعیہ کے گواہ طلب کیے گئے - اُس نے منے آغا - عباس مرزا - ڈلی خان وغیرہ کو پیش کیا - جو ہمارے نوابصاحب کے مصاحبین خاص مین داخل تھے اور ابھی چند روز ہوئے نکالے گئے تھے - یہ سب تو نوابصاحب کے خلاف تھے ہی اُنھون نے خوب اچھی طرح سے جی کھول کے نوابصاحب کی مخالفت کی - پہلے منے آغا کا اظہار شروع ہوا - اُنھون نے بیان کیا کہ جواہر رات کو آئی تو نوابصاحب اُسکی صورت پر فریفتہ ہوگئے - یہ انتہا سے زیادہ بیقرار تھے - کسی حال پر قرار نہین پڑتا تھا کبھی بار جھکے جھکے مجھسے کہا کہ کوئی ترکیب نکالو کہ جواہر میرے گھر پڑ جائے - یار یہ جائیگی تو مجھے زندگی دشوار ہو جائے گی - مین نے مخالفت کی اور کہا کہ ہرگز ایسا نہ کیجیے گا - ورنہ بڑی خرابی ہوگی - اور مین نہین اس مین شریک ہون جب نوابصاحب نے مجھے خلاف پایا تو بی جواہر کو سمجھانے لگے - یہ گھر اور دہ کرو - اور میرے یہان تم اس طرح آرام سے رہوگی - اور سب طرح سے خوش رہوگی - مگر وہ نہین راضی ہوئی - آخر نوابصاحب سے کچھ اور نہ بن پڑا تو اُنھون نے شراب کی ترکیب نکالی - بازار سے بہت سی شراب منگوا کے سب کو پلوائی - جواہر نہین پیتی تھی - مگر نوابصاحب نے زبردستی پلائی - بس شراب پی کے سب بیہوش ہوگئے - مین بھی اپنے آپے مین نہین رہا - اُسوقت خدا جانے کیا کارروائی کی گئی کہ صبح کو جواہر غائب تھی" اتنا کہہ کے منے آغا خاموش ہوگئے - نوابصاحب کے وکیل نے کھڑے ہو کر منے آغا سے جرح کے سوالات شروع کیے -

وکیل "تم اُس روز تھا جب یہ بات ہوا ؟"

منے آغا "جی حضور مین رات بھر وہان رہا"

وکیل "تم کسواسطے وہان رہا ؟"

منے آغا "مین نوابصاحب کا نوکر تھا"

وکیل "تم نوکر تھا کیا کام کرتا تھا ؟"

منے آغا "مصاحبوں میں تھا"

وکیل "جواہر کو تمھیں بلا کے لا دیا تھا؟"

منے آغا "جی ہاں سر کھجا کر"

وکیل "اب تم کہہ سکتا ہے کہ جواہر کہاں ہے؟"

منے آغا "حضور میرے نزدیک تو نواب صاحب کے محل میں ہوگی"

وکیل "اچھا تم کو اجازت ملے تو تم محل سے پکڑ لا سکتا ہے؟"

منے آغا "جی ابھی لا سکتا ہوں"

وکیل "اگر جواہر نہ ملا تو تم کو سزا ہوگا"

منے آغا "اب نواب صاحب نے کہیں ہٹا دیا ہو تو میں کہاں سے لاؤنگا؟"

وکیل "تم سزا پا چکا ہے؟"

منے آغا "جی ہاں اب جو سرکار نے چاہا کیا"

وکیل "تم کو کس جرم میں سزا ملا تھا؟"

منے آغا "حضور لوگوں نے لگا دیا کہ میں نے نواب صاحب کے ہاں چوری کرا دی"

وکیل "اور تمھیں جواہر کو بھی لے گیا"

منے آغا "حضور تنہا میں کیونکر لیجاتا ہے"

وکیل "جس طرح اور سب مال اسباب لے گیا"

اسی طرح اور بھی گواہ گزرے اور معلوم ہوا کہ سب گواہ سزا یافتہ ہیں اور ثابت ہو گیا کہ انکو نواب صاحب کے ساتھ عداوت ہے۔ نواب صاحب کی طرف سے مرزا بیدار بخت نے گواہی دی اور اور بھی کئی معزز لوگ پیش ہوئے۔

صاحب مجسٹریٹ "ول مرزا بیدار بخت صاحب۔ آپ ملزم کے گواہوں کی نسبت کیا کہتے ہیں؟"

مرزا بیدار بخت۔ (انگریزی میں) "یہ تینوں گواہ سخت بدمعاش اور سزا یافتہ ہیں علاوہ بریں یقیناً اُن کو نواب صاحب کے ساتھ دشمنی ہے۔ سازش انھیں کی معلوم ہوتی ہے"

صاحب مجسٹریٹ نے اسقدر تحقیقات کے بعد حکم سنا دیا کہ دعوی مدعیہ [illegible] مدعا علیہ بری ہے۔ کچہری کے باہر نکلتے ہی نواب صاحب کے دوستوں میں بڑی خوشی ہوئی۔ مارے خوشی کے یاروں نے ٹوپیاں اچھال دیں۔

نوابصاحب نہایت مسرت کے ساتھ مرزا بیدار بخت سے بغلگیر ہوئے اور خدا کا شکر کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ محلسراؤں میں پہلے ہی خبر جا چکی تھی۔ شہر کے فقیروں اور شہدوں کا دروازے پر ہجوم ہوگیا تھا۔ نوابصاحب مرزا صاحب کو رخصت کرکے محلسرا میں تشریف لائے۔ بیگم صاحب نے چٹ چٹ سر سے پانوں تک بلائیں لیں اور مبارک۔ سلامت کا غل ہوگیا۔

سولھواں باب

ہائے پیاری جواہر کے حق میں حسن بلا سے جان ہوگیا۔ یہ صورت۔ یہ شکل۔ یہ سن۔ یہ کھولا پن اور اس کے ساتھ یہ عصمت۔ کیا ایسی حور وش کو آوارہ گرد ہونا چاہیے تھا۔ ہائے دشمن تقدیر تو جو دکھائے وہ دیکھی گی۔ اس نے صبر و استقلال کا بہت اچھا امتحان دیا۔ مگر افسوس ہمت کو ابھی تک امتحان لینے سے فراغت نہیں ملی ہم دیکھتے ہیں کہ ابھی وہ اور امتحان لے گی"۔ یہ پیاری شکل اب جناب مولوی صاحب کے پڑوس میں ہے۔ مسجد کے قریب ہی بتکدہ آباد ہوا ہے اور تماشہ یہ کہ اسکا انتظام بھی جناب شیخ ہی کی شہری میں ہے۔ مولوی صاحب نہایت ہی ضعیف العمر آدمی تھے۔ اور یہ کار خیر آخر عمر میں ان کے ہاتھوں سے اجرا پا رہا ہے۔ چند ہی روز میں مولوی صاحب ان دونوں کاموں سے تھک گئے۔ اور آخر بتخانہ یا بی جواہر کے پری خانے کا انتظام انھوں نے اپنے صاحبزادے کے سپرد کیا۔ مولوی صاحب کے بس ایک ہی صاحبزادے تھے۔ ماشاءاللہ خوشرو جوان تھے۔ اور درسیہ کتابیں ختم کر چکے تھے۔ اب دینیات کی اوپر کی کتابیں پدر بزرگوار کی خدمت میں پڑھا کرتے تھے۔ علمی استعداد کی حیثیت سے دیکھا جائے تو زمانے کے دیکھتے بہت اچھے تھے۔ مگر سوسائٹی اور اخلاق تعلیم ایسی خراب تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ چونکہ کنسرویٹو اصول اور کنسرویٹو خاندان کے زیر حراست پچیس چھبیس برس کے سن کو پہنچ گئے تھے۔ اس لیے لبرٹی یا دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ نفسانی خواہشوں کا جوش دل میں بڑے ہیجان کے ساتھ چھپا ہوا تھا خلاصہ یہ کہ سب کچھ تھا مگر چھوٹے مولوی صاحب اپنی حفاظت آپ نہیں کر سکتے تھے۔ جواہر ایسی نازنین کا ان کے سپرد ہو جانا ایک بڑی خوفناک بات تھی اور حقیقت میں ایسا ہی ہوا۔ اور غضب یہ ہوا کہ انھیں اس کوشش میں کامیابی ہو گئی کہ بی جواہر ان سے پردہ نہ کریں جواہر کو مجبوراً یہ امر اختیار کرنا پڑا۔ ایک تو وہ محافظ اور حامی و مددگار تصور کیے جاتے تھے۔ دوسرے ان کے والد کا بھی کچھ پاس تھا۔

دو ہی تین روز مین جواہر کو اس بات پر حیرت کرنا پڑی کہ جناب مولوی صاحب کے صاحبزادے اب اکثر اس کے پاس بیٹھے رہا کرتے ہین۔ ایک روز جواہر کی ماما بازار مین کسی کام کو گئی تھی تنہائی مین جواہر کو اپنی گزشتہ زندگی یاد آئی ابتدائی حصہ یاد کرکے بڑی ندامت ہوئی شرم سے گردن جھکالی اور پیارے گورے چہرے پر پسینہ آگیا۔ یاد کا سلسلہ آگے بڑھا تو چہرہ متفکر ہو گیا۔ مصیبت کی زندگی کو یاد کرکے دو ایک آنسو بہائے۔ بیٹی کی طرف جھک کے ناک پاک کی۔ ذرا تسکین ہوئی تو حافظے نے اور آگے قدم بڑھایا۔ گزشتہ اور حال سے جب خیال تجاوز کر گیا۔ تو آیندہ کا ناپیدا کنار صحرا نظر کے سامنے ہو گیا۔ اور بی جواہر ایک گھبراہٹ کے ساتھ دل مین کہنے لگین۔ "اب کیا ہوگا! دیکھون یہان کب تک رہنے باقی ہون۔ ظاہر اسباب تو اب یہان سے بھی آب و دانہ اُٹھا ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب کے صاحبزادے کی نظر اچھی نہین معلوم ہوتی ہے مین دیکھتی ہون اب اُن کا بھی دل بُرائی کی طرف مائل ہے۔ یہ بے سبب نہین ہے کہ گھنٹون میرے ہی پاس بیٹھے رہتے ہین۔ آخر اُنھین یہان بیٹھنے سے کیا غرض؟ افسوس دنیا مین کسی کو بھی پاک و صاف نہ پایا۔ دیکھون میری قسمت مین کیا لکھا ہے؟ مگر یہی غنیمت ہے کہ یہان ماما نیکبخت مل گئی۔ نصیبن بُری آدمی نہین ہے۔ اب اگر کہین جاؤنگی تو اسے اپنے ساتھ لیتی جاؤنگی۔ مگر ابھی اسکا بھی کیا اعتبار؟ کسی کے دل کا حال کوئی نہین جانتا"

اتنے مین دروازہ کھلا۔ جواہر اُس طرف دیکھنے لگی۔ مولوی صاحب کے صاحبزادے گھر مین آئے ان کا نام تھا مولوی ابوالحسن۔ اُن کو آتے دیکھ کر جواہر نے نظر اور طرف پھیر لی۔

ابوالحسن "کیون کیا اکیلی بیٹھی ہو؟"

جواہر "ہان اور کون ہے؟"

ابوالحسن "نصیبن کہان گئی؟"

جواہر "کچھ سودا سلف کو گئی ہوگی"

ابوالحسن پاس آکے چارپائی پر بیٹھ گئے اور کہنے لگے۔ "تم اکیلی گھبراتی نہین ہو؟"

جواہر "گھبرا کر کیا کرون۔ میری قسمت ہی مین لکھا ہے۔ اسکو کیا کرون"

ابوالحسن "مین ہر طرح تمھارے کام کو حاضر ہون۔ دل گھبرایا کرے تو مجھے بلوا لیا کرو"

جواہر "نہین مجھے تو اب کچھ تنہائی ہی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ کوئی آجاتا ہے تو اور طبیعت اُلجھنے لگتی ہے"

ابوالحسن "یہ کیا؟ خدا جانے تم نے کس قسم کا مزاج پایا ہے"

جواہر "ہاں مجھسے تو زیادہ آدمیون مین نہین بیٹھا جاتا"

ابوالحسن "تو میرا بیٹھنا بھی تمھین ناگوار ہوگا"

جواہر "آپ کی نسبت تو مین نہین کہہ سکتی۔ مگر ہان میرے مزاج مین ذرا وحشت ہے"

ابوالحسن "مین نے کئی بار پوچھا مگر تم نے اپنا حال بیان نہ کیا آخر کچھ کہو تو سہی ؟ تم کون ہو اور کہان سے آئی ہو ؟"

جواہر "اس کے بیان کرنے کی تو مجھ مین طاقت نہین"

ابوالحسن "آخر تمھارے شوہر بھی ہین کہ نہین ؟"

جواہر "میرے شوہر کلکتے مین ہین"

ابوالحسن "تم وہان کیون نہین چلی جاتین ؟ کیا اب تم سے اُنسے کچھ تعلق نہین رہا ؟"

جواہر "واہ ہوتا کیون نہین ؟ اُنھون نے لکھا ہے کہ اب کی عید کو آئین گے"

ابوالحسن "تمھارے شوہر عجب بدقسمت ہین"

جواہر "تو آپ کو سنے کیون ہین ؟ دور بار اُن کے دشمن بدقسمت کیون ہونے لگے تھے ؟"

ابوالحسن "تمھاری سی پیاری بی بی ملی اور چھوڑ کے چلے گئے۔ یہ بدقسمتی نہین تو کیا ہے ؟"

جواہر "کچھ اُنھون نے نئی نہین کی۔ روزگار کے لیے سبھی ایسا کرتے ہین"

ابوالحسن "مین سمجھتا ہون جس نے تمھاری صورت ایک نظر دیکھ لی ہوگی دل ہاتھون سے تھام کے بیٹھ گیا ہوگا"

جواہر (ٹالنے کے لیے) "اے نصیبن ابھی تک نہین آئی"

ابوالحسن "وہ آ کے کیا کرے گی تمھارا تو تنہائی مین جی لگتا ہے اور اسوقت تو مجھے بھی تنہائی ہی پسند ہے"

دوسرا جملہ ابوالحسن نے ڈرتے ڈرتے دبی زبان سے کہا۔ مگر جواہر ٹال گئی اُسنے کچھ جواب نہین دیا۔ گردن جھکائے بیٹھی رہی۔ مگر دل مین کھٹک گئی کہ مولوی ابوالحسن صاحب کے دل مین بھی اب بدی آ گئی۔

ابوالحسن۔ (تھوڑی دیر جواب کا انتظار کر کے) "خدا کی قسم جواہر اب مجھ مین ضبط کی بالکل تاب نہین رہی"

جواہر۔ (نیچی آواز سے) "کیون؟ آخر کس بات کو آپ ضبط نہین کر سکتے؟"
ابوالحسن "اب اسکو تو تمھین سمجھ جاؤ۔ تمھاری محبت کے سوا اور بھی کوئی ایسی چیز ہے؟"
جواہر "دیکھیے آپ سے ایک بات عرض کیے دیتی ہون۔ خدا کے لیے اس خیال مین نہ پڑیے۔ یہ مجھپر مصیبت کیون ٹپڑی؟ اسی سبب سے اگر آپ زیادہ پیچھے پڑین گے تو یقین جانیے آپ رسوا ہونگے۔ اور مین بدنام ہوکے کسی اور طرف نکل جاؤنگی"
ابوالحسن "پیاری ———"
جواہر "دیکھیے مجھکو پھر پیاری نہ کہیے گا۔ مین آپ کو اپنا بھائی سمجھتی ہون"
ابوالحسن "ہاے پہلے مین نے دل مین ٹھان لی تھی کہ فقط تمھاری صورت دیکھ کے اپنے دل کو تسلی دے لیا کرونگا۔ مگر افسوس مجھ سے یہ نہ ہوسکا"
جواہر "تو آپ اپنے دل پر جبر کیجیے"
ابوالحسن "ہاے یہی تو مشکل ہے"
جواہر "آپ زیادہ ستائیے گا تو مین آپ کے ابا جان کے پاس دوڑی جاؤنگی اور اُن سے شکایت کرونگی"
ابوالحسن۔ (ہاتھ جوڑ کر) "خدا کے لیے مجھے زیادہ مایوس نہ کیجیے"
جواہر۔ (چین بجبین ہوکر) "آپ پھر وہی کہے جاتے ہین"
اتنے مین نصیبن آگئی اور مولوی صاحب نے ٹالنے کے طور پر نصیبن کیطرف دیکھ کے کہا "تم جا کے کہان بیٹھ رہتی ہو۔ یہ بیچاری اکیلی گھبرایا کرتی ہین"
نصیبن "اے میان اسکو مین کیا کرون۔ اور سب سودے تو جلدی ملجاتے ہین۔ مگر پھر قصاب کے یہان بڑی دیر لگتی ہے۔ سو اُنھون نے کھڑا رکھا ہے"
مولوی ابوالحسن صاحب اسکے بعد اُٹھکے چلے گئے۔ اور جواہر ایک فکر مین پڑ گئی۔ دل مین کہنے لگی "وہی ہوا نا؟ مین تو جہان جاؤنگی وہان میری قسمت ساتھ جائے گی۔
مگر ابھی یہین رہنا چاہیے۔ اور جگہ اس سے زیادہ خرابی پیدا ہوگی۔ یہان غنیمت سمجھنا چاہیے۔ دیکھون ابھی کیا کیا ہوتا ہے؟" دل سے اسقدر باتین کرکے جواہر نے پکارا "نصیبن"
نصیبن "کیا بی بی؟"
جواہر "ذرا یہان آؤ"

نصیبن آئی تو جواہر نے کہا "بیٹھ جاؤ مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے؟"
نصیبن پلنگ کے پاس زمین پر بیٹھ گئی۔
جواہر "ایک بات کہیں کسی سے کہو گی تو نہیں؟"
نصیبن "میں کیون کہنے لگی تھی؟"
جواہر "ہم جسے کہیں اُسے بلا لا دو گی؟"
نصیبن "کیسے بلا لا دون؟"
جواہر "ایک مہاجن ہیں لکھی چبوترے میں رہتے ہیں"
نصیبن "کیا کچھ قرض لیجیے گا؟ — بی بی قرض بری چیز ہے۔ جہان تک بنے یونہی کام چلا لیجیے"
جواہر "نہیں ہم کو اُن سے ملاقات ہے"
نصیبن نے غور سے سر سے پاؤن تک جواہر کو دیکھا اور کہا "بی بی مجھ سے یہ کام نہو گا۔ آج تک کبھی ان باتون مین نہین پڑی اور نہ اب پڑنا چاہتی ہون"
جواہر "تمھین اُن سے بہت کچھ فائدہ ہو گا۔ ہان بس اتنا ہے کہ کسی کے کانون تک یہ بات نہ پہونچنے پائے"
نصیبن "بی بی صاحب اصل تو یون ہے کہ مین اب آپ کے ہان نوکری کبھی نہ کرون گی مولوی صاحب نے مجھے بلا کے خود اپنی زبان سے کہا تھا کہ وہ بڑی نیکبخت ہین شریف زادی ہین۔ پاکدامن ہین اس لیے چلی آئی۔ ورنہ مین تو اسی لیے جانے بوجھے گھر کا نے نوکری نہین کرتی تھی۔ خدا کو منہہ دکھانا ہے۔ مین بی بی آپکی نوکری سے باز آئی"
جواہر "تو تم چاہتی ہو کہ مین یون ہی اکیلی پڑی رہا کرون؟"
نصیبن "یہ آپ جانین آپ کا کام جانے مجھے اس سے کچھ غرض نہین"
جواہر "اچھا سنو بیو لوی صاحب کے بیٹے مولوی ابوالحسن بہت کہتے ہین۔ آج ناک بھی رگڑی ہاتھ بھی جوڑے۔ کہو تو انھین سے ملاقات پیدا کر لون"
نصیبن۔ (متحیر ہو کر) "یہ چھوٹے مولوی صاحب ہو نہین بی بی مجھے یقین نہ آئیگا"
جواہر "خود اپنے کانون سے سُن لوگی تب تو یقین آئیگا"
نصیبن "اچھا یون ہی سہی۔ اُن کے دل مین شیطان سمایا ہوا ہے۔ مین کیون کہنے لگی تھی۔

کہ آپ اُن سے ملاقات کر لیجیے۔ تو یہ۔ بی بی مجھے نوکری نہ ہوگی۔ میں جاتی ہوں۔ کسی اور کو بلوا لیجیے"
یہ باتیں سن کے بی جواہر اُٹھ کھڑی ہوئیں اور نصیبن سے لپٹ گئیں۔ اور کہا "نصیبن۔ میں نے تمہاری سی نیک عورت اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھی۔ اب آج سے میں اقرار کرتی ہوں کہ زندگی بھر تمہارا ساتھ نہ چھوڑونگی" اس کے بعد جواہر نے اپنی ساری داستان کہہ سنائی نصیبن نے نہایت افسوس کیا۔ اور کہا "سچ ہے زمانہ بڑا نازک ہے کوئی کہاں جا سکے بیوی"
جواہر "نصیبن اب آج سے میں تمہیں اپنی ماں سمجھونگی۔ اب تم جس بات کو منع کرو گی اس سے باز آؤنگی۔ تم میری عزت و آبرو کی حفاظت کرتی رہنا"
نصیبن "بی بی میں تابعدار ہوں جس میں آپ کی بھلائی دیکھونگی وہ آپ سے کہہ دیا کرونگی"
جواہر "مولوی صاحب کے بیٹے نے بہت پریشان کر رکھا ہے۔ میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں کوئی خراب عورت نہیں ہوں۔ مگر وہ اپنی باتوں سے نہیں باز آتے"
نصیبن "مجال پڑی ہے کسی کی۔ آپ صاف صاف جواب دیدیجیے زیادہ ستائینگے تو میں بڑے مولوی صاحب سے جا کے سب حال کہہ دونگی ساری شیخی دھری رہ جائیگی۔"
مولوی ابوالحسن یہاں سے نا امید سدھارے تو دل میں نہایت نادم تھے اور کہتے تھے "افسوس انہوں نے جواہر کے سامنے جرأت کی اور بے حیائی اختیار کر کے کہا۔ اور انہوں نے صاف جواب دیدیا بڑی شرم کی بات ہے۔ مگر ہائے ظالم نے کس قیامت کی صورت پائی ہے۔ جو نگاہ پڑتی ہے کلیجے کے پار ہو جاتی ہے۔ ہائے اگر نہ مانے گی تو کیا کرونگا ہائے اُس نے تو یہ صورت مار ڈالا۔ اس کے نتیجے میں دیکھتا ہوں کہ بدنام ہو جاؤنگا۔ خیر جو کچھ ہو ع
ما نمی خواہیم ننگ و نام را"
مولوی ابوالحسن صاحب راستہ چلتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ سامنے سے اُن کے رنگین طبع دوست میاں بہار نظر پڑے۔ یہ ایک خوش گو شاعر تھے۔ اور اخلاقی حیثیت سے دیکھا جائے تو بالکل رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ شاعری میں اچھا ملکہ پیدا کر کے درسی کتابوں کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ اور مولوی ابوالحسن کے والد ماجد کی خدمت میں پڑھنے کو آیا کرتے تھے اور اسی سبب سے ان سے اور مولوی ابوالحسن سے بے تکلفی ہو گئی تھی۔ مولویصاحب اپنے کل راز میاں بہار سے بیان کر دیا کرتے تھے۔ اب جواہر کا حال کیونکر نہ بیان کرتے؟ کہنے لگے "آپ خوب ملے۔ آج حضرت کیا کہوں کہ کس قدر زندگی سے بیزار ہوں"

بہار۔ "خدانخواستہ کیون ؟"

ابوالحسن۔ "کچھ نہ پوچھیے۔ ایک پریوش نے سارے ہوش و حواس چھین لیے"

بہار۔ "اہو ہو اللہ آپ کو بھی شوق ہوا ؟"

ابوالحسن۔ "اجی شوق کی ایسی تیسی۔ یہان روح پر صدمہ ہے"

بہار۔ "آخر کچھ کہو تو کون ہے ؟"

مولوی ابوالحسن نے سارا حال بلا کم و کاست بیان کیا اور بلا مبالغہ پہر بھر تک بی جواہر کے حسن عالم فریب کی تعریف کیا کیے۔ اپنی نامرادی کا بھی ذکر کیا۔ اور ایک آہ سرد کھینچ کے بولے "دریا تمھین کوئی ترکیب بتاؤ کہ ظالم فقرے پر چڑھ جائے۔ آخر شاعری سے اور کوئی فائدہ تو ہے نہین یارون ہی کے کام آؤ"

بہار۔ "اب آپ اپنا پیشہ میرے گلے منڈھے دیتے ہین ؟ یہ آپ ہی کو مبارک رہے کشمیری بھانڈ سچ کہا کرتے ہین۔ کہ مولوی لوگ شرعی بھڑوے ہین۔ کسیکا بیٹا اور کسی کی بیٹی آپ نے آمنت باللہ و ملائکتہ کہہ کے دونون کو ملا دیا"

ابوالحسن۔ (جھینپ کر) "تم ہر وقت دل لگی کیا کرتے ہو۔ بھائی خدا کا واسطہ اس معاملے مین کوئی ترکیب بتاؤ۔ ہزار کچھ ہو مگر ان باتون مین ہم سے زیادہ تجربہ کار ہو گے"

بہار۔ "اجی ہمین وہان تک جانے دو۔ جنگ بر شیر ڈھ جائے تو ہمارا ذمہ"

ابوالحسن۔ "یار یہی تو مشکل ہے۔ خدا جانے میری رسائی وہان تک کیونکر ہوتی ہے"

بہار۔ "اُس کے ہان کوئی ملا نوکر ہو تو اُسے گانٹھو"

ابوالحسن۔ "وہ کمبخت نہ۔ سمجھے گی ابا جان نے چھکے ایسی ملا رکھوا دی کہ ذرا سی بات ہو اور اُن کے پاس دوڑی جائے"

بہار۔ "کچھ دینے لینے کو کہو گے تو راضی ہو جائے گی"

ابوالحسن۔ "سو مرتبہ اُس کا امتحان ہو چکا ہے۔ مین تو اُسے بچپن سے جانتا ہون"

بہار۔ "اچھا تو مین اور کوئی ترکیب نکالونگا"

میان بہار کے گھر مین ایک عورت تھی جس سے اُن سے ناجائز تعلق تھا۔ اُس عورت کا عباسی نام تھا۔ حضرت اُسی عورت کے ساتھ اپنی شاعرانہ زندگی گذارا کرتے تھے۔ گھر جا کر میان بہار نے یہ واقعہ عباسی سے بیان کیا اور اُسکو اس بات پر آمادہ کیا کہ کسی طرح مولوی ابوالحسن اور

جواہر سے تعلق پیدا کرا دیوے۔ عباسی نے کہا "یہ بہت آسان ہے۔ مگر مین کسی طرح جواہر تک پہنچ جایا چاہتی ہون" بہار نے کہا "اس کا مین ذمہ دار ہون" میان بہار نے دو ایک روز مین کوشش کرکے جناب مولوی صاحب کے خدمتگار کو گانٹھ لیا۔ اور اس امر پر راضی کرلیا کہ عباسی کے ساتھ جواہر کے گھر تک چلا جائے اور کہہ سکے کہ جناب مولوی صاحب نے انھین بھیجا ہے اور کہا ہے کہ آپ اکیلی گھبراتی ہونگی۔ یہ بہت اچھی آدمی ہین انسے ملکے آپ نہایت خوش ہونگی۔ کبھی کبھی آکے آپکا دل بہلایا کرین گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عباسی دوسرے روز ڈولی پر سوار ہوکے جواہر کے ہان گئی۔ اور مولوی صاحب کے نوکر نے بہت کچھ سفارش کردی۔ بی جواہر بہت خلق سے پیش آئین اور عباسی کی بڑی خاطر اور مدارات کی عباسی نے پہلے دو ایک روز تو جواہر کا رنگ ڈھنگ دیکھا۔ کئی دفعہ کوشش کی کہ اپنے رنگ پر لائین مگر جواہر حقیقت مین بڑی ضدن تھی۔ جب عباسی نے کوئی اس قسم کی گفتگو نکالی صاف الگ ہوگئی۔ جب کچھ زور نہ چلا تو عباسی مایوسی کے ساتھ اپنے گھر آئی اور میان بہار سے کہا "جواہر کچی گولیان نہین کھیلی ہے۔ اُسپر کوئی فقرہ میرا کارگر نہین ہوسکتا۔"

بہار "پیاری کچھ نہ ہولی۔ مگر یہ کام کردو تو مین بڑا احسان مند ہونگا۔"

عباسی "اے آخر تمھین پرائے پھٹے مین پانون ڈالنے سے مطلب ؟"

بہار "مین جو اصرار کرتا ہون اسکی وجہ تم نہین سمجھین۔ اجی ہم لوگ تو ان باتون مین بدنام ہی ہین۔ اگر جناب مولوی صاحب کے بیٹے کوئی ایسی بات کرین گے تو سب لوگ ہمین بھول جائین گے اور انھین کو کہنے لگین گے۔ سمجھین یا ؟"

عباسی "ہان سمجھی۔ مگر اس سے فائدہ ؟"

بہار "اونھ فائدہ نہین تو دل لگی سہی"

عباسی "اچھا ایک کام کرو۔ کوئی مکان تجویز کرو۔ مین اپنے گھر کے بہانے سے جواہر کو وہان لے آؤنگی۔ مولوی ابو الحسن کو اُسی مکان مین بٹھا دینا۔ اب راضی کرلینا اُنکا کام ہے۔"

بہار "ہان خوب بات سوچین۔ یہی ٹھیک ہے۔ مین کل ہی اسکا بندوبست کرونگا۔ کیا جواہر بڑی خوبصورت ہے۔ جو مولوی ابو الحسن اسقدر مٹے ہوے ہین ؟"

عباسی "صورت تو ایسی ہے کہ لاکھون کرورون مین ایک۔ مین نے آجتک اس صورت کی عورت دیکھی ہی نہین۔ اور سن بھی ابھی بہت کم ہے۔ بہت ہوگا کوئی چودہ برس۔ مال ہوگا۔"

بہار ”چودھواں! نہیں غضب کرتی ہو“

عباسی ”تمھاری جان کی قسم۔ زیادہ نہیں اس سے کم ہی ہوگا“

بہار ”تو کل میں بھی ایک نظر دیکھونگا“

عباسی ”کیوں کیا کچھ آپ کو بھی شوق ہوا؟“

بہار ”نہیں توبہ تم تو بات بات پر بدگمان ہو جاتی ہو“

عباسی ”مین نے کہا شاید“

بہار ”نہیں جی۔ مین بھلا اب تمھین چھوڑ کے کہان جاتا ہون۔ ان بہنون کا ساتھ تو چھوڑ ہی دیا“

عباسی ”شاید ہین ہی سمجھ کے اُنسے ملاقات پیدا کرلو“

بہار ”لاحول ولاقوۃ۔ تمھاری زبان پر جو آتا ہے کہہ گذرتی ہو اب بھلا یہ کون بات تھی؟“

عباسی ”اچھا تو کل جاؤن نا“

بہار ”ہان ہان ضرور جاؤ“

صبح کو میان بہار نے ٹرون میں ایک مکان تجویز کر کے مالک مکان سے اجازت لے لی اور عباسی بی جواہر کے ہان گئین۔ اُنھون نے جاتے ہی اِدھر اُدھر کی باتین کین اور کہا ”مین آج مین تمھین لینے آئی ہون۔ دو ایک روز چل کے میرے ہان رہو“

جواہر ”مین بھلا کہین جا سکتی ہون؟ آخر گھر مین کون رہیگا؟“

عباسی ”جو کچھ ہو تمھین چلنا ہوگا۔ یہان نصیبن موجود ہے کچھ فکر نہین“

جواہر ”میرے بغیر نصیبن کیونکر رہ سکتی ہے آخر سودا سلف کو بازار جایا چاہے۔ گھر کی نگہبانی کون کریگا؟“

عباسی ”اچھا ایک ہی دن کے لیے چلی چلو“

جواہر ”بہن میرا جانا ٹھیک نہین ہے“

عباسی ”واہ تمھین چلنا ہوگا“

عباسی کے اصرار سے جواہر مجبور ہوگئی۔ بی جواہر نے کچھ تکلف نہین کیا۔ اپنی وہی سادی وضع باندھے رہین۔ اُن کے نزدیک تو یہ سادی اچھی تھی ان کا وضع تھی۔ مگر اسے کوئی ہمارے دل سے پوچھے۔ آخر جواہر نے مکان نصیبن کے سپرد کیا اور خود عباسی کے ساتھ سوار ہو کے اُسی مکان مین اتر پڑین۔ میان بہار کسی کونے مین چھپے بیٹھے تھے۔ جواہر کی صورت دیکھتے ہی

دل ہاتھ سے کھو بیٹھے ؎

صبر رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ

چند منٹ بیٹھ کے عباسی میاں بہار کے پاس گئیں اور کہا "لو میں تو اپنا کام کر چکی۔ اب مولوی صاحب کو بلاؤ۔"

بہار "تم اب گھر کو سوار ہو جاؤ۔ اور میں مولوی صاحب کو بلواتا ہوں۔ آج تک کبھی تمہارا مولوی صاحب کا سامنا نہیں ہوا۔ اسلیے تمہارا ہونا نامناسب ہے۔"

عباسی "اچھا میں جاتی ہوں" یہ کہہ کے عباسی اپنے گھر کو گئی اور میاں بہار کا آدمی مولوی صاحب کے بلانے کو گیا۔ اور میاں بہار خود نکل کے جواہر کے سامنے آئے۔ نظر دوچار ہوتے ہی جواہر کے حواس جاتے رہے سہم کے رہ گئی۔ اتنے میں میاں بہار نے بڑھ کر ٹوپی قدموں پر رکھ دی اور کہا "میرے حال پر رحم کرو۔"

جواہر نے گھبرا کے ارادہ کیا کہ مکان سے نکل بھاگے۔ دروازہ پر جا کے دیکھا تو کہار موجود تھے کیونکہ جس ڈولی پر جواہر آئی تھی وہ ابھی تک رکھی ہوئی تھی۔ ہنوز اسکا پردہ بھی نہیں کھلا تھا جواہر نے جا کے کہاروں سے کہا ذرا جلد جاؤ میں سوار ہوتی ہوں۔ اور ڈولی میں جا بیٹھی۔ میاں بہار آتے ہی سے لپٹ گئے۔ جواہر نے سہم کے دھیمی آواز سے کہا "دیکھو خدا کی قسم میں چیخنے لگونگی" مشکلوں سے علیحدہ ہو کر "واہ! مجھے یہ ڈھٹائی نہیں اچھی معلوم ——"

کہاروں نے کہا "حضور سوار ہو چکے" جواہر لپک کے ڈولی میں ہو رہی۔ کہار ڈولی لے کے چلے اور میاں بہار سایہ کی طرح ہمراہ ہوئے۔ آگے بڑھ کے کہاروں نے پوچھا "کدھر لے چلیں" میاں بہار نے بڑھ کے کہا "ادھر چلو" جواہر ڈولی کے اندر سے بولی "جہاں سے ابھی ڈولی لائے ہو۔ وہیں جاؤنگی۔" مگر میاں بہار نے کہاروں کو کچھ ایسا لالچ دیا کہ جدھر انھوں نے کہا اسی طرف ڈولی لے گئے۔

تھوڑی دیر میں مولوی ابوالحسن میاں بہار کے آدمی کے ساتھ آئے تو دیکھا مکان کا دروازہ کھلا پڑا ہے اور اندر کوئی نہیں "یہ کہاں گئے ہیں؟"

خدمتگار "جاتے کہاں میاں یہیں کہیں ہوں گے"

ابوالحسن "آخر کہاں ہیں؟ دیکھو" چاروں طرف ڈھونڈا تو بڑی حیرت ہوئی لپکے ہوئے میاں بہار کے گھر گئے۔ وہاں جا کے دریافت کیا تو بی عباسی نے ماما کے ہاتھ کہلا بھیجا

"وہ اُس مکان میں ہیں آدمی سے کہیے آپ کو پہنچا دیگا"

خدمتگار "وہاں تو ہو آئے کوئی نہیں ہے"

عباسی "کوئی نہیں! اے میں ابھی ابھی تو چھوڑ کے آئی ہوں۔ تم نے پوچھا بھی تھا کہ یونہی چلے آئے؟"

خدمتگار "بی بی پوچھتے کس سے کوئی ہو بھی تو"

عباسی "ایک عورت ہیں خوبصورت سی۔ وہ نہیں ہیں؟"

خدمتگار "کہا تو کہ کوئی نہیں۔ مکان خالی پڑا ہے"

عباسی "ہے ہے یہ کہاں چلے گئے؟ جاؤ کہیں اور تلاش کرو۔ جناب مولویصاحب کے پڑوس میں جو بی آکے رہی ہیں وہاں جاکے پوچھ آؤ" بی بی آئیں کہ نہیں؟"

خدمتگار "بہت خوب" یہ کہہ کے روانہ ہوا۔ اور بی جواہر کے دروازے پر جاکے پکارا "ماما جی!"

نصیبن باہر نکلی تو پوچھا "تمھاری بیگم صاحب آئیں کہ نہیں؟"

نصیبن "کس نے پوچھا ہے؟"

خدمتگار "میاں ہمارے صاحب کے گھر میں پوچھا ہے۔ وہ صبح کو یہاں نہیں آئی تھیں؟"

نصیبن "ہاں ہاں انھیں کے ساتھ تو بیگم صاحب گئی تھیں کیا وہاں نہیں ہیں؟"

خدمتگار "نہیں اُنکا کہیں پتہ نہیں۔ اور ہمارے میاں بھی خدا جانے کہاں چلے گئے"

خدمتگار تو پوچھ کے چلا گیا۔ مگر نصیبن کو اب چین کہاں۔ رونے پیٹنے بیٹھی کچھ کیا۔ مگر جواہر کا کہیں پتا نہیں۔ نصیبن نے دل میں کہا "خدا جانے کیا مصیبت پڑی کہ وہ کہیں غائب ہوگئیں۔ ورنہ بیگم صاحب اس قماش کی آدمی نہیں۔ اُنھوں نے اپنا سارا حال مجھسے بیان کیا تھا۔ جس جس طرح اُنھوں نے عزت بچائی اُنھیں کا کام تھا۔ یہ ممکن نہیں کہ اپنے اختیار سے وہ کہیں چلی گئی ہوں۔ کوئی ایسی ہی مجبوری پڑگئی کہ بے بس ہوگئیں۔ اُنکی زندگی کا خدا ہی حافظ ہے۔ مجھے تو یہی ڈر ہے۔ کسی دن کسی نے زیادہ ستایا تو اپنی جان دیدیں گی۔ مگر یہ نہوگا کہ وہ بیعزتی اختیار کرلیں۔ اب میں کیا کروں؟ جاتی ہوں جناب مولوی صاحب سے کہونگی"

یہ کہہ کے دروازے میں قفل لگایا۔ اور جناب مولویصاحب کے گھر کا راستہ لیا۔

مولوی ابوالحسن کو اس بارے میں بڑی ناکامی ہوئی۔ دل میں نہایت نادم تھے اور کہتے تھے

رو افسوس! میں نے جواہر کی آبروریزی کی اُس بیچاری کو میاں بہار خدا جانے کہاں لے گئے اس میں کوئی شک نہیں کہ جواہر کی صورت دیکھتے ہی اُنھوں نے میرا خیال بھلا دیا۔ اور اُس کو کسی اور جگہ لے گئے۔ عباسی نے اس بارے میں کوشش کی ہے۔ وہ سارا حال جانتی ہے۔ اگر بہار کا پتا نہ لگا تو سارا حال آکے ابا جان سے کہہ دیگی۔ ہائے بڑا غضب ہوا میں تو منھ دکھانیکے قابل نہ رہا۔ اور مفت رسوا ہوا۔ نصیبن الگ ابا جان سے آکے کہے گی اور جب یہ حال کھلے گا تو سارا الزام میرے ہی سر رہے گا۔ بڑی ذلت ——— "

اتنے میں اُن کے والد کا خدمتگار آیا اور کہنے لگا کہ وہ بڑے مولوی صاحب بلاتے ہیں۔ فوراً اُٹھ کے گئے۔ جاتے ہی مولوی صاحب ان پر برسنے لگے۔ عباسی نے آکر سارا حال بیان کر دیا تھا۔ اور نصیبن الگ کھڑی زار و قطار رو رہی تھی۔ مولوی ابوالحسن نے ندامت سے گردن جھکالی۔

بڑے مولوی صاحب نے اپنے صاحبزادے سے کہا "سنو۔ میں ان باتوں کا روادار نہیں اور ایسی حرکتوں میں کبھی طرفدار نہونگا۔ جہاں سے ہو سکے اُس نیکبخت کو ڈھونڈ لاؤ۔ ورنہ نصیبن کی طرف سے دعوی ہوگا۔ اور میں نے سارا ماجرا جسقدر سنا ہے بلا کم و کاست گواہی میں بیان کرونگا افسوس! تم نے خاندان کا نام ڈبویا! شرم نہیں آتی؟ چلو بھر پانی میں ڈوب مرو"

یہاں تو یہ ہوا۔ اُدھر سنیئے میاں بہار جواہر کی ڈولی کے ساتھ شہر کے اُس پار نکلے۔ آخر کہاروں نے ڈولی رکھدی۔ اور کہا "اب ہم سے نہ جایا جائے گا۔ آخر کچھ یہ بھی تو معلوم ہو کہ کہاں لے جایئے گا؟"

میاں بہار انتہا سے زیادہ پریشان ہوئے۔ کچھ نہیں بن پڑتا تھا کہ کہاں جائیں؟ یہ ابھی حیرت میں کھڑے تھے کہ انکو اپنے ایک ملاقاتی مرزا صاحب نظر آئے۔

صاحب سلامت کے بعد مزاج پرسی ہوئی۔ اور قبل اسکے کہ کسی اور بات کا تذکرہ چھڑے میاں بہار نے کہا "جناب مرزا صاحب آپکی نظر میں یہاں کوئی مکان تو نہ ہوگا؟"

مرزا صاحب "غریب خانہ ہی حاضر ہے۔ وہیں تشریف لے چلیے"

بہار "جی نہیں علیحدہ مکان چاہیے۔ جو کرایہ ہوگا دیا جائے گا"

مرزا صاحب "نہیں کرایے کا تو اسوقت کوئی مکان نہیں مل سکتا"

بہار "بڑی خرابی ہوئی۔ اچھا پھر آپ ہی کو تکلیف ہوگی"

مرزا صاحب "میرا مکان حاضر ہے۔ آپ شوق سے تشریف لے چلیے"

غرض کہار ڈولی اُٹھا کے مرزا صاحب کے ہمراہ ہوئے۔ اور میان بہار بھی پیچھے پیچھے دوڑتے ہوئے چلے۔ میان بہار کے دوست دل مین کہتے جاتے تھے "معلوم ہوتا ہے یہ کسی کو بھگا کے لائے ہین آخر انکا مکان بھی تو اسی شہر مین ہے پھر کیا وجہ کہ اور مکان ڈھونڈتے پھرتے ہین؟ آئین میرے لیے بھی خوف کا مقام ہے۔ اب تو خیر لیے جاتا ہون۔ لیکن اگر اس قسم کا معاملہ ہوا تو صاف کہدونگا۔ کہ میرے یہان ٹھکانا نہین ہے جہان جی چاہے تشریف لیجائیے"

مرزا صاحب اسی خیال مین تھے کہ مکان آگیا۔ مرزا صاحب اور میان بہار نے پردہ کرا کے جواہر کو اُتارا۔ جواہر تو اندر گئین۔ اور میان بہار باہر کھڑے ہو کر کہارون کا جھگڑا چکانے لگے جب اس سے فراغت ہوئی تو مرزا نے کمرے مین آ کے بیٹھے۔ اور مرزا صاحب کے ساتھ خوش گپیان کرنے لگے کچھ اپنے اشعار سنائے۔ مرزا صاحب کی زبان سے تحسین و مرحبا سُنی۔ تھوڑی دیر کے بعد مرزا صاحب اُٹھ کے اندر گئے بی جواہر اگرچہ پردے مین بیٹھی تھین مگر جھپٹ کے اُن کے قدمون پر گر پڑین۔ اور کہا "للہ میری آبرو بچائیے" اتنا کہہ کے زار و قطار رونے لگین۔

مرزا صاحب "کیون؟ کیون؟ کیا ہوا؟ آخر کچھ کہو تو؟"

جواہر "بس یہی کہتی ہون کہ آبرو آپ کے ہاتھ ہے"

مرزا صاحب "خدا کے لیے صاف صاف کہو۔ تم کون ہو؟ اور کیونکر انکا ساتھ ہوا؟"

جواہر "مین اپنے گھر جاتی تھی۔ اس کمبخت نے کہارون کو ملا لیا اور مجھے یہان لے آیا ہے"

مرزا صاحب "ارے یہ اندھیر! تم مطمئن رہو۔ مجال تری ہے کہ کوئی تمھین یہان سے لیجائے"

جواہر "اب عزت آپ ہی کے ہاتھ بچائے بچ سکتی ہے"

مرزا صاحب "مگر ـــــ"

جواہر "مگر کیا؟"

مرزا صاحب "(چپکے سے) تمھاری آبرو میرے ہاتھ ہے تو میری زندگی تمھارے اختیار مین ہے۔ بیوفائی کی سند نہین۔ خدا کی قسم جس وقت سے تمھاری صورت دیکھی ہے دل اختیار مین نہین رہا"

جواہر۔ (زور سے پیشانی پر ہاتھ مار کے) "ہائے جہان جاتی ہون یہی پیش آتا ہے"

مرزا صاحب "آپ کو ایسا نہ چاہیئے۔ کسی کو بے آبرو کر کے کیا مل جائیگا؟"

مرزا صاحب "جب دل بھی مانے؟" جواہر الگ جاکے پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی اور مرزا صاحب کے گھر کی اور عورتیں دلاسا دینے لگیں۔

مرزا صاحب باہر آئے تو میاں بہار سے بہت ہی تڑکے ہوئے تھے۔ بہار دل میں سمجھ گئے کہ جواہر نے ان کو برہم کر دیا ہے۔ اُس وقت تو خاموش ہو رہے مگر دوسرے روز شام کو کہا "اب میں رخصت ہونگا۔"

مرزا صاحب "خدا حافظ۔"

بہار "تو ذرا اپنے آدمی کو بھیج کے ڈولی منگوا دیجیے۔"

مرزا صاحب بھرے تو بیٹھے ہی تھے یکبارگی اُبل پڑے۔ بولے "ماشاء اللہ سے آپ نے اچھا وطیرہ اختیار کیا ہے۔ پرائی عورتوں کو بھگا بھگا کے لائیے اور میرے ہاں رکھیے۔ معاذ اللہ یہ غضب کہ کہاروں کو ملا لیا اور ڈولی کو لاکے میرے ہاں اُتار دیا۔ اگر آپ اپنی خیریت چاہتے ہیں تو سیدھے سیدھے چلے جائیے۔ اور میں اُس نیک بخت کو جہاں جانا چاہتی ہے وہاں پہونچا دونگا ورنہ آپ فوجداری میں کھنچے کھنچے پھریں گے۔"

بہار "وہ باتیں کیجیے جن سے ملاقات میں نہ فرق آئے۔"

مرزا صاحب "اجی ملاقات کیسی؟ بس کہدیا ہے ابھی چلے جائیے یہاں سے۔"

بہار "اچھا بہتر۔ اب آپ یوں نہ مانیں گے۔ میں تھانے پہ جاتا ہوں۔"

مرزا صاحب "بسم اللہ۔"

میاں بہار تو لپکے ہوئے تھانے پر گئے۔ اور مرزا صاحب نے اندر جاکے جواہر سے کہا "میاں بہار تھانے پر گئے ہیں۔"

جواہر "بہار کون؟"

مرزا صاحب "وہی جو تمہارے ساتھ ہیں۔"

جواہر "ہے ہے تو اب کیا ہوگا؟ کیا مجھے اُن کے ساتھ پھر جانا پڑیگا؟"

مرزا صاحب "ایک ترکیب ہے۔ اب رات تو ہو چلی ہے۔ تم مردانے کپڑے پہن لو۔ اور میرے ساتھ چلی چلو۔ میرا ایک مکان شہر کے اُس جانب ہے۔ میں تمہیں لے چل کے وہاں پہنچا آؤنگا بس پھر کچھ اندیشہ نہ رہیگا۔"

جواہر "بہت خوب۔" مرزا صاحب نے ایک جوڑا مردانہ بی جواہر کے حوالے کیا اور پہنا کے اپنے ہمراہ لے کے روانہ ہوئے۔

جواہر ایک ایک سے بچتی اور ہر ایک کی صورت ڈر ڈر کے دیکھتی چلی جاتی تھی۔ جاتے جاتے دونوں ایک بڑی اور کشادہ سڑک پر پہنچے۔ یہ سڑک بہت آباد تھی۔ اور اس وقت ہجوم بھی زیادہ تھا ناگہان کوئی شخص جواہر کے پاس سے ہو کر گذرا۔ جواہر اس کو دیکھتے ہی سہم گئی اور خوف زدہ ہو کر مرزا صاحب کے دوسری جانب چلی گئی۔ وہ شخص ٹھہر گیا۔ اور ذرا غور سے دیکھ کر لپکا کہ جواہر کا ہاتھ پکڑ لے یہ کندن لال تھا۔ کندن لال کو جواہر کی طرف لپکتے دیکھ کر مرزا صاحب نے ڈانٹا بھلا کندن لال کب ان کی سننے والا تھا۔ انھیں کی طرف جھکا پڑتا۔ اور بڑھ کر مرزا صاحب کے پٹے پکڑ لیے۔ مرزا صاحب اور کندن لال سے کشتی ہونے لگی۔ سڑک کے اکثر آدمی سمٹ کر ان کے گرد ہو گئے۔ اور بیچ بچاؤ کرنے لگے۔ بی جواہر کو یہ موقع کافی ملا تھا اور ایک مرتبہ اسی طرح نجات بھی پا چکی تھیں۔ غرض آزادی حاصل کرنے کا مناسب وقت دیکھ کر چل کھڑی ہوئیں۔ اور گلیوں میں ہو کر خدا جانے کہاں کہاں کی خاک چھاننے لگیں۔ راستہ تو معلوم تھا نہیں۔ بیچاری جواہر گلیوں گلیوں بھٹکتی پھری اور ایک ایک سے پوچھتی رہی۔ مگر جناب مولوی صاحب کا مکان نہ ملنا تھا نہ ملا۔ پھرتے پھرتے بارہ بج گئے۔ اور سڑکوں پر سناٹا ہو گیا۔ اور وہ نازک پاؤں بالکل تھک گئے تھے۔ آخر مجبور ہو کر ایک دوکان میں جا کے پڑ رہی مگر نیند کسے آتی تھی کروٹیں بدل بدل کے صبح کے تڑکے نماز کے وقت اٹھی۔ کسی مسلمان کو سڑک پر جاتے دیکھ کر مولوی صاحب کے مکان کا پتا پوچھا۔ جب اُنھوں نے پتا بتایا روانہ ہوئی۔ خدا خدا کر کے مولوی صاحب کے مکان پر پہونچی اپنے گھر کا پتا لگایا۔ اور دروازے پر دستک دی نصیبن نے آ کے دروازہ کھولا مگر پوچھا نا انھیں کہ دروازہ کھلوانے والا کون ہے۔ نصیبن متحیر ہے کہ جواہر نے اندر قدم رکھا۔ نصیبن نے پوچھا "تم کون ہو؟" تو کہا "اندر آؤں تو بتاؤں گی" آواز پہچان کے نصیبن لپٹ گئی۔ اور بہت روئی۔ جواہر بھی اپنے حال پر بہت پھوٹ پھوٹ کے روئی۔ اور ساری سرگذشت بیان کی۔

نصیبن "بی بی تمھاری ہی ایسی نیک بی بیوں کے سبب سے دنیا آباد ہے۔ جس طرح تم نے عزت بچائی تمھارا ہی کام ہے"

جواہر "نصیبن۔ اب اس شہر سے کہیں اور چلنا چاہیے۔ یہاں رہنا دشوار ہوگا۔ اور بہت سے لوگ ہم سے دشمنی رکھتے ہیں۔ تم بھی میرے ساتھ چلو گی؟"

نصیبن "ضرور چلونگی۔ جب تک جیتی ہوں آپ کا ساتھ نہ چھوڑونگی"

جواہر "اچھا تو اسباب وسباب باندھو۔ اور ایک گاڑی ٹھہرا لو۔ آج ہی شام کو چلی چلو"
بی جواہر اور نصیبن نے مل کے اسباب باندھا۔ راستے کے لیے کچھ کھانا پکایا اور گاڑی پر بیٹھ کے
اسٹیشن روانہ ہوئین۔ گاڑیبان نے پوچھا "کون سے اسٹیشن چلون؟"
جواہر "اے وہ پار نہین ہے؟"
گاڑی گنگا کے کنارے پہنچی۔ کرایہ دیکر بی جواہر اور نصیبن پاپیادہ پل پر روانہ ہوئین۔ ہا ہے
وہی جواہر ہین جو پانی کی صورت دیکھتے ہی مچلی جاتی تھین۔ یہ خود نہین جاتی ہین۔ اُن کی تقدیر
لیے جاتی ہے۔ پار پہنچ کے تین گھنٹے تک ریل کے انتظار مین بیٹھی رہین۔ ریل کا وقت آیا
اور قبل اسکے کہ مسافر ریل پر سوار ہون وحشت اور گھبراہٹ مسافرون پر سوار ہوئی بی جواہر
اسباب کے پاس بیٹھی رہین اور نصیبن ٹکٹ لینے گئی۔ خدا جانے گھس پل کے کسطرح ٹکٹ ماسٹر
کی کھڑکی تک پہنچی اور کہا "دو ٹکٹ مجھے بھی دیدیجیے"
ٹکٹ بابو۔ (ہاتھ بڑھاکر) "لاؤ کہان کا ٹکٹ لیگا؟"
نصیبن "کہان کا؟ یہ تو معلوم نہین اچھا ٹھہریے پوچھ آؤن" یہ کہہ کے واپس آئی اور جواہر سے
کہا "بی بی کہان کا ٹکٹ لاؤن؟"
جواہر "ہان یہ تو ابتک معلوم ہی نہین کہ ہم کہان جائینگے۔ آگرے کا ٹکٹ لے لو"
نصیبن "بہت اچھا" کہہ کے پھر چلی تو جواہر نے کہا "اے اسقدر گھبرائی کیون جاتی ہو
روپے تو لیتی جاؤ۔ مگر خدا جانے کتنے روپے چاہیے ہونگے۔ اچھا لو یہ بیس روپے لیتی جاؤ جو روپے
ٹکٹ کے پڑین دیدینا۔ باقی پھیر لانا"
مختصر یہ کہ نصیبن ٹکٹ لائین اور دونون ریل پر سوار ہوکے آگرے روانہ ہوئین۔

ستروان باب

آج نوابصاحب تڑکے ہی سے اُٹھے ہین۔ دل مین وحشت اسقدر سمائی ہوئی ہے کہ کسی کام مین
دل نہین لگتا۔ ہاتھ پاؤن پھولے جاتے ہین۔ بات بات پر بگڑ پڑتے ہین۔ ایک ایک کو کاٹے
کھاتے ہین۔ اور حقیقت مین معاملہ بھی نازک تھا حقیقت کا مقدمہ تھا۔ ساری عزت اور
ساری وقعت اُسی چیز پر منحصر تھی جسکی نسبت گھڑی گھڑی اندیشہ پیدا ہوتا جاتا ہے کہ خدا نخواستہ
چھن نہ جائے۔ نماز ہی کے وقت سے گھر مین دعائین مانگی جا رہی ہین۔

گھر کی ایک ایک عورت ناک رگڑ رگڑ کے خدا کی درگاہ مین عاجزی کر رہی ہے۔ نواب قدسیہ بیگم انجم قدر۔ اسے تو بہ سٹر انجم کی نالائقی پر افسوس کر رہی ہین۔ کہہ رہی ہین "ہاے یہ کسی کام کا نہوا نہ میرا پاس ولحاظ ہے۔ نہ بڑے بھائی کا خیال کرتا ہے۔ نہ اپنے چچاؤن کی سنتا ہے۔ ہاے ابتو گھر مین آتا بھی نہین۔ چال نگوڑی ایسی لنگورون کی سی نکالی ہے کہ گھر بھر مین کسی کی نہین۔ دیکھون اُس کے ہاتھون میری قسمت مین کیا کیا لکھا ہے۔ اب بڑے بھائی پر نالش کردی۔ زمانہ بھر مین دستور چلا آتا ہے کہ علاقہ کا مالک بڑا بیٹا ہوتا ہے۔

اپنے چچاؤن کو بھی نہین دیکھتا کہ اُنکو کچھ نہین ملا۔ مگر اسے خدا جانے کن لوگون نے بہکا دیا ہے کہ مقدمہ لڑنے کو موجود ہوگیا" خیر عورتون کا گھبرانا جا ہے تھا۔ مگر ہمارے نواب صاحب اس درجہ بدحواس ہو رہے تھے کہ ایک ایک کام کو سو سو دفعہ کرتے تھے اور نہین بنتا تھا۔ آخر اُنکا شمار بھی تو قریب عورتون ہی مین تھا۔ خدا جانے بدحواسی مین کے دفعہ اُتار اُتار کے کپڑے پہنے۔ امام ضامن باندھے گئے۔ نواب صاحب ٹوٹکون اور نذر و نیاز ہی مین پھنسے ہوے تھے کہ آدمی نے پکار کے کہا۔

"مرزا بیدار بخت صاحب تشریف لائے ہین" یہ سُنتے ہی ان سب بکھیڑون سے پیچھا چھڑا کے باہر تشریف لائے۔ صاحب سلامت کے بعد ہاتھ ملایا اور بیٹھ گئے۔

مرزا بیدار بخت "آج تو آپ کے مقدمے کی تاریخ ہے"

نواب صاحب "جی ہان اب عزت خدا کے ہاتھ ہے"

مرزا بیدار بخت "نہین گھبرانے کی کوئی بات نہین۔ اس معاملے مین تو انجم قدر کے لیے کچھ نہین ہو سکتا۔ مین نہین سمجھ سکتا کہ اُنھین کس نے بہکا دیا۔ یہ بات تو خاص قانون کی رو سے طے پا چکی ہے کہ ہمیشہ اولاد اکبر جانشین ہوگی۔ محض انجم قدر کی عقلمندی ہے"

نواب صاحب "خدا سے تو ایسی ہی امید ہے۔ دعا فرمائیے"

مرزا بیدار بخت "نہین انشاءاللہ آپ ہی کامیاب ہونگے"

نواب صاحب "آپ بزرگون کی دعا سے مجھے یقین ہے"

فوجداری والے مقدمے کے دیکھنے بھالنے سے نواب صاحب کی طبیعت فی الجملہ نڈر ہوگئی تھی مگر پھر بھی بعض وقت دل ہی دل مین ڈرنے لگتے تھے۔ الغرض

وقت مقررہ پر نواب صاحب کچہری تشریف لے گئے - اُدھر سے مسٹر انجم بھی اپنے رفقا کے ساتھ اینڈتے بررتے مُنھ مین چُرٹ دبائے ٹمٹم پر سوار ٹرکی ٹوپی کا پُھندنا ہوا مین اُڑاتے داخل عدالت ہوئے -

آج مقدمے بہت تھے - تیسرے نمبر پر ایک بجے کے قریب انکا مقدمہ پیش ہوا - یہ مقدمہ بہت بڑا تھا دونون طرف سے دو بڑے بڑے بیرسٹر تھے دو ہی اظہارون مین شام ہوگئی مقدمہ دوسرے روز پر اُٹھ رہا - دوسرے دن بڑے بڑے جھگڑون اور طویل بحثون کے بعد حسب ایکٹ تعلقداران اودھ مسٹر انجم کا دعویٰ خارج کیا گیا اور فریدون قدر کو اپنے خرچے کی ڈگری ملی - مسٹر انجم مایوسی کے ساتھ گردن جُھکائے اپنے گھر گئے - نواب فریدون قدر کی مارے خوشی کے باچھین کھِل گئین - انگرکھے کے بند ٹوٹ گئے - مرزا فریدون قدر اور اُن کے دوست خوشی مین باہم اس طرح باتین کیا کیے کہ عدالت مین کھڑے کھڑے شام ہوگئی - جو آتا تھا مبارکباد دیتا تھا غرضکہ نواب صاحب بہادر شادان و فرحان احباب سے ملتے اور فقرا و مساکین کو روپے پیسے تقسیم کرتے ہوئے کچہری سے باہر نکلے - ہنوز جرٹ پر سوار نہوے تھے کہ جناب سررشتہ دار صاحب اپنا شریل ناریل گُڑگُڑاتے اور توند سنبھالتے تشریف لائے نواب صاحب نے سررشتہ دار صاحب کو آتے دیکھا تو سوار ہونے مین تامل کرکے رک گئے -

سررشتہ دار "نواب صاحب بہادر کو تسلیم - آج تو مقدمہ مزاج کے موافق ہی ہوا - وہ تو مین نے صاحب کو کل ہی سمجھا دیا تھا - وہ اُسوقت سمجھ گئے تھے - اسی لیے تو آج آتے کے ساتھ ہی دعویٰ خارج کر دیا - ہم تو بدل و جان حضور کے خیر خواہ ہین"

راوی "آپ کی خیر خواہی مین کیا شک ہے" نواب صاحب نے سررشتہ دار کی غرض سمجھکر علٰحدہ بُلا کے پچاس روپے کا نوٹ حوالے کیا - سررشتہ دار صاحب نے ہزار نخرے کیے - اور لڑ جھگڑ کے پورے ساٹھ کرائے تب پیچھا چھوڑا -

اہلمد "حضور ہم بھی مستحق ہین"

نواب صاحب "لیجیے اب اسوقت تو پانچ روپے حاضر ہین"

سوار ہونے ہی کو تھے کہ چپراسیون نے گھیر لیا "خدا سلامت رکھے ہم لوگون کا حق ملجائے حضور کی سخاوت مشہور ہے - آج تو ہم بے پورا انعام لیے نہ ہٹین گے"

نوابصاحب ''داروغہ صاحب کچھ انھین بھی دیدیجیے''
داروغہ صاحب نے بہزار مشکل انھین بے دے کے رخصت کیا۔حسب اتفاق کچہری سے مکان جاتے ہوے جج صاحب کا بنگلہ راہ مین ملتا تھا۔مقدمے کے جیتنے کی خبر تو تمام مشہور ہو ہی چکی تھی۔نوابصاحب کا اُدھر سے نکلنا تھا کہ ایک بڑا غول دوڑتا ہوا آیا۔اور نوابصاحب کو گھیر لیا۔
نوابصاحب ''تم لوگ کون ہو؟''
ایک ''حضور مین کھانسامان (خانسامان) ہون''
دوسرا ''مین بیرا ہون''
تیسرا ''مین صاحب کا دھوبی ہون''
چوتھا ''مین بہشتی ہون''
پانچوان ''مین صاحب کا سائیس ہون''
چھٹا ''مین مہتر ہون''
نوابصاحب کی جان عذاب مین پڑگئی جو کچھ پاس تھا بالکل صرف ہوگیا۔تھوڑی دور گاڑی بڑھی تھی کہ میان خانسامان دوڑتے ہوے آئے اور کہا۔خداوند ایک تو مین بھول ہی گیا تھا صاحب کی آیا رہ گئی۔اسوقت وہ میم صاحب کے پاس ہے۔سرکار کچھ اُسے بھی ملنا چاہیے نوابصاحب نے ہزارون قسمین کھائین کہ بھئی خدا جانتا ہے اب یہان اسوقت کچھ موجود نہین مگر بھلا وہ کب سنتا ہے۔اسے حضور آپ کے فقط فرما دینے کی ضرورت ہے۔بس داروغہ صاحب کو ایک اشارہ کر دیجیے۔داروغہ نے چوبدار سے ایک روپیہ قرض لیا اور اُسکے حوالے کیا غرض دے دلا کے۔بلکہ یون کہیے کہ جان بچا کے بمشکل تمام ودشواری مالا کلام گھر پہنچے۔

اٹھارھوان باب

مسٹر انجم مایوس ہوکے عدالت سے آئے تو نہایت ہی پریشان تھے۔نہ چہرے پر وہ رونق رہی اور نہ جنٹلمینی کا وہ زور رہا۔حکم یا اپنی قسمت کا فیصلہ سنتے ہی سناٹے مین آگئے۔اُن کو چپ چپ دیکھکر مصاحبین بھی رخصت ہوگئے۔

تنہائی مین مسٹر انجم نے دل سے یہ باتین شروع کین "وہ کیون؟ اب تو بہت بُری ہوئی؟ آخر اسکا نتیجہ کیا ہوگا؟ مجھے تو کبھی خیال بھی نہین گزرا تھا کہ آبائی ترکے سے اس طرح محروم رکھا جاؤن گا۔ اب یہ سب قرضہ کیونکر ادا ہوگا؟ تھوڑا نہ بہت اسّی ہزار کے قریب قریب قرضہ ہے۔ کل ہی سے مجھپر ڈگریان شروع ہو جائینگی"

افسوس یہ سب سامان قرضخواہون کے ہتّھے چڑھے گا؟ اب مین اپنی آنکھ سے دیکھون گا کہ یہ فرنیچر کوڑیون کے مول نیلام ہو رہا ہے۔

ہائے اب کیا ہوگا! بڑا غضب ہوا! مجھ سے یہ اپنی حالت نہ دیکھی جائیگی بھلا کون ایسی تدبیر ہے کہ اس مصیبت سے مجھے نجات ملے؟ اور اطمینان سے بیٹھ سکون؟ نہین کوئی تدبیر نہین مین نے یہ انگریزی وضع اختیار کی تھی اب غریبی مین اسکا نبھنا مشکل ہے۔ لوگ ہنسی مین اڑائین گے۔ اپیل بھی نہین کر سکتا۔ اب میرے پاس رہا کیا ہے کہ اپیل کرون۔ اور پھر حق ملنے کی امید نہین۔ فریدون قدر اس مقدمے سے اور دشمن ہو گئے ہونگے۔ وہ میری دشمنی مین کوئی بات نہ اُٹھا رکھین گے۔ گزارہ بھی نہ دین تو میرے لئے کچھ بھی نہین ہو سکتا۔ اب میرے لیے اسکے سوا کوئی تدبیر نہین ہے کہ وطن چھوڑ کے کہین چلا جاؤن۔

لڑکے پالے ہین یہ گزارے سے زندگی بسر کر لین گے۔ مگر مین تو اب اکیلا کسی طرف چلا جاؤنگا"

یہ منصوبہ دل مین ٹھہرا کے مسٹر انجم نے ارادہ کیا کہ سب سے چھپکر کسی اور شہر کو چلے جائین صندوقچہ کھول کے دیکھا تو کچھ کم چھ سو روپے کے نوٹ رکھے تھے اور تین چار اشرفیان پڑی ہوئی تھین۔ اسی کو غنیمت سمجھے۔ نوٹون کو تعویذ بنا کے بازو پر باندھا اور اشرفیان پاکٹ مین ڈال لین۔ چار جوڑے کپڑے لیے۔ اور رات کو سبکی آنکھ بچا کے اسٹیشن پر پہنچے۔

وضع تو وہی انگریزی تھی۔ مگر اس خوف سے کہ کوئی پہچان نہ لے ترکی ٹوپی پر پگڑی باندھ لی اور کوٹ پر ایک چادر اوڑھ لی۔ اب زمانے نے ذرا کفایت شعاری بھی سکھا دی تھی۔

عام لوگ جنکے سائے سے ہمارے دوست بھاگتے تھے۔ جنکو نیٹو بلکر کہا کرتے تھے انھین کے دھکے کھاتے ہوے اس کوٹھڑی تک پہنچے جسمین سے ٹکٹ ملا کرتا ہے۔ تھرڈ کلاس کا ٹکٹ مانگا۔ پوچھا گیا "کہان کا ٹکٹ لیجیے گا؟" سوچ کے کہا "جے پور"

مسٹر انجم سمجھے ہوے تھے کہ جے پور مین جاتے ہی نوکر ہو جائین گے ایک تو ویسی ریاست ہے دوسرے سب سے زیادہ امید اس لیے تھی کہ ان کے والد کے ایک بڑے دوست

مرزا محمد حیدر صاحب وہان تشریف رکھتے تھے۔

الغرض مسٹر انجم ٹکٹ لے کر ریل پر بیٹھے۔ مگر اتنی ہی دیر مین انکا غرور ٹوٹ گیا تھا۔ ان کے درجے مین پندرہ سولہ آدمی بھر ہوئے۔ مگر یہ بےچارے چپکے بیٹھے دیکھا کیے۔ دم نہ مارا۔

گاڑی کانپور کے اسٹیشن پر پہنچی۔ یہ خاص شہر کا اسٹیشن تھا۔ گاڑیان کھول دی گئین۔ اور لوگ اُترنا شروع ہوئے۔ دیکھا تو سب گاڑیان خالی ہوگئین۔ اور جتنے آدمی بیٹھے تھے سب اُتر پڑے۔ انھین اسقدر معلوم تھا کہ یہان گاڑی بدلی جاتی ہے۔ سمجھے کہ مجھے بھی اب دوسری گاڑی پر سوار ہونا پڑیگا۔ خود بھی اُتر پڑے۔ اور سب لوگ تو اُس طرف چلے جدھر سے باہر جانے کا راستہ تھا۔ مگر یہ بھوکے تھے دوسرے کچھ تہذیب نے پہلو مین گدگدایا۔ سیدھے ہوٹل پہونچے۔ ایک بوتل لمنیڈ خالی کی اور کچھ بسکٹ لے کے کھانے لگے۔ ہندوستانی تو تھے نہین کہ مر بھکون کی طرح جلدی سے فراغت کر لیتے۔ مہذب کھانا کھانا پڑا گھنٹہ بھر لگا دیا۔ ریل روانہ ہوگئی۔

مسٹر انجم کو کھانے سے فراغت ملی اور چلنے لگے تو خانسامان سے پوچھا "ریل کے بجے آئے گی؟"

خانسامان "ریل! ریل تو جا چکی؟"

مسٹر انجم "دوسری ریل کسوقت آئیگی؟"

خانسامان "دوسری کیسی؟ آپ کہان جائیے گا؟"

مسٹر انجم "جے پور۔"

خانسامان "آپ تو خود اُتر پڑے۔ یہی ریل تھی"

مسٹر انجم "ہم نے تو سنا تھا کہ کانپور مین ریل بدلی جاتی ہے"

خانسامان "جی ہان بدلی تو جاتی ہے۔ مگر آگے والے اسٹیشن پر بدلتی ہے۔ یہان دو اسٹیشن ہین"

مسٹر انجم "پھر اب کیا ہو؟"

خانسامان "مین کیا بتاؤن؟ ابھی اُس اسٹیشن پر گاڑی مل جائیگی۔ وہان مسافرون کو کئی گھنٹے ٹھہرنا پڑتا ہے۔ آپ بگھی کر کے وہان چلے جائیے"

مسٹر انجم نے ہوٹل کی فیس ادا کی اور بگھی کر کے ایسٹ انڈین ریلوے کے اسٹیشن پر پہنچے تھوڑی
دیر مین گاڑی آئی اور سوار ہو کے روانہ ہوے۔ جے پور مین مسٹر انجم مرزا محمد حیدر کا پتا پوچھتے ہوے
اُن کے مکان پر پہنچے۔ مرزا محمد حیدر نہایت خلق سے ملے۔ مسٹر انجم نے اپنے والد کے انتقال کا حال
بیان کیا تو اُنھین بڑا صدمہ ہوا۔ دیر تک افسوس کرتے رہے اُس کے بعد اُنھون نے مرزا فریدون بیدار
کا حال پوچھا۔ مسٹر انجم نے اُنکی بڑی شکایت کی۔ اور کہا "وہ بالکل نالائق ہین کسی کام کے
نہین۔" اسی ضمن مین مقدمے کا حال بیان کیا۔ جس سے مرزا محمد حیدر کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ
مسٹر انجم کس غرض سے آئے ہین۔ غرض بُری چیز ہوتی ہے۔ مرزا محمد حیدر کے تیور اُسیوقت سے
بدل گئے۔ جب سُنا کہ مسٹر انجم نوکری کی تلاش مین آئے ہین اُنھون نے بالکل بے توجہی اختیار کر لی
دوسرے روز مسٹر انجم کے منہ پر کہدیا کہ "تم بالکل ننگ خاندان ہو۔ تمھارے والد ماجد کس
عزت اور کس رتبے کے شخص تھے اور تم اپنی حالت دیکھو تمھین شرم نہین آتی! ایسے
نالائقون سے مجھے نفرت ہے مین ایسے لوگون کی صورت تک نہین دیکھنا چاہتا ہون۔"
مسٹر انجم کو یہ سُنکے اپنے حال پر نہایت افسوس معلوم ہوا۔ دل مین مایوس ہو گئے۔ اور سمجھ گئے
کہ مرزا محمد حیدر سے کچھ امید نہین۔ دو تین روز اور اُنھین کے مہمان رہے۔ مگر آخر مرزا محمد حیدر نے اپنے
آدمی کی زبانی یہ بھی کہلا دیا کہ "مین آپ کی زیادہ مہمانداری نہین کر سکتا اب آپ کہین
اور تشریف لیجائین۔"
مسٹر انجم سرا مین اُٹھ آئے۔ اور نوکری کی تلاش مین اِدھر اُدھر دوڑنا شروع کیا۔ برابر مایوسی ہوتی
جاتی تھی۔ اور روزگار کی کوئی صورت نہین نکلتی تھی۔ کئی مہینے مسٹر انجم کو یون ہی گزر گئے اور چونکہ
رئیس زادے تھے اسلیے کھانے وغیرہ کے مصارف کسی قدر اعتدال سے گزرے ہوے تھے
آخر جو کچھ سرمایہ پاس تھا وہ بھی آدھے کے قریب خرچ ہو گیا۔ اب نہایت حیران ہوے۔
ایک روز مسٹر انجم سیر کرتے کرتے وہان کے سرکاری باغ کی طرف نکل گئے۔ باغ دیکھ چکے
تو جانور خانے کی سیر مین مشغول ہوے دیکھتے دیکھتے کچھ ایسی فکر سوار ہوئی کہ جس کنوئین مین
ریچھ رہتا ہے اُسپر بیٹھ کے اپنی حالت پر غور کرنے لگے غور کرتے کرتے آنسو بھر آئے۔
پاکٹ سے رومال نکال کے آنسو پونچھے اور دل مین کہنے لگے "اب ہماری سب باتین بچیائی
گئی ہین دیکھین چند روز مین کیا ہوتا ہے۔ جب تک یہ روپے پاس ہین۔ یہ بھی ہے۔ آیندہ
بھیک مانگنے کی نوبت آئیگی۔"

یہ کہہ کے بے اختیار رونے لگے۔ کچھ دل ایسا اُچاٹ ہوا کہ وہان سے اُٹھ کھڑے ہوے اور شہر کی طرف روانہ ہوے۔ شہر کی گلیون کی خاک چھانتے اور اپنی فکرون مین ڈوبے چلے جاتے تھے کہ شام ہو گئی۔ اگرچہ سڑکون پر گیس کی روشنی تھی۔ مگر یہ گلیون مین تھے جہان چارون طرف اندھیرا تھا۔ کانون مین چھم چھم کی آواز آئی۔ چونکتے ہوے ادھر اُدھر دیکھنے لگے۔ غور سے دیکھا تو سامنے سے کوئی عورت چلی آتی ہے۔ اگرچہ اب فکرون نے وہ سب باتین بھلا دی تھین۔ مگر اصل مین مسٹر انجم بڑے زندہ دل شخص تھے جب وہ عورت قریب سے گزری تو اُسکی طرف ہٹ کے ایک دھکا رسید کیا جس مین زنانی آوازین سُنائی دیا وہ چھے تھے "وا این یہ چھین چھین کیسی؟" اتنا کہہ کے اُس عورت کو غور سے دیکھنے لگے۔ وہ بھی ایک فاحشہ عورت تھی اُنکو اپنے مطلب کا پاکے رُک گئی۔ اب ان سے اُس سے باتین ہونا شروع ہوئین۔ چند منٹ تو اصرار و انکار رہا پھر ناز و انداز ہونیلگے نتیجہ یہ ہوا کہ عورت ان کے ساتھ ہولی۔ ہمارے مفلوک الحال دوست اسوقت سب فکرون کو بھولے ہوے تھے۔ اُس عورت کو ساتھ لیے ہوے سڑک پر نکلے۔ روشنی مین صورت دیکھی تو ہزار جان سے عاشق ہو گئے۔ غرض یہ دونون سرا مین پہنچے۔ مسٹر انجم کے نزدیک یہ بڑی کامیابی کی رات تھی۔ اُنھون نے اُسکی بڑی خاطر مدارات کی۔ اور اپنے بقیہ سرمایہ کا ایک معتدبہ حصہ اس ناجائز مہمانداری مین خرچ کر دیا۔ مگر اس سے اُن کے مفید مطلب یہ امر ہوا کہ وہ عورت ان کو امیر اور متموّل سمجھنے لگی۔ خلاصہ یہ کہ عورت رات بھر رہی اور تڑکے اپنے گھر کو روانہ ہوئی۔

اب ضرورۃً مسٹر انجم کو خاص شہر مین کوئی مکان کرایہ پر لینا پڑا۔ دوسرے ہی روز ایک مکان مین اُٹھ گئے۔ اور اُنکی پریوش معشوقہ روز اُن کے ہان آنے لگی۔ چند روز بعد اُنھون نے اُس عورت کو اس امر پر راضی کیا کہ یہ اور وہ دونون کسی اور شہر کا راستہ لین پہلے تو کئی روز تک نہین نہین کرتی رہی۔ مگر آخر راضی ہو گئی۔ ہمارے دوست نے اُسے ساتھ لے کے اجمیر کا راستہ لیا وہ عورت بھی گھر سے کسی قدر متموّل تھی چھ سات سو روپے کا زیور پہنے تھی اور کچھ نقد روپیہ بھی ہمراہ لائی تھی۔ غرض مسٹر انجم قدرے کچھ روز اور بےفکری سے بسر کرنے کا سامان ہو گیا۔ مسٹر انجم اجمیر پہنچ کے وہان بھی نوکری کے لیے دوڑ دھوپ کرنے لگے جب ہر طرح کوشش مین تھک گئے تو مجبور ہو کے ارادہ کیا کہ کہین سوار ہی نوکری کر لین۔

اگرچہ فوجی نوکری کو اپنی عزت سے کم تصور کرتے تھے مگر قسمت سے مجبور ہو گئے چونکہ خوشرو اور بھاری بھر کم جوان تھے اسوجہ سے تھوڑی تک ودو کے بعد رسالے مین جگہہ مل گئی۔ اب انکی چہیتی پوری معشوقہ ہمراہ تھی اور رسالے کی نوکری تھی۔ اس زندگی کو اگلے دنون چاہے مسٹر انجم ناپسند کرتے ہون مگر فی الحال تو بہت خوشگوار خیال کرتے تھے۔ انکی معشوقہ واقعی معمول سے زیادہ حسین تھی۔ اور اُسکی نظر کا تیر بہت جلد سینے کے پار ہو جاتا تھا چندہی روز مین اُس نے ناز فروشی کا بازار لگا دیا۔ اور بیڑے کے بہت سے جوان اُس پر مرنے لگے۔ جنمین سے بعض تو ایسے تھے کہ ہر وقت تاک جھانک مین لگے رہتے تھے غرض وہ وقت بہت قریب آگیا کہ جو احسان مسٹر انجم نے اپنی معشوقہ کے شوہر کے ساتھ کیا تھا کوئی اُن کے ساتھ بھی کرے۔ کسی جوان سے اور انکی معشوقہ سے دلبستگی ہو گئی اور اس دلبستگی کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ اُسی جوان کے ساتھ نکل گئی۔

مسٹر انجم کو معشوقہ کی بیوفائی کا نہایت ملال ہوا۔ بہت کوشش کی کہ پتہ لگ جائے مگر کہین سراغ نہ لگا۔ یہی غنیمت سمجھنا چاہیے کہ جبتک وہ مسٹر انجم کے پاس رہی انھین اپنے اصلی سرمایہ سے کچھ نہین خرچ کرنا پڑا۔ کیونکہ وہ اپنی روزی اپنے ساتھ لائی تھی۔ جسمین سے تھوڑا بہت انھین بھی کھلا گئی۔ مگر اسقدر ضرور تھا کہ اُسکے خیال مین یہ اسقدر محو ہوے کہ نوکری سے دل کھٹا ہو گیا۔ وہ چلی گئی۔ مگر اُسکی محبت ان کے دل سے نہین جاتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھین خراب کر کے جائیگی اور ایسا ہی ہوا مسٹر انجم نے نوکری کی جانب سے غفلت کرنا شروع کی کئی بار ذلیل ہونی پڑی۔ بارہا مار بھی پڑی۔ اور آخرکار موقوف کر دیے گئے۔

مسٹر انجم وہان سے پریشان ہو کر جودھپور گئے جودھپور مین چند روز تو اِدھر اُدھر مارے مارے پھرے۔ نوکری کی تجسس مین اکثر لوگون سے ملے۔ بڑی مصیبتون سے وہان بھی سوارون مین جگہہ مل گئی اور قسمت پر شکر گزار ہو کے وہین سکونت اختیار کی۔

ایک روز مسٹر انجم گھوڑے پر سوار شہر کے صدقے ہوتے پھرتے تھے کہ ایک مکان پر نظر جا پڑی دیکھتے ہی نقش حیرت ہو کے رہگئے انکی معشوقہ ہوش ربا کوٹھے پر کھڑی ہوئی تھی چار آنکھین ہوتے ہی اُسنے نظر نیچی کر لی۔ انسے نہ رہا گیا چلا کے کہا کیون تم نے ایسی بیمروتی اختیار کر لی ہے
اُسنے جواب دینا تو درکنار مُنہ چھپا لیا۔ اور زیادہ شرم معلوم ہوئی۔ تو سامنے سے چلی گئی۔
مسٹر انجم کے دل مین جوش پیدا ہوا۔ آخر رئیس زادے تھے آنکھون مین خون اُتر آیا۔

دل مین کہنے لگے یہ انہو ہم اسے لیے ہی کے جائینگے ۔ یا ہم نہین یا وہ نہین جو اسے روکنا چاہئے بے تامل گھوڑے سے اُتر کے اُس مکان مین گھسے چلے گئے ۔ جس شخص کے ساتھ وہ عورت نکل آئی تھی اُسوقت نہ تھا ۔ ایک ماما تھی جس نے غل مچایا وہ ہے ہے یہ کیا غضب ہے ۔ وہ غل ہی مچاتی رہی اور مسٹر انجم نے لپک کے اپنی معشوقہ کا ہاتھ پکڑ لیا ۔ کھینچتے ہوے باہر نکال لائے ۔ اور گھوڑے کی پیٹھ پر لاد کے چلدیے ۔ مسٹر انجم کو یقین تھا کہ ان کا رقیب کسی بات مین کمی نہ کرے گا ۔ اپنی فرودگاہ پر پہنچتے ہی اسباب باندھا ۔ اور چلتے ہوے چونکہ معمولی راستہ چھوڑ کے روانہ ہوے تھے ۔ اسلیے اپنا گھوڑا اور راستے سے نے گئے ۔ دس بارہ روز مین جے پور پہنچے وہان گھوڑا بیچ ڈالا اور ریل پر سوار ہو کے آگرے کی سدھیان بھرین ۔ انکی معشوقہ دلمین سہمی جاتی تھی کہ آگرے پہنچکر خدا جانے یہ میری کیا گت کرینگے ۔ کس لیے کہ ایک دفعہ اُنکے ساتھ بیوفائی کر چکی تھی ۔ اس وجہ سے کچھ ایسی لگاوٹ بازیون کے ساتھ اُس نے اُن کی دلدہی کی اور اپنی میٹھی میٹھی باتون مین ایسا لبھایا کہ ہمارے دوست نے سارا گناہ معاف کر دیا اور اُسکی معذرت کے جواب مین یہ شعر پڑھدیا ۔

وہ ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا ۔ بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

خیر خدا خدا کر کے آگرے پہنچے ۔ اور ایک کرایے کے مکان مین سکونت اختیار کی معشوقہ کی جانب سے تو اطمینان حاصل ہو چکا تھا اب نوکری کی فکر ہوئی ۔ آگرے مین اِدھر اُدھر دوڑنے دھوپنے لگے ۔ فوجی لوگون سے بھی ملاقات کی ۔ اُمرائے شہر سے بھی ملے سبھی جگہ خاک چھانی مگر نوکری کی کوئی صورت نہ نکلنا تھا نہ نکلی ۔ پریشانی کے عالم مین اپنی گزشتہ حالت یاد آئی ۔ وہ اگلا اوج وعروج یاد کر کے بہت روئے ۔ اور زمانے کا رنگ دیکھ کر اور بھی صدمہ ہوا ۔ کیونکہ جنکے ہان سے کچھ اُمید ہوتی تھی اُنھین کی زبان سے نامرادی کے پھل ملا کرتے تھے ایک دن یہ تاج بی بی کے روضے کے گرد چکر لگا رہے تھے ۔ اُس جانب جدھر دریا ہے کچھ ایسی کیفیت نظر آئی کہ ٹھہر گئے اور سیر دیکھنے لگے ۔ دریا لہرین لے رہا تھا ۔ بائین ہاتھ کی طرف فاصلے پر پل بندھا ہوا تھا جو ایک سرخ جال کی طرح اس کنارے سے اُس کنارے تک دوڑتا چلا گیا تھا ۔ پل کے اسطرف قلعے کی بعض عمارات جھک کے دیکھنے سے نظر آتی تھین ۔ اور پل کے نیچے نیچے اُس کا عکس بہتے ہوے پانی سے بچا بچا کے گو حرکت کر رہا تھا مگر ایک ہی مقام پر ٹھہرا ہوا دکھائی دیتا تھا بار بعض قدیم عمارتون کے گنبد زمانے کے ظلم اور اپنی مظلومیت دونون باتون کا نشان دے رہے تھے ۔

اس کیفیت نے مسٹر انجم کے دل پر اسقدر اثر ڈالا کہ وہین فصیل پر بیٹھ گئے - اتنے مین کوئی اور صاحب بھی اُسی مقام پر آگئے - اور دریا کی رونق دیکھکر مسٹر انجم سے کہنے لگے "آجکل دریا بہت چڑھا ہوا ہے"

مسٹر انجم "معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے - جبھی پانی مین بہاؤ بھی زیادہ ہے"

شخص "دیکھیے وہ کشتی کسقدر تیز جا رہی ہے - حالانکہ بیچ دھارے مین نہین ہے"

مسٹر انجم "کیا دھارا وہان پر نہین ہے؟"

شخص "جی نہین دھارا تو (انگلی سے اشارہ کرکے) اُس مقام پر ہے"

مسٹر انجم "بجا ہے - مجھے یہان کے حالات بہت کم معلوم ہین"

شخص "کیون؟ کیا آپکا دولت خانہ یہان نہین ہے؟"

مسٹر انجم "میرا مکان لکھنؤ مین ہے"

شخص "لکھنؤ! تو بھلا ہم لوگون کی صحبت مین آپکا کیون دل لگنے لگا؟"

مسٹر انجم "آپ یہ کیا فرماتے ہین - مین خادم ہون"

شخص "ناحق تکلف کی آپ نے - یہان بھی لکھنؤ کے ایک صاحب ہین - وہان کے رؤسا مین سے ہین - اور یہان ذی مقدور ہین چند روز ہوے کہ صدر اعلیٰ ہوکر یہان آئے ہین"

مسٹر انجم "اُن کے نام سے آپ واقف ہین؟"

شخص "جی ہان - منشی سجاد حسین صاحب - آپ واقف ہین اُنسے؟"

مسٹر انجم "اُہوہ! منشی محمد سجاد حسین صاحب یہین تشریف رکھتے ہین! جی مین خوب واقف ہون"

شخص "آپ یہان کس مقام پر فروکش ہین؟"

مسٹر انجم "جی ایک مکان کرایے پر لیا ہے"

وہ شخص دل مین سمجھ گیا کہ شاید کسی مصلحت سے اپنا پتا نہین بتانا چاہتے ہین جبھی محلے کا نام نہین بتایا - سلسلہ کلام ختم کرکے کہنے لگا "اب مین رخصت ہوتا ہون - آپ سے ملکے مجھے بڑی خوشی ہوئی" یہ کہہ کے صاحب سلامت کے بعد وہ شخص چلا گیا -

مسٹر انجم یہین بیٹھے بیٹھے دل مین کہنے لگے "منشی محمد سجاد حسین یہین تشریف رکھتے ہین اُنسے ملنا چاہیے - وہ تو ابّا جان مرحوم کے بڑے دوست تھے - مجھے خوب یاد ہے جب آنکی پہرون ہمارے ہان نشست رہتی تھی - آنے کو تو بہت سے لوگ آتے تھے مگر ان سے بہت

پر وہ بر ہم تھی۔ بلکہ ابا جان کے سب دوستون سے زیادہ مجھے چاہتے تھے۔ اُن کو مجھ سے بڑی محبت تھی۔ اور واقعی میرے بزرگ ہین۔ انکے ذریعے سے ضرور مطلب حاصل ہو جائیگا۔ مین تو سمجھتا ہون کہ میری خوش قسمتی کا زمانہ آگیا۔ جبھی ایسے مربّی سے ملنے کی امید پڑی۔ اتنا کہہ کے مسٹر انجم خوش خوش اُٹھے اور دل مین طرح طرح کے منصوبے باندھتے گھر کو روانہ ہوے واپسی کے وقت پھر مقبرے کے اندر گئے۔ اور ویسی قدیم کاریگری اور معمارون کی نازک خیالی پر دیر تک حیرت کرتے رہے۔

مقبرے سے باہر نکلے اور نیچے اُتر کے ایک مستطیل حوض کے کنارے ہی کنارے جاتے جاتے پھاٹک سے باہر نکلے اور وہان سے قدم اُٹھایا تو اپنی فرودگاہ مین تھے گھر پر آکے دیکھتے ہین تو این گل دیگر شگفت کا مضمون پیش نظر ہوگیا۔ سارا گھر ڈھونڈ ڈالا مگر معشوقۂ بیری خصال کا کہین پتا نہین ”ہائے یہ کہان گئی! کیا پھر دغا دے ———— “

اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ دل بھر آیا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ جب ذرا طبیعت قابو مین ہوئی تو باہر نکل کے اِدھر اُدھر لوگون سے پوچھا۔ سبھون نے کانون پر ہاتھ رکھے اور کہا ”ہم کو کچھ خبر نہین“ مگر ایک پنساری کے نوجوان لڑکے نے اتنا بتایا کہ ”کوئی گھنٹہ بھر ہوا ایک خوبصورت سی کمسن عورت کچھ اسباب لیے اس مکان سے نکلی اور مجھ سے پوچھنے لگی کہ گاڑی کہان ملے گی؟ مین نے پتا بتا دیا۔ مگر اُسکی صورت کچھ ایسی پیاری تھی کہ نہ رہا گیا مین بھی اُسکے پیچھے روانہ ہوا۔ اور دوکان پر ایک اور لڑکے کو بٹھا دیا۔ اُس عورت نے تھوڑی دور بڑھ کے گاڑی کرائے پر کی۔ اور بیٹھ کے کہین چلی گئی“

مسٹر انجم ”تمھین کچھ معلوم ہے کہ وہ کہان گئی ہے؟“

پنساری ”اب یہ مجھے کیا معلوم ہے لیکن (رک کے) مین نے اُس سے پوچھا بھی تھا۔ مگر اُسنے کچھ جواب نہ دیا“

مسٹر انجم ”اچھا وہ کسطرف گئی یہ تو تمھین معلوم ہے؟“

پنساری ”(داہنے ہاتھ کیطرف اشارہ کر کے) اِدھر گئی“

مسٹر انجم ”کوئی اُسکے ساتھ بھی تھا؟“

پنساری ”نہین کوئی نہ تھا“

مسٹر انجم (ذرا سوچ کر) ”اور ہان تم نے کیا کہا؟ کچھ اسباب بھی اُسکے پاس تھا؟“

پنساری ”ہان ایک گٹھری بغل مین دبائے تھی“

مسٹر انجم یہ سب احوال دریافت کر کے مکان پر آئے اور کوٹھری میں جا کے دیکھا تو اور بھی حواس جاتے رہے جو کچھ جمع جتھا تھی سب ندارد۔ فقط تین سو روپے کے نوٹ رہ گئے جو اُن کے بازو پر بندھے تھے اور دس بارہ روپے اُن کی پاکٹ میں پڑے ہوئے تھے اس کے علاوہ گھر میں جو کچھ تھا سب غائب تھا۔ بیچارے نہایت حیران و پریشان ہوئے دل میں کہنے لگے "افسوس! میں نے بہت بُرا کیا کہ جان پر کھیل کے اُسے نکال لایا۔ واقعی عورت کا کچھ اعتبار نہیں خدا نہ کرے کہ عورت کے دل میں بُرائی آ جائے۔ آخر میں نے اُس سے کونسی بُرائی کی تھی یہی کہ اُس پر جان دیتا تھا۔ اور ہر وقت ناز برداری کیا کرتا تھا۔ اُسکے لیے میں نے اپنی نوکری بھی کھوئی مگر اُس ظالم کے دل پہ کچھ اثر نہ ہوا۔ اب مجھے اُس سے کچھ غرض نہیں۔ اگر مل بھی جا تو اُسکی طرف متوجہ نہ ہونگا"

دل سے اسقدر باتیں کر کے مسٹر انجم بہت روئے۔ اپنی بدقسمتی پر دیر تک افسوس کرتے رہے آخر روتے روتے سو گئے۔

اُنیسواں باب

دو بھائی رام پرشاد کہو اب دوکان کی کیا کیفیت ہے؟ کام اچھی طرح چلے جاتا ہے؟ وہ جو بارکین کی کھیپ تم نے منگائی تھی آئی؟ بارکین کی بکری کا آجکل کیا حال ہے؟ سنا ہے ڈیرہ ضلع پرتابگڑھ میں عبدالستار پارچہ باف نے عمدہ عمدہ کپڑے ایجاد کیے ہیں۔ اُن کپڑوں کی آجکل بہت بکری ہے۔ بڑی قدر سے لیے جاتے ہیں۔ ولایتی کشمیرہ اُنکے سامنے مات ہو چلا ہے۔ اور پھر سستے بھی بہت ہیں۔ کچھ کپڑا وہاں سے ضرور منگاؤ بڑا نفع ہوگا"

رام پرشاد "بابو صاحب تعریف تو ہم نے بھی سنی ہے۔ کئی دفعہ ارادہ کیا مگر نوبت نہیں آئی آئیے ہم آپ دونوں شریک ہو کے تھوڑا کپڑا منگوا لیں"

بابو "ہمارے ہاں تو آجکل روپے کا بہت توڑا ہو گیا ہے۔ روپے کی کچھ نکاسی ہو تو منگوا لیں گے"

رام پرشاد "ہاں تمہارا روپیہ بہت پھیلا ہوا ہے کوئی پانچ چھ ہزار تو مرزا انجم قدر ہی کے ذمے ہوگا۔ اب اُنسے وصول کرو زیادہ غفلت کرو گے تو ڈوب جائیگا"

بابو "ارادہ ہے نالش کر دیں یوں تو اُس روپے کی نکاسی کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی جب ڈگری ہو گی اور وارنٹ جاری ہوگا تب تھوڑا بہت وصول ہو جائے گا"

یہ سنکے ایک اور شخص جو پاس ہی بیٹھے ہوے تھے بولے "وہ انجم قدر تو آج رات کو کہین چلے گئے"
بابو۔ گھبراکر "کہان چلے گئے؟ پرسون تو مجھ سے ملاقات ہو چکی ہے۔ کہتے تھے پندرہ بیس روز
مین روپیہ کا بندوبست کر دونگا"
شخص "وہ تو پرسون آپ سے ملے ہونگے۔ آج رات کو وہ کہین چلے گئے۔ اُنکے گھر مین رونا پڑا ہی"
بابو "آخر کہان گئے ہ؟"
شخص "یہی تو معلوم نہین۔ خدا جانے کدھر نکل گئے کل اُنکا مقدمہ ہر گیا۔ بس اسی صدمے
مین چلے گئے"
بابو "ارے تو ہمارا روپیہ ڈوب گیا! ہاے ہم تو بالکل لٹ گئے"
رام پرشاد "جلدی دوڑ دھوپ کرکے جو کچھ ہاتھ لگ سکے وصول کرلو۔ ورنہ ایک
کوڑی نہ ملے گی"
بابو "ہاے تھوڑا نہ بہت پانچ ہزار چھ سو روپیہ تھا۔ ارے اب کیا ہوگا؟ مین اب کہان
جاؤن؟ کس کے آگے سر دے مارون بڑا غضب ہو گیا"
رام پرشاد "اُنکے بڑے بھائی سے ملو"
بابو "وہ کیا کرین گے۔ مین کہین کا نہ رہا" بابو کی اب یہ کیفیت تھی کہ منہ سے ثابت بات نہ نکلتی
تھی چہرے پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا۔ بے تحاشا زار و قطار رونے لگے "ہاے مین تو
بے موت مرگیا۔ سارا کاروبار بگڑ گیا۔ دو ہی چار روز مین دوالہ نکل جائیگا"
رام پرشاد "بابو زیادہ ہاتھ پاؤن نہ پھیلادو۔ اب جو کچھ مل جائے غنیمت سمجھو۔
ایک تو نالش کرکے اُن کے گھر مین جو مال اسباب ہے اُس کو قرق کرالو دوسرے دوڑے ہوے
مرزا فریدون قدر کے پاس جاؤ اور اُنکی خوشامد کرو کہ اُنکے گزارے کا روپیہ تمھین کو دیا کرین
دو ہزار روپے سال گزارے کا ہے اگر تم کو دینے لگین گے تو تمھارے روپے کی نکاسی
ہو جائیگی"
بابو کو رام پرشاد کی یہ راے بہت پسند آئی اُسیوقت مرزا فریدون قدر کے ہان دوڑا گیا۔
مرزا فریدون قدر نے کہا "کہو بابو صاحب آج کہان آے؟"
بابو "حضور مین تو کسی کام کا نہین رہا۔ اب کیا کرون۔ تباہ ہو گیا۔ بالکل لٹ گیا"
فریدون قدر "کچھ کہو تو سہی؟"

بابو۔ "بس آپ کی پرورشتی ہو تو بچ سکتا ہون نہین تو حضور مین کسی کام کا نہ رہونگا"
فریدون قدر۔ "کچھ کہو تو سہی؟"
بابو۔ (روکر) "حضور انجم قدر بھاگ گئے"
فریدون قدر۔ "ہان ابھی ابھی مین نے بھی سُنا ہے"
بابو۔ "میرا چھ ہزار روپیہ اُنکے ذمّے باقی تھا سب ڈوب گیا۔ مین تو مُنھ دکھانے کے قابل نہین رہا"
فریدون قدر۔ "پھر اس بارے مین مین کیا کرسکتا ہون؟"
بابو۔ "آپکی مہربانی ہو تو میری عزت بچ سکتی ہے"
فریدون قدر۔ "آخر کچھ بھی اس مین میرا کیا اختیار ہے۔ کچھ مین نے تو اُنھین بھگا دیا نہین"
بابو۔ "یہ نہین سرکار اُنکے گزارے کا روپیہ مجھی کو دیدیا کیجیے"
فریدون قدر۔ "نہین ایسا نہین ہو سکتا"
بابو۔ (قدمون پر ٹوپی رکھکر) "سرکار مین مر جاؤنگا۔ مین آپکا غلام ہون۔ اگر آپ توجہ نہ کیجیے گا تو مین کسی کام کا نہ رہونگا"
فریدون قدر۔ "یہ بھلا کیونکر ہو سکتا ہے۔ اُنکے گزارے کا روپیہ اُنکی بی بی کو ملیگا"
بابو۔ "حضور وہ تو امیر ہین۔ ہر طرح اچھی رہین گی مگر مین مر جاؤنگا"
فریدون قدر دل مین سوچے کہ انجم قدر نے میرے ساتھ دشمنی تو کی ہے پھر مین کاہیکو کوئی بات اُٹھا رکھون۔ اور مفت مین بابو پر احسان ہو جائیگا۔ یہی مناسب ہے کہ یہ روپیہ بابو کو دیدیا جایا کرے دل مین یہ منصوبہ کرکے فریدون قدر نے کہا "اچھا بابو صاحب اب یہ روپیہ آپ ہی کو دیدیا جایا کریگا آپ کی خاطر ہے"
بابو۔ (سلام کرکے) "سرکار بڑی پرورشتی کی ورنہ مین مر جاتا"
تھوڑی دیر بیٹھکے بابو یہان سے اُٹھکے خوش خوش دوکان پر گیا۔ رام پرشاد ابھی تک بیٹھا ہوا تھا پوچھنے لگا "کہو کیا ہوا؟"
بابو۔ "بڑی مشکلون سے اُنھون نے منظور کیا۔ مین نے بہت خوشامد کی تو جاکے راضی ہوے ہین"
رام پرشاد۔ "یہ بہت اچھا ہوا۔ ایک ہی سال مین تمھارا روپیہ ادا ہو جائیگا۔ دو ہزار روپیے سے کچھ زیادہ ہی اسطرح وصول ہو جائیگا۔ جو کچھ باقی رہجائیگا وہ دوسرے سال ملجائیگا"
بابو۔ "تمھاری رائے ہے کہ نالش کرکے قرقی کرالی جاے؟"

رام پرشاد "ہان ہان جی دیر نہ لگاؤ۔ اُنپر اور بھی بہت سے لوگون کا قرضہ ہے۔ وہ تو کوئی اسّی ہزار کے قرضدار تھے۔ دو ہی چار روز مین نالشین ہونا شروع ہو جائینگی۔ تم لیسے مین نالش کر کے اپنے روپیہ کی نکاسی کر لو۔ تم قرقی نہ کراؤ گے تو اور لوگ کرالین گے۔ یہ مال بیچ تھوڑے ہی سکتا ہے"

بابو "مرزا فریدون قدر کے خلاف تو نہ ہوگا۔ وہ گزارے کا روپیہ موقوف کر دین گے تو مین کہین کا نہ رہونگا"

رام پرشاد "اجی وہ تو انجم قدر کے خلاف ہین۔ نالش کی وجہ سے دشمنی ہو گئی۔ اسی سے تو گزارے کے بارے مین اُنھون نے تم سے حامی بھر لی ورنہ لاکھ بیس تو دیتے نا۔ انجم قدر کے مال و اسباب کی قرقی کرانے سے وہ خفا ہونگے کیا بلکہ خوش ہون گے۔ تم دیر نہ لگاؤ چھوٹتے ہی نالش کر دو"

بابو "نہین ضرور پوچھنا چاہیے"

دوسرے روز بابو نے جا کے مرزا فریدون قدر سے راے لی۔ فریدون قدر تو انجم قدر کے دشمن ہو ہی رہے تھے۔ یہ بھی خدا جانے کیا سبب تھا کہ اُنھون نے گزارے کا روپیہ دینے سے پہلے انکار کیا تھا غرض وہ راضی ہو گئے۔ بلکہ اور تاکید کر دی کہ ضرور نالش کر دو اور جو کچھ مال و اسباب ہاتھ لگے قرق کرا لو۔

بابو مرزا فریدون قدر کے ہان سے اُٹھ کے سیدھے عدالت گئے اور عرضی دعویٰ تیار کرا کے نالش دائر کر دی۔ نالش کے دوسرے ہی تیسرے روز عدالت مین درخواست دی کہ مدعا علیہ کے مال و اسباب کے ہٹا دیے جانے کا خوف ہے۔ اور اُسکی بی بی اس نالش کا حال سُنکے ابھی سے بند و بست مین ہے۔ لہذا امیدوار ہون کہ قرقی قبل از ڈگری جاری کر دی جاے تاکہ مال زیر حراست عدالت رہے۔ اور مدعی کا زر واجبی وصول ہو سکے۔ یہ درخواست منظور ہوئی اور قرقی جاری ہو گئی۔

مسٹر انجم کی بی بی شوہر کے غم مین اندوہگین بیٹھی تھین بچے اور محل کی عورتین ابھی جی بھر کے رو بھی نہین چکی تھین کہ بابو صاحب عدالت کے چپراسی لیے ہوے نازل ہوے۔ گھر بھر مین کہرام پڑ گیا۔ لوگون کے حواس غائب ہو گئے۔ اسوقت اتنی مہلت کہان کہ کوئی چیز ہٹائی جاے۔ تمام مال و اسباب قرق ہونا شروع ہوا پہلے چپراسی اُس مردانے کمرے مین گئے

جہاں مسٹر انجم کی نشست رہا کرتی تھی۔ افسوس وہ تمام فرنیچر جسے بیچارے انجم قدر نے خدا جانے کس قدر روپیہ صرف کرکے اور کیسی کوششوں سے فراہم کیا تھا آج یہ لوگ بے قدری سے اٹھا رہے ہیں۔ انجم قدر کا بڑا لڑکا آسمان جاہ جس کا سن شاید پانچ چھ برس کا ہوگا اپنی انا کے ساتھ کھڑا یہ کیفیت دیکھ رہا ہے۔ اور بار بار انا کی طرف دیکھ کے کہتا ہے "اے انا یہ سب اسباب کیوں اُٹھائے لیے جاتے ہیں؟" انا دل میں تو روتی ہے۔ مگر ظاہر میں دلاسا دینے کو کہتی ہے "تمھارے ابا نے منگا بھیجا ہے۔ یہ انھیں کے پاس پہنچا دیئے جائیں گے۔"

بابو صاحب نے بڑی ہوشیاری سے تمام میزیں اور کرسیاں اٹھوائیں۔ دیواروں پر سے گھڑیاں اور دیوارگیریاں اُتاریں۔ قدِ آدم آئینے جو ادھر اُدھر لگے ہوئے تھے اُنکو احتیاط سے باہر نکالا کہ کہیں ٹھیس نہ لگ جائے۔ تمام شیشہ آلات کو یکجا کرکے علیحدہ رکھا۔ اور الماریاں کھولنا شروع کیں۔ الماریوں میں جو نکلا اپنے قبضے میں کیا۔ ایک الماری میں ایک باجا نکلا جو شیشے کے قالب میں اُترا ہوا تھا اور کوک دینے سے بجتا تھا۔ اُس باجے کو دیکھتے ہی آسمان جاہ نے دوڑ کے بابو کا دامن پکڑ لیا اور بھولے پن سے کہا "یہ باجا ہم نہ دینگے یہ تو ہمارا ہے۔" اس پر انا پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔ بابو نے بے رحمی کے ساتھ آسمان جاہ کو جھٹک کے الگ کر دیا۔ آسمان جاہ نے چلا چلا کے رونا اور کہنا شروع کیا "یہ تمھیں ہم نہ لیجانے دینگے۔" انا نے چمکار کے بلایا اور کہا "بیٹا تم یہاں چلے آؤ۔ انھیں لیجانے دو ہم تمھیں منگوا دینگے۔" آسمان جاہ ایک امیرانہ مزاج کا ضدی لڑکا تھا۔ وہ کب کا ماننے والا تھا مچل گیا۔ آخر جسطرح بن پڑا انا اندر اُٹھا لے گئی اور عورتوں نے دم دلاسا دے کے بہلا لیا۔ مگر محل بھر میں جو تھا اُسکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

بابو صاحب نے بیرونی مکان خالی کر لیا تو اندر کا رُخ کیا۔ پردہ کرا کے وہاں کا سب مال و اسباب باہر نکالا۔ الغرض گھر بھر میں جھاڑو دیدی۔ اور اسباب مزدوروں پر لدوا کے چلتے ہوئے۔ افسوس انجم قدر کی ناتجربہ کاری اور ناعاقبت اندیشی نے اس حالت کو پہنچا دیا!

وہ تو اچھے رہے مگر بیچاری عورتوں کو اُنکی مصیبت اپنے سر اُٹھانا پڑی ہائے۔ خدا نہ کرے کوئی ایسا نافہم ہو۔

اسوقت کوئی انجم قدر کی بی بی کا دل ٹٹولے۔ ایک بچہ بے فکری کے ساتھ سامنے کھیل رہا ہے اور ایک گود میں لیٹا ہے اس چھوٹے بچے کو ابھی تک تو انا دودھ پلاتی تھی اب بیچاری

مان ہی پلائے گی۔ نظر اٹھا اٹھا کے چاروں طرف دیکھ رہی ہے مگر وہ امیرانہ سامان اور وہ خوبصورت خوبصورت نظر فریب چیزیں کسی طرف نظر نہیں آتیں جو اس سے ایک گھڑی پیشتر محل سرا کو رونق دے رہی تھیں۔ اس غریب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ کئی روز پیشتر سے یہ آنسو جاری تھے۔ مگر پہلے تو انجم قدر کی مفارقت کے صدمے سے جاری ہوئے تھے اور اب اس بیکسی اور بے بسی کی حالت پر نکلے ہیں۔ ہائے جو مصیبت اس رئیس زادی پر پڑی ہے خدا کسی پر نہ ڈالے۔ مگر نازک دل اور دردمند لوگ بیتاب ہو جائیں گے جب سنیں گے کہ لکھنؤ کے عالیشان محلوں کی پرانی اور بے مرمت چھتوں کے نیچے ایسی ایسی ہزاروں امیرزادیاں بیٹھی ہیں۔ اے خدا تو اس شہر پر رحم کر۔

بیسواں باب

افسوس بیچارے مسٹر انجم بدحواس مارے مارے پھرتے ہیں۔ مگر معشوقۂ بے وفا کا کہیں پتا نہیں ملتا۔ اب ان کے چہرے پر ایک جنون کی سی کیفیت طاری ہوتی جاتی ہے کیا کہیں دل کے ہاتھوں سے سخت پریشان ہیں دل ہی کی امنگوں کا ایک وہ ولولہ تھا جس نے گھر سے نکالا خانمان برباد کیا۔ اور دل ہی کے جذبات یہ بھی ہیں جنکے ہاتھوں اس وقت آگرے کی سڑکوں اور گلیوں میں کھنچے کھنچے پھرتے ہیں واقعی ایک امیرزادے کی ایسی تباہی نہایت عبرت ناک ہے۔ خود انھیں تو اس وقت صرف اپنی معشوقۂ نازک ادا کی مفارقت کا غم ہے۔ مگر ہم انھیں دیکھ دیکھ کر ہندوستانی رؤسا خصوصاً مسلمانوں کے ادبار کو یاد کرتے ہیں۔ اور کلیجا ہاتھوں سے تھام لیتے ہیں۔ خدا دشمن پر بھی ایسی مصیبت نہ ڈالے۔

مسٹر انجم اس روز دن بھر اپنی بیوفا معشوقہ کی تلاش میں رہے۔ اپنے نزدیک کوئی جگہ ڈھونڈنے کو نہیں چھوڑی۔ آخر تھک کے اپنی فرودگاہ کو واپس آئے۔ رات ہو چکی تھی بیچارے نے کھانا بھی نہیں کھایا اور بڑی حسرت مندی کے ساتھ پلنگ پر پڑ رہے۔ اس پریشانی میں نیند کیا خاک آتی۔ رات بھر روتے اور حور گم گشتہ کو یاد کرتے رہے خیالی پیکر یار پر نظر جانے سے کب فرصت ملتی تھی کہ تارے گنتے۔ ایک حسرتناک سکوت اور سناٹا تھا کہ کروٹ بدلنے کی بھی مہلت نہیں ملتی تھی۔

صبح ہوئی تو رات بھر کی جاگی ہوئی آنکھوں کو ملتے اُٹھے۔ اپنی نازنین ہم پہلو کے دیکھنے کی ایکبار اور کوشش کی ایک یاس کی نظر سے چارون طرف دیکھا۔ مگر ہائے ناکامی ہوئی۔ اس تھیتے مین کپڑے پہننے لگے کہ آج پھر اپنے دل کے چور کی تلاش مین نکلین۔ اتنے مین وہ وقت یاد آگیا جب تاج بی بی کے روضے کی سیر مین مشغول تھے۔ معاً اُن صاحب کا خیال آگیا جنسے باتین ہوئین تھین اور ساتھ ہی منشی سجاد حسین صاحب صدر الصدور یاد آئے۔ دل مین کہنے لگے "اگرچہ دنیا مین کسی کا اعتبار نہین رہا اور جس سے کوئی امید کی اُسی نے اور زیادہ مایوسیون مین مبتلا کیا۔ مگر منشی سجاد حسین کی جانب سے اسقدر نا امیدی نہین ہو سکتی۔ وہ خالی ابا جان کے دوست ہی نہ تھے بلکہ مجھسے اُنھین خاص اُنس بھی تھا۔ گو اس حالت مین اُنھین صورت دکھانا خاندان کا نام ڈبو دینا ہے۔ مگر آخر کیا کیا جائے۔ بسر کی کوئی تو سبیل ہونی چاہیے۔ آؤ آج اُنھین کے پاس چلون۔ یہ بھی ایک قسمت آزمائی ہے" دل مین یہ خیال کرکے جو کپڑے پہن چکے تھے اُتار ڈالے اور دوسرے کسی قدر پُر تکلف کپڑے پہن لیے۔ جہان تک بن پڑا اپنی حیثیت درست کی اور منشی سجاد حسین کی کوٹھی کو روانہ ہوے۔ راستے مین معشوقہ کا خیال آیا افسوس کے ساتھ کہنے لگے "ہائے اسطرح دغا دے گئی! مگر اب مین بھی اُسکی طرف سے دل سخت کیے لیتا ہون۔ جب اُسکو میرا خیال ہی نہین تو مین اُسکے پیچھے اپنے تئین کیون خراب کرون؟ اچھا اب یہ سوچ لینا چاہیے کہ منشی محمد سجاد حسین صاحب سے کس طرح ملاقات کیجائے اور کیا غرض ظاہر کی جائے اور کس قسم کی باتین کی جائین۔ مگر مین چلا کہان جاتا ہون؟ اُنکا مکان تو معلوم ہی نہین۔ کسی سے پوچھنا چاہیے" مسٹر انجم فکرون کے دریا سے اُبھرے اور سڑک پر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ ایک مرد آدمی کو دیکھ کر پوچھا "کیون حضرت آپکو معلوم ہے کہ منشی محمد سجاد حسین صاحب کہان تشریف رکھتے ہین؟" اُنھون نے دریافت کیا "کون منشی سجاد حسین صاحب؟" کہا "وہ جو یہان صدر الصدور ہین" وہ صاحب بولے "وہ تو یہان سے بہت دور رہتے ہین۔ اس سڑک پر سیدھے چلے جایئے۔ کوئی میل بھر جاکے داہنے ہاتھ کو سڑک گئی ہے اُدھر مڑ جایئے گا۔ وہان سے آگے بڑھ کے پوچھ لیجیے گا۔ معلوم ہو جائیگا" مسٹر انجم نے اُنکا شکریہ ادا کیا اور روانہ ہوے۔

غرض پوچھتے پاچھتے پہنچے۔ منشی سجاد حسین کے دروازے پہنچکر دربان سے پوچھا "کیا منشی محمد سجاد حسین صاحب اسی مکان مین تشریف رکھتے ہین؟" دربان نے کہا "جی ہان"

اتنا سننا تھا کہ مسٹر انجم نے قدم اندر بڑھایا۔

دربان "ہاں۔ہاں ٹھہریے تو۔ادھر سنیے"

مسٹر انجم کب سننے والے تھے بے تکلف بڑھے چلے گئے۔

دربان۔(جھلا کر) "اجی سنتے ہو کہاں جاؤ گے؟"

مسٹر انجم بھلا ان باتوں کے کب متحمل ہو سکتے تھے۔غصے میں زبان سے وہی جملہ نکل گیا جو جنٹلمینی کے زمانے میں انکی زبان پر منجھا ہوا تھا۔بولے "او یو فول۔اسٹوپڈ" وہ کسی ایسے ویسے رئیس کے ہاں کا دربان نہ تھا۔بگڑ کھڑا ہوا۔بڑھ کے ہاتھ پکڑ لیا اور کھینچ کے باہر کر دیا۔

مسٹر انجم دل میں بہت خفیف ہوئے۔افسوس وہ تو فقط خفیف ہو کے رہ گئے مگر ہمارے دل کو بڑی چوٹ لگی۔ہائے یہ رئیس زادے اپنی نالائقی کے ہاتھوں کیسی کیسی ذلتیں اٹھاتے ہیں۔ غرض مسٹر انجم پھاٹک کے باہر بے عزتی کی وضع میں کچھ دیر کھڑے رہے۔

دربان "کہاں جاؤ گے؟"

مسٹر انجم "جنکا مکان ہے اُن کے پاس۔اور کس کے پاس؟"

دربان "تو کہتے کیوں نہیں؟ اپنا نام بتاؤ کہ اطلاع کر دی جائے"

مسٹر انجم "بس یہی کہہ دو کہ لکھنؤ سے ایک شخص آیا ہے"

دربان "آخر نام تو بتاؤ۔وہ پوچھیں کون آیا ہے تو کیا جواب دیا جائے؟"

مسٹر انجم "نہیں بس اسی قدر کافی ہے"

دربان "کس طرح کافی ہے؟"

مسٹر انجم "تم کہہ دو جا کے"

غرض دربان نے اطلاع کرائی۔تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ اجازت ہے۔مسٹر انجم ہزار خرابی بصرہ اندر گئے۔اور منشی محمد سجاد حسین کے قریب بیٹھ گئے۔کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور آپس میں باتیں ہو رہی تھیں۔منشی محمد سجاد حسین صاحب اُن باتوں کی طرف اس درجہ متوجہ تھے کہ مسٹر انجم کا اُنھوں نے خیال بھی نہ کیا۔مسٹر انجم دل میں کہہ رہے تھے "ایں! ایسے تو بات بھی نہیں پوچھتے۔کیا یہاں بھی ناامید رہونگا؟ خدا جانے مجھے پہچانا بھی کہ نہیں۔"

اتنے میں وہ باتیں تمام ہوئیں اور منشی محمد سجاد حسین صاحب مسٹر انجم کی طرف متوجہ ہوئے۔

سجاد حسین "آپ لکھنؤ سے تشریف لائے ہیں؟"

مسٹر انجم "جی ہان کمترین لکھنؤ سے حاضر ہوا ہے"

سجاد حسین "اسم شریف"

مسٹر انجم "خاکسار کو انجم قادر کہتے ہین"

راوی "این کیا آپ مسٹر انجم نہین ہین؟"

سجاد حسین - (غور کر کے) "انجم قدر! کیا آپ نواب ثریا جاہ مرحوم کے صاحبزادے ہین؟"

مسٹر انجم "جی ہان" اتنا کہا اور شرم سے گردن جھکا لی -

سجاد حسین - (کھڑے ہو کر) اے صاحب ادھر آئیے بغلگیر ہو لیے - مین نے مطلق نہین پہچانا"

مسٹر انجم "بجا ارشاد ہوا - جن باتون کو مدتین گزر گئی ہون انکا یاد رہنا بھی خالی از تعجب نہین" یہ کہکر اُٹھے اور بغلگیر ہوے -

منشی سجاد حسین "نہین اس سبب سے نہین - آپ کی صورت ہی بالکل بدل گئی - گویا آپ وہ رہے ہی نہین - اُن دنون آپ کا سن بہت کم تھا - اور آپ بالکل بچے تھے - اور مین دیکھتا ہون آپ پریشان سے معلوم ہوتے ہین - رنگ سانولا ہو گیا ہے - خیریت تو ہے؟"

مسٹر انجم "جی شکر ہے - مگر ہان زمانے نے تنگ کر دیا"

منشی سجاد حسین "کیون؟ کیون؟"

مسٹر انجم "ابا جان کے انتقال کے بعد ریاست پر بھائی صاحب کا قبضہ ہو گیا - اُنکا حال آپ جانتے ہی ہونگے کہ بالکل پرانے خیال کے آدمی ہین - آدمیت کہین چھو نہین گئی ہے - اسی وجہ سے میرے اُنکے موافقت نہو سکی اور مجھے وطن چھوڑنا پڑا"

منشی سجاد حسین "آپ نے بہت بُرا کیا کہ وطن چھوڑ دیا جس طرح ممکن ہوتا آپ کو اُنھین کا ساتھ دینا چاہیے تھا"

مسٹر انجم "مین نے کہا کہ ملک خدا تنگ نیست - پاے مرا لنگ نیست"

منشی سجاد حسین "یہ آپ کی ناتجربہ کاری تھی - آپ کو نہین معلوم کہ بڑے بڑے رئیسون کی اولاد ماری ماری پھرتی ہے - اور کوئی پوچھتا نہین - جہان سب ہے وہان زمانے کو بھی ملاحظہ کیجیے"

مسٹر انجم "مجھے مناسب معلوم ہوا کہ والد ماجد نے انتقال فرمایا تو آپ کی خدمت مین حاضر ہون آپ کی شفقت مجھے آج تک یاد ہے"

سجاد حسین ”آپ نے بڑی غلطی کی - جو بات اور جو عزت آپ کو وہان حاصل ہوسکتی ہے وہ یہان ممکن نہین ہے“
مسٹر انجم ”مین تو اپنی سعادت اسی مین سمجھتا ہون کہ آپ کی خدمت مین حاضر رہون“
سجاد حسین ”خیر آپ تشریف لائے تو آپ نے بڑی عنایت کی - جو امر میرے امکان مین ہوگا اُس مین کمی نہ کرونگا“
مسٹر انجم ”اسے یہ آپ کے فرمانے کی بات ہے - والد مرحوم کے بعد اب آپ ہی ہین -
سجاد حسین ”آپ نے تعلیم کہان تک پائی ہے؟ انگریزی تو کچھ ضرور پڑھی ہوگی - کیونکہ آپکی وضع بتا رہی ہے“
مسٹر انجم ”جی نہین - انگریزی سے تو بالکل نابلد ہون“ مگر یہ جملہ نہایت ندامت کے ساتھ کہا
سجاد حسین - (ہنسی ضبط کرکے) ”الف بے پوری ختم کرلی!“
ایک اور صاحب بیٹھے ہوے تھے اُنسے نہ رہا گیا بول اُٹھے ”حقیقت مین بہت پڑھ گئے - سچ کہتے ہین کہ زیادہ پڑھنے سے انسان خراب ہوجاتا ہے“
سجاد حسین ”کیا آپ بتلاش روزگار تشریف لائے ہین؟“
مسٹر انجم ”جی ہان - اور کیا غرض ہوتی؟ اور یون جو آپ کو مناسب معلوم ہو“
سجاد حسین ”آپ کس قسم کی نوکری چاہتے ہین؟“
مسٹر انجم ”تحصیلداری - منصفی - سب ججی - جو روزگار میرے مناسب معلوم ہو تجویز فرمائیے“
وہ جو صاحب پہلے بولے تھے پوچھنے لگے ”اور اگر کلکٹری یا کمشنری ہو تو کیسا؟“
سجاد حسین ”قانون سے بھی آپ کچھ واقف ہین؟“
مسٹر انجم ”قانون تو یہی عقل کی باتین ہین - مین جانتا ہون کہ جو بات انصاف سے کی جائیگی وہ قانون کے موافق ہوگی“
منشی سجاد حسین سمجھ گئے - کہ مسٹر انجم عقل اور لیاقت دونون باتون سے کورے ہین دل مین نہایت پریشان ہوے کہ انکے بسر کی کیا صورت نکالیجائے - نوکری تو یہ خدمتگاری کی بھی نہین کرسکتے - اور عقل کی کمی کی وجہ سے جو کام ان کے سپرد کیا جائیگا اُسکو خراب کرینگے“
مصلحتاً اُسوقت ٹال دیا اور کہا ”اچھا آپ میرے ہان تشریف رکھیے کچھ بندوبست کیا جائیگا اسے آپ اپنا گھر سمجھیے؟“

مسٹر انجم اب تنہا تو تھے ہی اُسی روز منشی سجاد حسین کے مکان پر اُٹھ آئے۔ مگر عقل سے اسقدر کورے تھے کہ آتے ہی منشی سجاد حسین سے بھی اُسی ناز برداری کے خواستگار ہونے لگے جسکو اپنے والدین میں پایا کرتے تھے۔ جنٹلمینی کا زور نامرادیون مین دب گیا تھا کچھ طبیعت سے جاتا تو رہا تھا نہین۔ پھر وہی انگریزی اُردو بولنا شروع کردی اور منشی سجاد حسین کے نوکرون پر حکومت جتانے لگے۔ چند ہی روز مین نوکرون کا ناک مین دم ہوگیا۔ مسٹر انجم کی زبان پر ہر وقت یہی جملے رہنے لگے "تم کس ہواق بولتا۔ کاہے ایسا کرنا مانگتا۔ یو بلاڈی فول۔ او یو سور۔ چلا جاو ڈبل جالی" ان جملون نے یہ رنگ دکھایا کہ تمام نوکر چاکر انکے دشمن ہوگئے۔ مگر منشی سجاد حسین کے خوف سے بظاہر کچھ نہ بول سکتے تھے۔ ایک دن موقع پا کے تنہائی مین انھین خوب پیٹا۔ منشی سجاد حسین سے شکایت کی تو انھون نے بھی ٹال دیا۔

نوکرون کو اور جرأت پڑی تو انھون نے روز روز انکی خبر لینا شروع کردی۔ آخر منشی سجاد حسین نے عاجز آکر انھین جواب دیا۔ اور کہا "افسوس ہین آپ کی کچھ مدد نہین کرسکتا۔ اب آپ یہان سے تشریف لے جایئے۔ جسوقت کوئی صورت نکلیگی مین اطلاع دیکے آپ کو بلالونگا"

مسٹر انجم کو وہان سے اُٹھنا پڑا۔ پھر سرا مین جاکے رہے۔ اب اُنھین اپنی حرکتون پر بھی تنبہ ہوا۔ دل مین کہنے لگے "واقعی یہ انگریزی وضع اُسیوقت تک بھبتی تھی جبتک مین مالدار تھا اور میرے لیے وہ انکی عزت تھی اب مجھے اپنی دیسی ہی پوشاک پہننا چاہیے" سرا مین انھون نے تبدیل لباس کیا۔ اور نوکری کی تلاش مین ادھر اُدھر لوگون کے پاس آنے جانے لگے۔

ایک روز سرا مین اپنی کوٹھری کے باہر ایک ٹوٹی سی چارپائی پر فکرمند بیٹھے ہوے تھے کہ پاس کی کوٹھری سے ایک اور شخص نکلا اور آکے اُنکے پاس بیٹھ گیا۔ یہ شخص ایک قوی ہیکل جوان تھا مسٹر انجم کے پاس آکے انکا حال پوچھنے لگا۔

شخص "کیون حضرت آپکا کہان سے آنا ہوا؟"

مسٹر انجم "جی مین لکھنؤ سے آیا ہون"

شخص "اسم شریف"

مسٹر انجم "مجھے انجم قدر کہتے ہین۔ آپکا اسم مبارک؟"

شخص "میرا نام تو سرفراز خان ہے"

مسٹر انجم "آپ یہان کس غرض سے تشریف لائے ہین؟"

سرفراز خان "روزگار چاہتا ہون کہ کہین فوج مین جگہ مل جائے تو نوکری کر لون۔ آپ بھی فوج کے قابل ہین۔ اگر چاہیے تو بہت جلد نوکری ملجائے"

مسٹر انجم "اگر آپ کے امکان مین ہو تو کوشش کیجیے۔ مین بھی اسی تلاش مین یہان آیا ہون"

سرفراز خان "میرے نزدیک تو انگریزی نوکری کچھ نہین۔ بادشاہی مین بڑے بڑے شریف لوگ سوارون مین نوکر ہوتے تھے۔ مگر اب انگریزی زمانے مین بالکل اُسکا اُلٹا ہو گیا"

مسٹر انجم "ہان واقعی سچ کہتے ہین آپ۔ مگر اسکی وجہ کیا ہے؟"

سرفراز خان "اسکی وجہ یہ ہے کہ اب قید ہو گئی ہے کہ خود سوار ہی اپنے ہاتھ سے گھوڑے کو ملے۔ سوار کو سائیسی کرنا پڑتی ہے۔ اور نہ کرے تو سزا ہوتی ہے"

مسٹر انجم "ہان یہ تو سچ ہے"

سرفراز خان "اسی سبب سے میرا ارادہ ہے کہ کہین اور چلا جاؤن"

مسٹر انجم "اور کہان کی نیت ہے؟"

سرفراز خان "دل مین آتا ہے نیپال چلا جاؤن۔ وہان کی مین نے بڑی تعریف سُنی ہے۔ اچھی جگہ ہے اور سُنا گیا ہے کہ نوکری بھی جلد مل جاتی ہے"

مسٹر انجم "اگر آپ کی راے ہو تو مین بھی چلون۔ یہان تو کچھ امید نہین نظر آتی"

سرفراز خان "آپ چلین تو بہت اچھا ہے۔ مین نے بھی ابھی تک وہان کا قصد نہین کیا تو اسی سبب سے کہ کوئی ساتھی نہ تھا۔ آپکا ساتھ ہو تو دو ہی تین روز مین ارادہ کر دون"

مسٹر انجم "چلیے مین موجود ہون"

غرض دونون مین عہد و پیمان ہوا۔ اور سرفراز خان خوب طرح سے سمجھا بُجھا کر چلے گئے۔

مسٹر انجم دل مین سوچنے لگے "سرفراز خان کا کہنا ٹھیک ہے۔ اب مین اس قابل بھی نہین رہا کہ کسی کو اپنا منھ دکھاؤن۔ آخر کیا منھ دکھاؤن۔ عزت آبرو سب خاک مین مل گئی۔ کوئی اتنا نہین کہ تسلی و تشفی کے طور پر بھی دو کلمے کہہ دے۔ منشی سجاد حسین صاحب نے کیسا صاف جواب دیدیا! اُنکا نام سُن کے مین بہت خوش ہوا تھا۔ اب یقین ہو گیا کہ دُنیا مین کوئی اپنا نہین۔ ایک نازنین ساتھ تھی۔ خیال تھا کہ اُسکی صحبت مین دل بہل جایا کریگا۔ مگر اُسے اُسنے بھی دغا دی۔ کوئی کسی سے کیا امید رکھے۔ نہین واقعی اب کسی ایسے مقام پر

چلنا چاہیے۔ جہان کوئی اپنا پہچاننے والا نہ ہو۔ یہی مناسب ہے کہ نیپال چلا جاؤن۔ وہان کوئی
مجھے کیا جانے جس حال مین ہونگا زندگی گزر جائیگی۔ اب تو مجھے فقط زندگی کے دن بھرنا ہین
ممکن ہے کہ وطن چلا جاؤن گزارے پر اکتفا کرکے بیٹھ رہون۔ مگر نہین وہان جانا بیحیائی ہے۔
کس منہ سے جاؤن۔ اور پھر قرضخواہ کیون بیٹھنے دینے لگے۔ بیشک یہی ٹھیک ہے کہ نیپال چلا جاؤن
وہان جاکے پھر کبھی نہ آؤنگا۔ خدا جانے میری بی بی اور بچون کا کیا حال ہوگا! کوئی اُس بیچاری کی
خبرگیری کرنے والا نہین۔ فریدون قدر میری دشمنی کے سبب سے اُسکی بات بھی نہ پوچھین گے
مگر ہان شاید گزارے پر اُنکی بسر ہو جاتی ہو۔ افسوس مجھے اُسکے اور بچون کے چھوٹنے کا بڑا صدمہ ہے۔
اسقدر خیال کرکے مسٹر انجم آبدیدہ ہو گئے۔

مسٹر انجم اور سرفراز خان نے دو ہی تین روز مین سفر کی تیاریان کر دین۔ آپسمین بیٹھ کے صلاح کی کہ سفر
کا پروگرام مقرر کیا جائے۔

سرفراز خان نے کہا "یہان سے کانپور چلو۔ دو ایک روز وہان ٹھہرنا۔ کانپور سے لکھنؤ"

مسٹر انجم "نہین مین لکھنؤ نہ جاؤنگا"

سرفراز خان "کیون؟"

مسٹر انجم "ایک سبب سے"

سرفراز خان "آخر بتاؤ تو۔ لکھنؤ تو تمھارا وطن ہے۔ اتنی دور کا سفر کرتے ہو تو عزیز آشناؤن
سے چل کے ضرور مل لو"

مسٹر انجم "میرا کوئی ملاقاتی نہین۔ لکھنؤ ہرگز نجاؤنگا"

سرفراز خان "اچھا نہ چلو۔ مگر اسی طرف تو ہوکے راستہ ہے"

مسٹر انجم "مین اور طرف سے چکر کھاکے جاؤنگا لیکن لکھنؤ کی صورت نہ دیکھونگا"

سرفراز خان "اچھا ایک کام کرو۔ ریل پر میرے ساتھ لکھنؤ چلو۔ وہان تک ساتھ ہوگا۔ پھر
تم اسٹیشن ہی پر سے دوسری گاڑی پر سوار ہوکے نواب گنج چلے جانا اور مین دو ایک روز
کے لیے لکھنؤ مین ٹھہر جاؤنگا۔ جبتک مین آؤن تم نواب گنج کی سرا مین ٹھہرے رہنا"

مسٹر انجم "اچھا خیر یہ ہو سکتا ہے"

مسٹر انجم اور سرفراز خان نے دوسرے ہی روز اپنا اسباب باندھا اسٹیشن پر گئے اور کانپور کا ٹکٹ
لے کے ریل پر بیٹھے۔

اکیسوان باب

ہائے بیکسی بہت بُری چیز ہے خدا اس سے سابقہ نہ ڈالے۔ مسٹر انجم تو اپنے سیرین کرتے پھرتے ہین۔ مگر اُن کی مظلوم بی بی جسے شوہر کی زندگی ہی مین بیوگی نصیب ہو گئی اُس کی حسرتناک صورت دیکھی نہین جاتی۔ اُسکی پریشان تصویر ایک عجب حسرتناک حالت کا سمان دکھا رہی ہے۔ ایک ننھا بچہ گود مین لیٹا دودھ پی رہا ہے۔ دوسرا سامنے کھڑا ضد کر رہا ہے "ہماری کھلائی کو بلا دو" یہ بیچاری اکیلی ہے۔ ہائے کوئی ماما نہین کہ اوپر کے کام مین ہاتھ بٹائے۔ انتہا کے صبر کا نمونہ دکھا رہی ہے۔ گھڑی گھڑی آنسو نکل آتے ہین۔ مگر جلدی سے پونچھ لیتی ہے اور کوشش کرتی ہے کہ پھر نہ نکلنے پائین۔

افسوس ان بچون کے لیے ابھی چند روز ہوئے کھلائیان نوکر تھین ننھے بچے کو انا دودھ پلاتی تھی جسے خود پلا رہی ہے۔ اسی محل مین جو سنسان پڑا ہے عجب چہل پہل تھی۔ ہر وقت ایک ہنگامہ بپا رہتا تھا۔ مگر انقلاب زمانہ یہ ایک نیرنگی دکھا کے اور امرائے شہر کو عبرت دلا رہا ہے لیکن ہائے اُن پر کچھ اثر نہین پڑتا وہ اُسی طرح بیدردی سے دولت لٹائے جاتے ہین اور ذرا عبرت نہین پکڑتے۔

یہ شوہر دار بیوہ دل مین سوچ رہی ہے کہ "ہائے اب کیا کرون! اب تو دنیا مین کوئی ایسا نہین نظر آتا جو مدد کرتا کیسا میرے حال پر دو آنسو بھی بہائے۔ یہ بچے اب کس طرح پرورش پائین گے۔ کوئی والی وارث نہین۔ گھر کا سارا مال واسباب یون گیا۔ ایک آمدنی کا ذریعہ تھا گزارے کا روپیہ وہ بھی قرضخواہون کو ملیگا۔ مین تو حیران ہون کہ اب کیا کرونگی۔ ہائے اُن کے بھائی کو ان بچون پر بھی ترس نہ آیا" غم والم کے دریا مین اس حد تک غوطے لگا کے جو نکلی تو طبیعت قابو مین نہ رہی۔ بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ اور آخر پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی"۔

بڑا لڑکا جو اپنی کھلائی کے لیے ضد کر رہا تھا ماں کو روتے دیکھ کر پاس آیا اور گلے سے لپٹ کر کہنے لگا "اماں تم روتی کیون ہو؟" اور اتنا کہہ کے خود بھی رونے لگا۔

ماں "بیٹا تم نہ رو۔ دیکھو مین تمھاری انا کو بلائے دیتی ہون مگر تم کیون روتے ہو؟"

بیٹا "اچھا پھر تم کیون روتی ہو؟"

یہ جملہ سن کر ماں اور بے اختیار ہو گئی۔ مگر بچے کے بہلانے کے لیے آنسو پونچھ ڈالے اور ناک پاک کر کے بیٹے کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور کہا میں روتی نہیں۔ تم جاؤ کھیلو۔ انّا پاس "نہیں لو دھر ادھر کھیل آؤ۔"

اس غریب بیکس عورت کو پھر موقع ملا کہ اپنے خیالات یا غم کے دریا میں غوطہ لگائے۔ دل میں کہنے لگی۔ ہائے اب کیا تدبیر کروں! آخر بسر کی کوئی نہ کوئی صورت نکلنا چاہیئے۔ اُنکے بھائی پاس جاؤں تو شاید کچھ ترس کھائیں اور گزارے میں سے جس قدر اُنکے دل میں آئے مجھے دیدیا کریں۔ مگر نہیں نہ جاؤنگی۔ وہ سنیں گے تو دل میں ملال ہوگا۔ کہ مجھ سے تو دشمنی تھی اور میری بی بی اُن کے پاس چلی گئی۔ پھر بیٹھا بھی تو نہیں جا سکتا۔ کھاؤنگی کہاں سے اور میں تو خیر یہ بچے بلک بلک کے مرجائیں گے۔ کوئی تدبیر نہیں بن پڑتی۔ میرے میکے میں کوئی نہیں۔ بھائی ہیں وہ کالے کوسوں حیدرآباد میں ہیں۔ اُنکو اس حال کی خبر بھی نہ ہوگی۔ اور پھر مجھے تو انھیں لکھتے شرم آتی ہے۔ بھائی کی روٹیوں پر پڑا رہنا مجھ سے تو نہ ہوگا۔ اُنکی امی جان کے پاس جاؤں تو بھی نہیں بنتا۔ اُنکو ہمیشہ سے اپنے بیٹے کی صورت سے نفرت ہے اور مجھ سے تو ڈانڈ میڈی ہے۔ وہ کھڑے ہونے کی تو روادار ہونگی نہیں۔ ہائے اب تو میری یہ حالت ہے کہ زمین تنگ ہے اور آسمان دور ہے۔ خداوندا ہر حال میں شکر ہے۔ مگر اے پاک پروردگار اور جو چاہے ہو مگر عزت آبرو میں فرق نہ آنے پائے۔"

اتنے میں لڑکا سامنے سے اپنی انّا کی انگلی پکڑے ہوئے آیا اور ہنسکے کہنے لگا "اماں دیکھو ہماری انّا آگئی ہیں۔"

ماں "کہو خیرن اچھی تو رہیں؟ تم ہی نے تو ادھر کی راہ ہی چھوڑ دی۔"

خیرن "ہاں بیوی مجھے کسی دن چھٹی نہیں ہوتی۔"

ماں "کبھی کبھی آجایا کرو۔ لڑکا تمھیں یاد کر کے ایسا روتا ہے کہ کیا کہوں مچل مچل جاتا ہے۔ تمھیں اسپر بھی ترس نہیں آتا۔ خیرن اب ہمارا تو سنو۔ ہائے نہیں کہ تمھیں بلائیں جو مجھپر پڑی ہے خدا دشمن پر نہ ڈالے۔ یہ بچے ہیں اور میں ہوں۔ تنہا مکان۔ نہ کوئی آنیوالا نہ کوئی جانیوالا۔ نہ جانے کیونکر گزرتی ہے۔ مجھے یہی فکر مارے ڈالتی ہے کہ خدا جانے نصیبوں میں کیا لکھا ہے تمھیں سوچو کہ ایک کوڑی کی آمدنی نہیں۔ ان بچوں کا ساتھ اور یہ تنہائی ——"

یہ کہکے ایک آہ سرد کھینچی۔

خیرن "بیوی میں اب بھی اُسی طرح تابعدار ہوں۔ میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑتی مگر یہ پیٹ چھڑاتا ہے۔ کہیں اور نہ جاؤں تو کھاؤں کہاں سے؟" یہ کہہ کے خیرن رونے لگی۔

ماں "ہاں میں جانتی ہوں تمھیں میرا بڑا خیال ہے۔ مگر خیرن اگر بن پڑے تو رات کو یہیں آکے پڑ رہا کرو۔ دن کو تو جوں توں گزر جاتی ہے۔ مگر رات کسی طرح کاٹے نہیں کٹتی۔ اور خیرن میں تو تمھیں کسی طرح جدا نہ کرتی۔ جو خود کھاتی وہ تمھیں کھلاتی اور کہتی کہ یہیں رہا کرو۔ مگر سچ کہتی ہوں اب تو مجھے اپنا پیٹ بھر کے کھانا ملنے کی امید نہیں۔ کس امید پر کہوں؟ اُن کے گزارے کا روپیہ بھی اُنکے بھائی نے موقوف کر دیا۔ موقوف کیا کر دیا۔ بالو مہاجن کو دینے لگے۔ بھلا تمھیں کہو دشمنی تھی تو بھائی سے۔ ان ننھے ننھے بچوں سے دشمنی کر کے کیا ملیگا؟ مگر جو خدا کی مرضی ہو"

خیرن "ایں کیا اُنھوں نے گزارہ بھی موقوف کر دیا! ہے ہے بڑا غضب کیا۔ اتنا ظلم نہیں اچھا ہاں تو اے بیوی آخر کیا کرو گی۔ تم خود سوار ہو کے چلی جاؤ۔ اور اُن سے اپنی کیفیت بیان کرو۔ اب ایسا نہ ہوگا کہ اُنکو رحم نہ آجائے"

ماں "نہیں میں اُنکے پاس نہ جاؤنگی۔ وہ سنیں گے تو اُنھیں ناگوار ہوگا۔ اے جب اُنسے عداوت ہی ہے تو یہ بھلا کیونکر منظور کرینگے کہ میں اُنکے پاس دوڑی جاؤں؟ نہیں خیرن۔ چاہے مر جاؤں۔ مگر اُنکے یہاں نہ جاؤنگی۔ خیر وہ تو مجھے تنہا چھوڑ کے چلے گئے۔ مگر اب اُنکے پیچھے مجھ سے یہ نہ ہوگا کہ اُنکی بات ہلکی کروں"

خیرن "بیوی نہ جاؤ گی تو کیا کرو گی۔ جس طرح ہو ان بچوں کو تو پالنا ہے"

ماں "جو کچھ ہو میں نہ جاؤنگی"

خیرن "اچھا بیوی تم نہ جاؤ گی تو میں جا کے تمھاری طرف سے کہوں؟"

ماں "نہیں میں یہ کبھی نہیں چاہتی۔ خبردار ایسا کام نہ کرنا۔ اسمیں میری بے عزتی ہے۔ جیسی پڑیگی نباہ لونگی۔ مگر یہ بے عزتی گوارا نہ کرونگی"

خیرن "بیوی چاہے آپ مانیں یا نہ مانیں مگر میں ضرور جاؤنگی۔ آپکی طرف سے تو نہیں اپنی طرف سے کہونگی۔ مگر کہونگی ضرور۔ مجھ سے یہ آپکی بیکسی نہیں دیکھی جاتی"

ماں۔ (ہاتھ جوڑ کر) "للہ خیرن ایسا نہ کرنا۔ اگر تمھارے کہنے سے روپیہ بھیجینگے بھی تو نہ لونگی"

خیرن "اچھا تو سنیے اُنکے ایک دوست ہیں مرزا بیدار بخت یہاں کے رئیسوں میں ہیں۔ اُن سے بڑی راہ و رسم ہے۔ میں مرزا بیدار بخت کے سامنے اپنی طرف سے یہ حال بیان کروں گی۔

وہ بڑے نیک آدمی ہین اُنھین ضرور ترس آجائیگا۔ اور مرزا فریدون قدر کو سمجھا دینگے"
ماں "یہین تمھین اختیار ہے مگر خبردار میری طرف سے کچھ نہ کہنا۔ اگر میری طرف سے کہا تو پھر عمر بھر تمھاری صورت نہ دیکھونگی۔ ہاں اسکا خیال رکھنا"
خیرن "نہین ہین آپکا نام کیون لینے لگی۔ مین خود اپنی طرف سے کہونگی۔ جاتی ہون اسیوقت کہون ؟"
ماں "تواب جلدی کیا ہے کسی دن چلی جانا"
خیرن "نہین بیوی۔ اسیوقت جاؤنگی۔ مجھے آپکے بچون کے ساتھ بڑی محبت ہے مجھ سے اُنکی تباہی نہین دیکھی جاتی۔ اچھا اے خدا حافظ اب پھر آؤنگی"
ماں "اے سُنو تو۔ تم نے اُس بات کا جواب نہین دیا۔ کیا یہان رہنے مین تمھارا ہرج ہے"
خیرن "بیوی میرا کون ہرج جیسے یہان رہی ویسے وہان۔ پڑ رہنے سے غرض ہے۔ ہان مگر کہین اور نوکری ٹھہر گئی تو مشکل ہوگی۔ وہ کیون ماننے لگے کہ مین کہین اور رہا کرون"
ماں "جب تمھاری نوکری ٹھہرے تو وہین رہا کرنا۔ ابھی دو چار روز تو یہین رہو۔ ابھی مین تنہا بہت گھبراتی ہون۔ پھر رہتے رہتے عادت ہو جائیگی تو کچھ نہ معلوم ہوگا"
خیرن "اس مین میرا کیا ہرج ہے۔ مین آج ہی سے رہا کرونگی۔ اچھا تو اب جاتی ہون۔ رات کو آؤنگی تو لونڈی بند کر لو"
خیرن اس بیکس کو حسرت والم کے ہجوم مین تنہا چھوڑ کے نکلی تو سیدھی مرزا بیدار بخت کے مکان پر پہنچی۔ وہان جا کے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ باہر ہی بیٹھے ہین۔ جانے لگی تو لوگون نے روکا۔ ہان! ہان! کہان کہان ؟"
خیرن "یہین حضور کے پاس جاؤنگی"
خدمتگار "کیون کیا کام ہے ؟"
خیرن "جو کام ہے وہ اُنھین سے کہونگی۔ میری اطلاع کر دو۔ بس اسقدر کہدو کہ ایک عورت کھڑی ہے حضور کے پاس آیا چاہتی ہے۔ اور جو کچھ کہنا ہے آپ ہی سے کہیگی"
خدمتگار "آخر بتاؤ تو سہی کیا کام ہے۔ وہ کونسی ایسی پوشیدہ بات ہے جس کو تم انھین سے کہوگی ؟"
خیرن "ہان ہان اُنھین سے کہونگی اور کسی سے نہین"

خدمتگار "لے زیادہ فقرے بازیان نہ کرو۔ بتا دو"

خیرن "اسے تمھارا اسمین کیا بگڑتا ہے۔ جو کہتی ہون اُنکے سامنے عرض کر دو"

خیرن نے یہ جملہ اسقدر چلا کے کہا کہ مرزا بیدار بخت جو اُسطرف اپنی کوٹھی کے پائین باغ مین بیٹھے تھے اُنھون نے بھی سُن لیا اور آدمی سے پکار کے پوچھا "کیا ہے کیا؟"

خدمتگار دوڑ گیا اور جا کے کہا "حضور ایک بڑھیا کھڑی ضد کر رہی ہے۔ کہ مجھے حضور کے پاس جانے دو۔ ہزار طرح سے پوچھتے ہین کہ آخر کیا کام ہے۔ مگر کچھ نہین بتاتی یہی کہے جاتی ہے کہ خود سرکار سے کہونگی"

مرزا بیدار بخت "تو آنے کیون نہین دیتے۔ جاؤ ابھی لے آؤ"

خدمتگار لپک کے خیرن کو اپنے ہمراہ لے آیا۔ خیرن سلام کر کے سامنے مؤدب کھڑی ہو گئی۔

مرزا بیدار بخت "کیون تم کہان آئی ہو؟"

خیرن "حضور ہی کے پاس حاضر ہوئی ہون"

مرزا بیدار بخت "تمھارا نام کیا ہے؟"

خیرن "حضور میرا نام خیرن ہے"

مرزا بیدار بخت "یہان کس غرض سے آئی ہو؟"

خیرن "سرکار سے انصاف کی خواستگار ہون۔ اور یہ بھی چاہتی ہون کہ جو کوئی بیکس ہو اُسپر ترس کھایا ہے"

مرزا بیدار بخت "کیون کیا کوئی مقدمہ ہے؟"

خیرن "جی نہین مقدمہ وقدمہ کچھ نہین"

مرزا بیدار بخت "تو کیا نوکری چاہتی ہو؟"

خیرن "مین نوکری بھی نہین چاہتی ہون؟"

مرزا بیدار بخت "پھر کیا ہے"

خیرن "ایک بیکس اور دُکھیا عورت پر ترس کھائیے۔ بس یہی چاہتی ہون"

مرزا بیدار بخت "کیا کچھ مانگتی ہو؟"

خیرن "نہین خدا نہ کرے"

مرزا بیدار بخت "تو صاف صاف کہو۔ کچھ میری سمجھ مین نہین آتا"

خیرن "حضور پہلے وعدہ کر لین تو عرض کرون"

مرزا بیدار بخت "بے دریافت کیے مین کیونکر وعدہ کر لون؟ نہین ایسا نہین ہو سکتا"

خیرن "کچھ تو حامی بھر لیجیے"

مرزا بیدار بخت "نہین نہین بے سوچے کچھ نہین کہہ سکتا"

خیرن "حضور مین نے سنا ہے کہ مرزا فریدون قدر سے آپ سے ملاقات ہے بس اتنے ہی کام کو آپکی خدمت مین حاضر ہوئی ہون کہ ذرا اُنھین سمجھا دیجیے"

مرزا بیدار بخت "کیا سمجھا دون؟"

خیرن "اُنکی بھاوج پر برا وقت آن کے پڑا ہے۔ خدا کسی شریف پر مصیبت نہ ڈالے اب حضور آپ ہی انصاف کیجیے کہ مرزا انجم قدر تو کہین چلے گئے۔ آپ نے سنا ہی ہوگا۔ مہاجن نے نالش کر کے گھر مین جو کچھ اسباب تھا نیلام کرا لیا۔ گھر بھر مین جھاڑو دیدی۔ دو بچے ہین۔ ایک ابھی دودھ پیتا ہے۔ انجم قدر کے گزارے کا روپیہ تھا۔ اسی پر زندگی بسر ہونے کی امید تھی وہ اُنھون نے کسی مہاجن کو دینا شروع کر دیا۔ اب گھر بھر مین کوئی آدمی نہین۔ اکیلی اُنکی بی بی اور دو بچے پڑے رہتے ہین۔ اب اُنکے کھانے کی کوئی صورت نہین۔ حضور اتنی زیادتی اچھی نہین ہوتی جو مرزا فریدون قدر بڑا ظلم کرتے ہین۔ اب دشمنی تھی تو انجم قدر سے تھی اُنکے معصوم بچون پر ظلم کرنے سے کیا فائدہ؟" اتنا کہہ کے خیرن سے ضبط نہ ہو سکا پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔

یہ مطلب خیرن نے کچھ ایسے دلدوز الفاظ مین کہا کہ مرزا بیدار بخت پر بڑا اثر پڑ گیا۔ بے اختیار دل بھر آیا۔ اور کہنے لگے "حقیقت مین اُن بیچاری پر بڑی زیادتی ہو گئی۔ وہ میرے ہان اُٹھ آئین ہر طرح سے اُنھین راحت ملیگی"

خیرن "جی یہ تو منظور ہی نہین۔ اُنھون نے تو عہد کر لیا ہے کہ جب تک میان نہ آئین گے اُس مکان سے قدم باہر نہ نکالین گی۔ آپ بس اتنا کیجیے کہ مرزا فریدون قدر کو سمجھا دیجیے"

مرزا بیدار بخت "اچھا سمجھا دونگا مین اُنکے گزارے کا روپیہ اُنھین کے پاس خود بھجوا دیا کرونگا تم میری طرف سے اُنکی تسلی و تشفی کرنا۔ اور کہنا آپ گھبرائیے نہین۔ مین آپکی مدد کو ہر طرح سے موجود ہون۔ بلکہ اگر کچھ ضرورت ہو تو منگوا لین۔ ہان ابھی قرقی ہو چکی گھر مین ایک پیسہ تو رہا نہ ہوگا کہو تو کچھ روپیہ بھی بھجوا دون"

"یون تو وہ روپیہ کا ہے کو منظور کرنے لگین۔ لیکن اگر ایسا کیجیے کہ اُنکے گزارے کا جو روپیہ ہوگا اُسمین سے کچھ پیشگی بھجوا دیجیے تو بڑا احسان کیجیے۔ آجکل وہ بڑی تکلیف مین ہین"

مرزا بیدار بخت " بھیجا کیسا میں کل خود فریدون قادر کو بھیجونگا وہ اپنے ہاتھ سے دے آئینگے
اُنکی بھاوج ہیں۔ اُنکو چاہیے کہ ہر طرح خبرگیری کریں "
خیرن " آپ نے بڑا کام کیا۔ اور حضور میں عرض نہیں کرسکتی ہوں کہ اُنکی کیا حالت ہے
اگر مرزا فریدون قادر جائینگے تو اُنھیں معلوم ہو جائیگا "
مرزا بیدار بخت " تم نے بڑا احسان کیا کہ مجھے اس معاملے کی خبر کردی۔ یہ احسان تمھارا
مجھے کبھی نہ بھولے گا۔ افسوس شہر کے نوجوانوں کی نالائقی سے غریب بیکس عورتوں پر بہت
کڑی گزر جاتی ہے "
خیرن۔ (سلام کرکے) " میں اب رخصت ہوتی ہوں "

بائیسواں باب

ہائے جدھر دیکھو اُدھر تباہی ہی تباہی نظر آتی ہے۔ اب کس کس کا خیال کریں بیچارے
انجم قادر پر جو بنگئی ہے اُسکا صدمہ کوئی اُنھیں کے دل سے پوچھے۔ اُنکی پاکدامن بی بی کی
بیکسی کچھ اور بھی زیادہ حسرتناک ہے۔ اب ان دونوں کے بعد غریب الوطن اور خانمان برباد
پریوش جواہر کو دیکھیے کہ کس مصیبت میں ہے۔ خوف رسوائی اور بے عزتی سے گھبراکر یا یوں کہیے
کہ اپنی جان سے بیزار ہوکر وہ بنارس سے نکلی۔ ریل پر اُداس بیٹھی ہے۔ پیارا گھبرایا ہوا چہرہ عجیب
حسرت کے ساتھ اُن لوگوں کی طرف ہے جو ریل پر بیٹھے ہوئے ہیں اور اس آزادی کی سواری میں
آسے گھور گھور کے اپنا دل خوش کر رہے ہیں۔ بی جواہر چونکہ زمانہ بھر کو آزما چکیں اور ہر متنفس کو
اپنی عصمت کا دشمن جانتی ہیں۔ اسلیے کھڑکی سے باہر بیٹھی دیکھتی ہیں تو ڈرتے ڈرتے۔
نصیبن " اے بوی چپ چپ کیوں ہو؟ "
جواہر " کیا کہوں نصیبن کسی بات میں جی ہی نہیں لگتا۔ جب یہ خیال آجاتا ہے کہ اب آگے
چلکے کیا ہوگا تو دل خود بخود گھبرانے لگتا ہے۔ لاکھ طرح بہلاتی ہوں مگر نہیں بہلتا "
نصیبن " کچھ باتیں کرو۔ یوں بیکار بیٹھے بیٹھے تو جی گھبرایا ہی چاہے "
جواہر " کیا باتیں کروں؟ کوئی نگوڑی بات بھی تو نہیں یاد آتی "
نصیبن " خدا جانے آگرے ہم کب پہنچینگے "
جواہر " اسے وہاں برقنداز سے پوچھا تھا اُسنے تو بتایا کہ کل صبح پہنچینگے۔ کیا کہوں میں

یاد رہا ہے تمھین نے تو پوچھا تھا - پہنچنے کو تو اب پہنچے ہی داخل ہین مگر یہ تو بتاؤ کہ وہان چلکے کیا کرینگے ؟"

نصیبن "میرے نزدیک تو بیوی کسی شریف زادے کے ساتھ نکاح پڑھوا لو - یہ سب مشکلین دفع ہو جائینگی "

جواہر "میرا بھی یہی ارادہ ہے مگر ذرا دیکھ بھال کے - دنیا مین ہزارون جعل ساز ہین کسی نے چکنی چپڑی باتین بنا کے جل دیدیا تو مین کسی کام کی نہ رہی - اور وہ تو اپنے اختیار ہیگا خرابی میری ہے"

نصیبن "آگرے مین چل کے مین اسکی فکر کرون ؟"

جواہر "نہین ابھی نہین - مین جس سے کہدون اُس سے تم گفتگو کرنا - اور یون میرے اُسکے موافقت نہ ملے تو کیا ہوگا ؟"

نصیبن "ہان یہ بھی سچ کہتی ہو"

اتنے مین کانپور کا اسٹیشن آیا - یون تو بہت سے لوگ بیچ تھے - مگر کچھ انگریزی لیڈیان اور سیمین جو حسن مین اعلی درجے پر تھین سامنے آزادی سے ٹہلتی اور پلیٹ فارم پر خوشخرامی کرتی نظر آئین - یہ لیڈیان بے تکلفی سے ادھر اودھر چلتی پھرتی تھین اور تمام ہندوستانیون کیطرح اُن کے چہرے پر گھبراہٹ نہ تھی وہ نہایت اطمینان سے اور بالکل متانت کے ساتھ باہم باتین کرتی جاتی تھین - اور ٹہلتی جاتی تھین -

جواہر کو اُنکی آزادی اور اُنکی اطمینانی حالت دیکھکر کچھ حیرت سی ہوئی - نصیبن کیطرف دیکھ کے کہنے لگی "مین کہتی ہون کیا ان کے ہان کے سب مرد خراب اور بدنیت نہین ہوتے ہین ؟ اگر ایسا نہ ہوتا تو اسطرح بے جھجک پھرنے مین اُن کے لیے خطرہ تھا - ابھی کوئی یہان کی عورت ہوتی تو چارو طرف سے آوازے کسے جاتے - کوئی اشارے کرتا - کوئی ٹھنڈی سانسین بھرنے لگتا - اور یہ اپنے بے فکری سے ٹہل رہی ہین کسی کو کچھ سروکار نہین ہے"

نصیبن "انگریزون مین یہ بہت اچھی بات ہے کہ کوئی عورت بازار مین ہو تو اُسکے پیچھے نہین پڑ جاتے ہین - اور اُن لوگون مین سے ہر ایک کی نگاہ بری نہین ہوتی ہے"

جواہر "اور ہمارے ہان تو معاذ اللہ کسی جوان عورت پر جسکی نگاہ پڑ جاتی ہے اُسکی رال ٹپکنے لگتی ہے - اگر کوئی اُسکا والی وارث ہوا تو خیر ورنہ اُس بیچاری کو جان بچانا دشوار ہو جاتا ہے کوئی نیک بخت عورت ہو تو اُسے ہندوستان بھر مین کہین ٹھکانا نہین ملتا"

نصیبن۔ "بیوی جبھی تو انکی عورتیں اکیلی دور دور کے سفر کر آتی ہیں اور نام کو داغ نہیں لگتا"

جواہر۔ "کیا اکیلی سفر کرتی ہیں؟ نہیں مجھے یقین نہیں آتا۔ ہان کوئی میری طرح آفت کی ماری ہو تو وہ اور بات ہے"

نصیبن۔ "نہیں بیوی خوشی جاتی ہیں اور فقط سیر کرنے کو"

جواہر۔ "سچ مچ بڑا کام کرتی ہیں" یہ کہتے وقت جواہر کے پیارے چہرے پر حسرت کا ایک اثر ظاہر ہوا جو اور زیادہ دلربا تھا۔ آنکھیں جھپکنے لگیں۔ اور گورے رخساروں پر جھلک کے ساتھ خون کی ہلکی ہلکی جھلک بھی نظر آنے لگی۔ اس ادا نے بیہوش جواہر کو کسقدر بے تکلف بھی کر دیا۔ اور سر اٹھا کے تعجب کے ساتھ ان لیڈیوں کو دیکھنے لگی جس سے سینہ بھی کسی قدر ابھر گیا۔ اسوقت اسکے اٹھتے جوبن گویا اپنے حسن کو ابھار رہے تھے کہ کوئی دیکھے اور ایسا ہی ہوا۔ ایک نوجوان دیسی جنٹلمین جو صرف تاک جھانک کی غرض سے پلیٹ فارم پر ٹہلتے پھرتے تھے کھڑکی کے سامنے پہنچے۔ جواہر کو اس ادا میں دیکھ کر تہذیب بالائے طاق رکھدی۔ اور کھڑے ہو کے بے تکلف گھورنے لگے۔ ان کی صورت دیکھتے ہی جواہر پر شرم طاری ہو گئی اور اس حیرت کی سرخی پر شرم کی زردی نے حسن کا ایک نیا نمونہ ظاہر کیا۔ مگر افسوس اس دلفریب کیفیت کو کوئی دیکھ نہ سکا تھا

کیونکہ پیاری نازنین جواہر نے گردن جھکا لی تھی۔

جنٹلمین میں صبر کی طاقت زیادہ نہ رہی تھی۔ بے اختیار دل ہاتھوں سے کھو بیٹھے۔ انگریزی تہذیب نے چونکہ ہندوستان کے کم مرتبہ نوجوانوں کو حیثیت اور ضرورت سے زیادہ جرأت دلا دی ہے اس وجہ سے جنٹلمین کو ایک نیا فقرہ سوجھا۔ لپک کے گاڑی پر چڑھ آئے۔ اور دوغلی زبان یعنی انگریزی آمیز اردو میں کہنے لگے "ٹکٹ دکھاؤ" ٹکٹ نصیبن کے پاس تھا اور احتیاط کے لیے ایک ڈبیا میں رکھکر گٹھری میں باندھ لیا تھا۔ بیچاری کے ہاتھ پاؤں پھول گئے گھبرا گھبرا کے گٹھری کھولنا شروع کی۔ مگر وہ نہ آج کھلتی ہے نہ کل کھلتی ہے۔ جنٹلمین نے رعب جمانے کے لیے دوسری ڈانٹ بتائی "جلدی دکھاؤ۔ تم اتنا دیر کاہے کرتا ہے"

نصیبن۔ (کانپ کر) "دیکھیے حضور نکالتی ہوں" مگر زور لگایا کسی طرح نہ کھلی۔

نصیبن کی بدحواسی دیکھ کر جواہر نے اپنی پیاری دلکش آواز میں کہا "اوئی! تم تو ایسی گھبرائی جاتی ہو کہ کیا کہوں۔ لاؤ میں کھول دوں"

پہکہکے بی جواہر پنچ پر سے جھکین اور نازک گورے گورے ہاتھوں سے گٹھری کی گرہ کھولنے لگین
جنٹلمین کو اپنی کامیابی پر بڑی خوشی ہوئی ۔ مگر جواہر کی یہ ادا دیکھکر اور بیتاب ہو گئے اسقدر
بیتاب ہونے کہ وہ جنٹلمینی والا آورو کا جوش بھی جاتا رہا اور ٹکٹ کا تقاضا کرنا بھی بھول گئے ۔
جواہر نے ٹکٹ نکال کے نصیبن کو دیا ۔ نصیبن نے جنٹلمین کے حوالے کیا جنٹلمین نے ٹکٹ لیکے
بغور سے دیکھا اور بولے اچھا ”تم اترے“

نصیبن ”حضور اترنا کیسا ہم آگرے جائینگے“

جنٹلمین ”نہین تمکو اترنا ہوگا ۔ گاڑی بدلے گا“

نصیبن ”گاڑی بدلی گی تو اچھا اترتی ہون ٹکٹ لائیے“

جنٹلمین ۔ (ٹکٹ دیکر) ”جلدی اترو ۔ گاڑی چھوٹنے کو بہت تھوڑا ٹائم رہگیا ہے“

جواہر اور نصیبن دونون گٹھریان سنبھال کے جلدی سے اترین ۔ اور پلیٹ فارم پر کھڑی ہو کر
ادھر ادھر دیکھنے لگین کہ کہان جائین ۔ آخر نصیبن نے جنٹلمین سے بڑھکر پوچھا ”تو حضور
اب ہم کہان جائین ؟“

جنٹلمین ”تم ہمارے ساتھ چلا آئے ۔ برابر چلا آئے“ خلاصہ یہ کہ جنٹلمین آگے ہوئے اور نصیبن
انکے پیچھے ہوئین اور سب کے آخر مین بی جواہر اپنی مستانہ چال چلتی ہوئی روانہ ہوئین ۔
جنٹلمین نے دونون کو لیجا کر سکنڈ کلاس ویٹنگ روم مین بٹھا دیا جہان خود ٹھہرتے ہوتے تھے ۔

نصیبن ”اب گاڑی کس وقت جائیگی ؟“

جنٹلمین ”گاڑی دو بجے رات کو“

نصیبن ”دو بجے تک یہین ٹھہرنا پڑیگا ؟“

جنٹلمین ”نہین دوسرے اسٹیشن کو جانا ہوگا“

نصیبن ”دوسرا اسٹیشن ؟ تو حضور اب ہم وہان کیونکر جائینگے“

جنٹلمین ”ہمکو بھی آج اسی اسٹیشن پر جانا ہے ۔ ٹرین کے آنے سے پہلے پہنچ جانا ہوگا ۔
تم تھوڑی دیر کے بعد جائیے ۔

نصیبن ”تو حضور ہمین اپنے ساتھ ہی نہ لیے چلیے“

جنٹلمین ”اچھا ہوسکیگا ۔ تم ٹھہرے ۔ یہ سب مسافر چلا جائے تو ہم چلیگا ہمارا گاڑی
پہنچ لینا ۔ ہمارا کچھ حرج نہین“

نصیبن (سلام کرکے) "حضور نے بڑی پرورش فرمائی مجھے یہان بہت حیران ہونا پڑتا خدا جانے
کہان کہان ماری ماری پھرتی"
جنٹلمین نے ویٹنگ روم سے باہر نکل کر دیکھا اور اندر آکے کہنے لگے "اچھا چلو" نصیبن جلدی
جلدی اسباب اُٹھانے لگی تو جنٹلمین بولے "تم لائے ٹکٹ ہم کو دیدے۔ ہم دکھادے گا
تم اپنے پاس رکھیگا تو تم کو دقت ہوگا"
نصیبن نے بہت خوب کہہ کے ٹکٹ جنٹلمین کے حوالے کردیے اور جواہر اور وہ دونون جنٹلمین
کے ساتھ روانہ ہوئین سٹیشن کے پاس پہنچ کے جنٹلمین نے اپنا اور وہ دونون ٹکٹ
دکھائے اور انگریزی مین ٹکٹ کلکٹر سے کہدیا کہ یہ ہمارے ساتھ ہین۔ ایک ضرورت سے
انھین روک لیا ہے۔ یہین اُترنا منظور ہے۔ باہر گاڑی تیار تھی۔ اور جنٹلمین کا اسباب
پہلے ہی لیجاکر گاڑی پر رکھ چکے تھے بی جواہر کا بھی اسباب رکھا گیا۔ پہلے جنٹلمین نے بی جواہر
کو گاڑی پر بٹھایا۔ پھر خود بیٹھے۔ اور نصیبن سے کہا "تم پیچھے بیٹھ لو" اس موقع پر جواہر
سے رہا گیا۔ بولنا ہی پڑا۔ کہنے لگین "نہین نصیبن میرے ہی پاس بیٹھین گی۔ مین
اکیلی نہ بیٹھونگی"
جنٹلمین "تم بیٹھا رہے۔ وہ تمھارا نوکر ہے۔ کیسے تمھارے پاس بیٹھ سکتا ہے"
جواہر "نہین وہ میری مان ہین وہ نہ بیٹھین گی تو مین بھی باہر بیٹھونگی"
(نصیبن کی طرف دیکھکر) "دیکھتی کیا ہو؟ آؤ"
جنٹلمین نے اپنے نوکر کو اشارہ کیا۔ اُسنے زبردستی پکڑ کے نصیبن کو پیچھے بٹھا دیا۔ ہزار کہا
مگر ایک نہ مانی اور گاڑی روانہ ہوگئی۔
جواہر اب دل مین کہتین کہ نئی مصیبت کا سامنا ہوا۔ دل مین بہت ہی بدحواس ہوئین اور
گھبرا گھبرا کے اپنے دل سے سوال کرنے لگین "کہ اب کیا ہوگا؟" اسی سوچ مین گردن جھکائے
بیٹھی تھین کہ جنٹلمین نے اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیا اور آہستہ آہستہ دبانے لگے۔
پہلے تو ضبط کیے بیٹھی رہین جب جنٹلمین نے زور سے دبانا شروع کیے تو جھٹک کے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔
جنٹلمین "تم کہان جاؤگی؟" مگر کچھ جواب نہ ملا۔
جنٹلمین "کیون بتایا نہ تمنے؟ کہان جاؤگی؟" اب بھی جواب نہ ملا۔
جنٹلمین "بتاؤ۔ آخر اس مین مضائقہ ہی کیا ہے؟"

جواہر۔ (جھنجھلاکر) "جولھے مین۔ اور کہان جاؤنگی"

جنٹلمین "ہاے خفا ہو گئین۔ اچھا پھر جی بھر کے خفا ہو لینا۔ پہلے بتا دو"

جواہر "اتو مجھے نہین معلوم کہان جاؤن گی۔ مگر آگرے کا ارادہ تھا" اتنا کہا اور
پھوٹ پھوٹ کے رونے لگین۔

جنٹلمین۔ (جواہر کے زانو پر ہاتھ رکھ کر) "خفا ہو مین تو تمھارا غلام ہون" (ہاتھ جوڑ کر) "للہ
معاف کر دو" (پھر زانو پر ہاتھ رکھ کے) "بھلا کوئی ایسی [illegible] کرتا ہے؟ یہ تو خیال کرو کہ
کوئی بیقرار ہو رہا ہے"

جواہر۔ (زور سے جنٹلمین کا ہاتھ ہٹا کر اور چین بجبین ہو کر) "الگ سے باتین کرو مجھے ان
باتون سے نفرت ہے"

جنٹلمین "اچھا بتاؤ تمھارا نام کیا ہے؟"

جواہر "آپکو میرے نام سے غرض؟ مین کسی کو اپنا نام نہین بتاتی"

جنٹلمین "کسی کو نہین؟ جو تم پر مرتا ہے اُسکو بھی نہین؟"

جواہر "ہٹو مجھسے ایسی باتین نہ کرو۔ مین کوئی خانگی کسبی نہین ہون"

جنٹلمین "اچھا نام بتا دو۔ پھر ایسی باتین نکرونگا"

جواہر "میرا نام جواہر ہے"

جنٹلمین "جواہر! جو کل! اُف! ہاے تم تو ظالم ہی ہو۔ مگر جس نے تمھارا نام رکھا وہ بھی
بڑا ظالم تھا۔ کس قیامت کا نام ہے"

جواہر "دیکھو پھر تم نے ویسی ہی باتین کین"؟

جنٹلمین "دل پر اختیار کس کمبخت کو ہے۔ تمھاری صورت دیکھ کے پھر بھلا اتنی بھی تاب
رہ سکتی ہے کہ قول کی پابندی کرے"

جواہر "تو آپ تشریف رہنے دیجئے۔ میری تعریف سے آپکو مطلب؟"

جنٹلمین "مطلب! سچ کہتی ہو ہمین کیا مطلب۔ ہم تو الگ سے دیکھنے والون مین ہین۔
خدا کے لیے میری اس حالت پر ترس کھاؤ۔ مین کہہ نہین سکتا کہ دل کی کیا ـــ" گاڑی ٹھہر گئی

جنٹلمین "کیا شہر آ گیا؟"

جواہر "آپ تو اسٹیشن چلتے تھے"

جنٹلمین "وہان اسٹیشن بھی چلونگا۔ مگر جبتک ریل کا وقت آئے دو گھڑی یہان دم لے لو۔ مجھے ایک ضرورت تھی اس لیے چلا آیا"

جواہر "تو آپ ہو آئیے۔ مین گاڑی پر بیٹھی رہونگی"

جنٹلمین "استغفراللہ۔ بھلا یہ ہو سکتا ہے؟ نہین مجھ سے ہرگز نہو گا۔ اور تم بھلا راستے مین ٹھہرو گی تو لوگ کیا کہین گے"

جواہر "جو کہین۔ مین گاڑی سے نہ اُترونگی"

جنٹلمین "گاڑی تو اب کھول ڈالی جائیگی"

جواہر "ہائے تم نے بڑا جل دیا۔ مین ہرگز نہ ٹھہرونگی۔ تم اپنے گھر جاؤ اور مین اسٹیشن جاتی ہون"

جنٹلمین "واہ! یہ مجھے ہرگز گوارا نہو گا۔ اچھا چلو تو سہی"

سائیس نے گاڑی کھول دی۔ اور نصیبن بھی اُتر کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ مگر اُسکی صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ انتہا سے زیادہ متفکر اور اندوہگین ہے۔ جنٹلمین بھی اُترے اور جواہر سے کہا "اُترو" جب اس طرح کا زور نہ چلا تو زبردستی ہاتھ پکڑ کے جواہر کو کھینچنا شروع کیا۔ ایک نوعمر شرمیلی عورت ایسے مقام پر زیادہ نہین ضد کر سکتی۔ خصوص وہ جو باعصمت ہو۔ جواہر گاڑی سے اُتری اور جنٹلمین کھینچتے اندر لیے چلے گئے۔ پیچھے پیچھے نصیبن بھی گئی۔ جنٹلمین نے جواہر کو لیجا کے ایک کمرے مین بٹھایا جو کسیقدر رنگین تھا۔ اور پر تصویرین لگی ہوئی تھین اور نیچے ولایتی کارپٹ پر میزین اور کرسیان قرینے سے رکھی تھین۔ ایک طرف ایک مخملی کوچ بچھا تھا جواہر اُسی پر جا بیٹھی۔ اور نصیبن نیچے فرش پر بیٹھ گئی۔ جنٹلمین تھوڑی دیر قریب ایک کرسی پر بیٹھے رہے۔ اُسکے بعد کہا "تم یہان دم بھر ٹھہرو مین ابھی آتا ہون" اب اسوقت تنہائی مین بی جواہر کو موقع ملا کہ آزادی کے ساتھ نصیبن سے کچھ کہین پہلے تو دیر تک جواہر نصیبن کی صورت دیکھا کی اور نصیبن جواہر کی صورت۔ آخر نصیبن بولی۔

"بی بی یہ تو بڑا غضب ہوا"

جواہر "دیکھون اب قسمت مین کیا لکھا ہے۔ مین دیکھتی ہون اکی سب دفعہ سے زیادہ بُری کھپی۔ خدا جانے اُنکا کیا نام ہے۔ انھون نے تو بڑے بڑون کے کان کاٹے"

نصیبن۔ (ادھر اُدھر دیکھکر) "خیر وہ جو ہونا تھا ہوا۔ اب یہان اس آفت سے نکلنے کی کوئی ترکیب سوچو"

جواہر "مجھسے تو کچھ کرتے دھرتے نہین بن پڑتا - ہاے اب کیونکر چھٹکارا نصیب ہوگا"
نصیبن "مین جانتی ہون ریل بدلتی ودلتی نہین ہے - یہ دھوکا دیکے اُتار لایا ہے"
جواہر "اور کیا" یہ کہہ کے زار و قطار رونے لگی -
نصیبن نے بہت کچھ تسلی دی اور کہا "خدا سب دیکھتا ہے - بیوی گھبراؤ نہین - وہ ان سب مصیبتون سے نجات دلاویگا - کیون گاڑی پر تو کچھ زیادتی نہین کی؟"
جواہر - (رو کر) "ہاے کیا کہون کس قدر ستایا ہے - مجھے بیٹھنا دشوار کر دیا - او نصیبن مین سچ کہتی ہون اگر کسی طرح میرا بس چلا تو سنکھیا کھا لونگی - مجھے ہرگز اپنی آبرو دینا نہین منظور ہے"
نصیبن "اے خدا نہ کرے اسنے کہو نکاح پڑھوالین - آخر تمھین اب کسی کے ساتھ نکاح کرنا منظور ہی ہے - انھین کے ساتھ سہی - اس بیعزتی سے تو اچھا ہوگا"
جواہر "واہ اسکے ساتھ تو مین لاکھ برس نکاح نہ کرونگی - اسکا کیا اعتبار جس شخص کا یہ حال ہو کہ غیر عورتون کو اسطرح چل و پیچ کے پھانس لاے - اسکے ساتھ مین ہرگز نہین نباہ کر سکتی - روز روز کی ذلت مجھسے نہ اُٹھائی جائیگی - مجھے اپنی جان دینا گوارا ہے اور یہ نہین گوارا ہے"
اتنی دیر مین جنٹلمین اپنا بوٹ چرچراتے کمرے مین داخل ہوے - اور مسکراتے ہوے پاس آکے ایک کرسی کو پلنگ کے نزدیک کھینچ لی اور بیٹھ گئے - تھوڑی دیر تک جواہر کی پیاری صورت دیکھا کیے جو گردن جھکائے کسی تصویر کی طرح سامنے تھی - اور جسکے آگے ان تمام خوبصورت تصویرونکا حسن ماند پڑ گیا تھا جو ادہر دیوارون مین لگی ہوئی تھین - جنٹلمین جسقدر غور کرکے جواہر کے چہرے کو دیکھتے جاتے تھے اُسیقدر حسن کی شعاعین اُنکے دل پر اور اثر ڈالتی جاتی تھین آخر نہ ضبط ہو سکا بول اُٹھے "تم مین سب خوبیان تھین - کاش تم مجھے دل سے چاہتین"
اسپر نصیبن کو غصہ آگیا - جل کے کہنے لگی "میان بس ایسی باتین نہ کرو - کسی کی بہو بیٹی کو فریب دیکے پھانس لانا اچھا نہین ہوتا - سب عورتین یکسان نہین - تم کیا جانو کہ یہ کیسی پاکدامن ہین - یہ زہر کھالین گی اور اس بیعزتی کو گوارا نہ کرینگی"
جنٹلمین "ہان - انھین یہ ترکیبین یاد ہون تو تم سکھا دو" تم چپکی بیٹھی رہو تم سے کیا مطلب؟
نصیبن "مجھسے مطلب ہی نہین؟"

جنٹلمین "ہان تم ہمارے بیچ مین نہ بولو"
نصیبن "اس بھروسے نہ رہیے گا - ابھی سرکار مین خبر کر دون تو ساری قدر و عافیت معلوم ہو جائے"
جنٹلمین "جاؤ خبر کر دو مین نہین ڈرتا ہون - ڈرنے والے کوئی اور ہونگے"
جواہر "تو آپ کسی کو بے آبرو کیجئیگا - اور کہین شنوائی بھی نہو گی ؟ ایسا ظلم اندھیر ہے تو خدا ہی حافظ ہے"
جنٹلمین "ہاے سچ کہتی ہو بڑا ظلم اور اندھیر ہے - اب اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ دن دہاڑے دل لٹ لٹ جاتا ہے"
جواہر "خدا کا واسطہ میری بے آبروئی نہ کرنا"
جنٹلمین "محبت مین بے آبروئی کیسی ؟"
جواہر "ہاے ! یہی تو کہتی ہون کہ تم مجھسے محبت نہ کرو - مین اس قابل ہی نہین ہون کہ کوئی مجھسے محبت کرے"
جنٹلمین "اسکو تو کوئی میرے دل سے پوچھے"
جواہر "نہین نصیبن سچ کہتی تھین مجھے کوئی زیادہ عاری کریگا تو اپنی جان دیدونگی -
جنٹلمین "دیکھو پیاری تم جو جو انکار کرتی ہو وہ وہ میرا دل پاش پاش ہوا جاتا ہے"
جواہر "اب ریل کا وقت جاتا ہے جلدی چلو - اگر مین آج نہ پہنچ جاونگی تو گھر مین منھ دکھانے کے قابل نہ رہونگی - خدا کے لیے مجھپر رحم کرو"
جنٹلمین "اے اتنا آئی ہو چلی جانا - دو چار گھڑی تو ٹھہرو"
جواہر "نہین مین ایک لحہ نہین ٹھہر سکتی"
جواہر نے ہزار طرح منت خوشامد کی مگر ایک نہ شنوائی ہوئی جنٹلمین کا اصرار بڑھتا جاتا تھا - جنٹلمین دوسرے روز صبح کو کانپور سے دو اسٹیشن اُناؤ کے قریب شکار کی غرض سے جانے والے تھے - دل مین کہنے لگے "اگر مین یہان زبردستی کرونگا تو اپنے عزیزون مین بدنام ہو جاؤنگا - واقعی یہان کسی قسم کی زیادتی کا موقع نہین ہے - اور یہ یون سیدھی طرح نہ مانے گی - وہان جنگل مین تنہائی ہوگی نہ کوئی مزاحم ہوگا اور نہ کسی کا پاس و لحاظ ہوگا - مناسب ہے کہ اسے بھی ہمراہ لے چلون " یہ خیال کر کے جنٹلمین اُس روز تو گھر مین جا کے سو رہے

اور بی جواہر اور نفیسین رات بھر اُسی کمرے مین پڑی اُلجھا کین اور اپنی بدنصیبی پر روتی رہین
صبح کو جنٹلمین نے آ کے کہا "اچھا چلو تمھین ریل پر سوار کردون۔ معلوم ہوا کہ تم اب کسی طرح
نہ راضی ہو گی" جواہر نے خوش ہو کے کہا "مین آپ کے احسان کو نہ بھولونگی" غرض جواہر
اور جنٹلمین گاڑی پر سوار ہوے اور نفیسین اُسی طرح پیچھے بٹھائی گئی۔ تھوڑی دیر مین گاڑی
اسٹیشن پہ پہنچی اور جنٹلمین نے اُتر کے ٹکٹ لیے۔ اور ایک درجہ خالی دیکھکر سوار ہوے۔ جنٹلمین
کھڑکی سے گردن نکالے تھے اور جو کوئی آنا چاہتا تھا اُسکے مزاحم ہوتے تھے۔ بہت سے آدمی
آ کے پھر گئے۔ اور بہتون نے اُنکی جنٹلمینی کے رعب مین آ کر قصد ہی نہ کیا۔ اتنے مین دو شخص
سب طرف گاڑیون مین پھر پھرا کر آئے۔ اور اُس درجے کو کھولنے لگے۔ ان دونون مین سے
ایک کی دیسی سپاہیانہ وضع تھی۔ اور دوسرے جنٹلمینی کپڑے پہنے تھے۔ کوٹ پتلون ڈانٹے
ہوے تھے۔ اور لطف یہ کہ جب جنٹلمین نے انگریزی اُردو مین ڈانٹنا شروع کیا تو اُنھون نے
بھی اُسی زبان مین جواب دینے کی ٹھہرائی اور بظاہر اسباب ان مصنوعی محاورات مین اُنکی زبان
زیادہ صاف تھی۔ جنٹلمین مان گئے کہ انکا نمبر فرسٹ ہے۔ آخر کچھ نہ بن پڑی۔ اور وہ لڑ بھڑ کے
چڑھ آئے گاڑی پر بیٹھتے ہی اُنھون نے عجب حیرت کی نگاہ سے دو عورتونکو دیکھا۔ ایک تو
نہایت ہی کم عمر اور خوبصورت تھی۔ اور دوسری بڑھیا تھی۔ مگر جواہر کے پیارے چہرہ کو خوب
غور سے دیکھکر جب اُنھون نے بڑھیا کو اپنے پاس بیٹھے دیکھا تو دل مین جل گئے۔ جنٹلمین
ان دونون آدمیون کو بہت گھور گھور کے دیکھ رہے تھے۔ اور یہ اب صرف جواہر کیطرف متوجہ
تھے۔ آخر ریل چلی اور دونون نئے شخص آپس مین باتین کرنے لگے۔

ایک "دیکھو بھئی انجم قدر اب تھوڑی دیر مین ہم لکھنؤ پہنچ جائینگے۔ یار دو چار روز وہان کی سیر
کرتے تو خوب ہوتا تم مانتے ہی نہین"

انجم قدر "مین تو وہان جانا نہین چاہتا۔ تم سے پہلے کہہ چکا تھا۔ مگر اب تم نے مجبور کیا
ہے تو چلتا ہون۔ مین وہان چھپا بیٹھا رہونگا۔ تم اپنی سیر کر آنا۔ ہان یہ البتہ کہے دیتا ہون کہ ایک
روز سے زیادہ نہ ٹھہرونگا اس مین چاہے کچھ ہو"

یہ ہمارے پرانے دوست مسٹر انجم اور اُنکے نئے ہمسفر خانصاحب تھے۔ مسٹر انجم تو بعینہٖ انگریزی
وضع مین تھے اور اُن کے دوست خانصاحب کا سپاہیانہ لباس تھا۔ تھوڑی دیر مین
مسٹر انجم اور نفیسین سے باتین شروع ہوئین۔ اور چونکہ جنٹلمین اس وقت جواہر کی طرف

مصروف تھے اس وجہ سے مسٹر انجم کو اس بات کا موقع ملا کہ جواہر کے متعلق بھی کچھ باتیں دریافت کریں
مسٹر انجم "تم کہاں جاؤ گی ؟"
نصیبن "آگرے"
مسٹر انجم "آگرے! آگرہ ادھر کہاں ؟"
نصیبن "پھر یہ ریل کہاں جاتی ہے ؟"
مسٹر انجم "یہ گاڑی تو لکھنؤ جائیگی"
نصیبن یہ سنکر دل میں کھٹک گئی۔ چپکے چپکے ساری داستان کہہ سنائی۔ مسٹر انجم کو سنکر حیرت ہوگئی۔
اور کہنے لگے "اللہ اکبر! یہ فریب! پھر اب کیا کرو گی ؟"
نصیبن "اب تمھیں کوئی ترکیب بتاؤ کہ عزت آبرو بچ جائے"
مسٹر انجم "اگر تم ہمارے ساتھ چلی چلو تو اس مصیبت سے تمھیں نجات ملجائے"
نصیبن "اس ظالم کے ہاتھ سے چھٹکارا ہو جب تو"
مسٹر انجم "تم خود راضی نہ ہو تو وہ کیا کر سکتا ہے۔ ہم ابھی اپنے ساتھ لیے چلیں گے"
نصیبن "مگر کسی طرح بیوی کو معلوم ہو جاتا کہ کہیں اور لیے جاتا ہے"
مسٹر انجم "دیکھو ابھی میں اس سے پوچھتا ہوں کہ آپ کہاں جائیگا۔ ساری قلعی کھلجائیگی"
نصیبن "اچھا پوچھو"
مسٹر انجم (جنٹلمین سے) "آپ کہاں جائیے گا ؟"
جنٹلمین "آپ کو کیا غرض ہے۔ ہم کہیں جائینگے"
مسٹر انجم "تو بتا دینے میں کیا کچھ ہرج ہے ؟"
جنٹلمین "ہاں ہرج ہے۔ ہم نہیں بتاتے"
نصیبن "اسے تو جھک مارنے سے کیا فائدہ میاں ہم آگرے جائینگے"
مسٹر انجم "آگرے! معقول تو ادھر کہاں ؟ معلوم ہوتا ہے یہ تمھیں کہیں بھگائے لیے جاتے ہیں"
نصیبن "ادھر نہیں تو آگرہ کدھر ہے ؟"
مسٹر انجم "آگرے تو کانپور سے اور ریل جاتی ہے۔ وہی جو الہ آباد سے آتی ہے سیدھی ٹونڈلے
چلی جاتی ہے۔ اور ٹونڈلے سے آگرہ تھوڑی ہی دور رہجاتا ہے"
جواہر "ہائیں۔ تو مجھے کہاں لیے جاتے ہو ؟"

جنٹلمین "کہین نہین لیے جاتا ہون تم انھین بکنے دو"
نصیبن "اسقدر زیادتی نہین اچھی ہوتی - ہائے مین کہتی ہون دن دہاڑے یہ اندھیر ہوتا ہے اور کوئی نہین پوچھتا"
اتنے مین وہ اسٹیشن آگیا جسپر جنٹلمین اُترنے والے تھے - ریل کے ٹھہرتے ہی اُٹھ کھڑے ہوے اور کہا "لو اُترو - باتین پھر پیچھے کرلینا"
جواہر "یہ کون اسٹیشن ہے ؟"
جنٹلمین "کوئی ہو تمھین اُترنے سے غرض"
نصیبن "تو ہمین اس سے غرض ہی نہین"
جنٹلمین - (ڈپٹ کر) "البتہ تمھین اُترنا ہوگا" جواہر سے کچھ نہ بن پڑا تو زار وقطار رونے لگی اور روتی آواز مین کہنے لگی "مین تو نہ اُترونگی - چاہے اس مین جان جاتی رہے"
نصیبن "ارے لوگو یہ کیا اندھیر ہے کہ دن دہاڑے ظلم ہوتا ہے اور کوئی مدد کرنے والا نہین"
جواہر کی پیاری صورت مسٹر انجم کے دل پر پہلے ہی جلوے مین اثر کر چکی تھی اب اُسے روتے دیکھا تو تاب نہ رہی - دل مین ٹھان لی کہ آخر مین جان سے بیزار تو ہی ہون اسمین چاہے ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے مگر اس بیکس اور مظلوم عورت کی ضرور مدد کرونگا جنٹلمین کیطرف دیکھکر کہنے لگے "او ڈیم شٹ تم اس کے مجاز نہین ہو کہ غیر عورت پر زیادتی کرو"
جنٹلمین - (منہ بناکر) "تم کس موافق بولتا ہے"
مسٹر انجم "او ڈیم فول - ہم ابھی تمکو ٹھیک کر دینے سکتا - تم نہین جانتا کہ جنٹلمین سے کس موافق بات کرنا چاہیے"
جنٹلمین "تم کیا ٹھیک کرے گا ؟ سوور"
سوور کہنا تھا کہ مسٹر انجم نے ایک گھونسا رسید کیا "یو اسٹوپڈ ڈیم - سوور بولتا ہے ہم تمھارا منھ توڑ دیگا"
جنٹلمین بھلا کب رکنے والے تھے مہذب لوگ بہت جھٹ پٹ تیز ہوتے ہی ہین - اُنھون نے بھی دانت کٹکٹا کر ایک فرانسیسی ڈگ لگایا - غرض گاڑی کے اندر ہی چلنا شروع ہوئی -
دونون جانب سے تہذیب کا زور تھا - دونون کو آزادی کا بخار چڑھ آیا جنٹلمینی جوتیان پٹ پٹ لگین اور فرانسیسی مُکے برسنے ڈگون کی آواز آنا شروع ہوئی -
ٹرین چھوٹنے کا وقت آگیا تھا وہ بھی پلیٹ فارم سے سرکی اسپر ریل تو زناٹے بھرنے لگی

مگر ان دونون جنٹلمینون مین برابر ڈگ بازی ہوے جاتی تھی۔ آخر اور درجون کے لوگ بیچ بچاؤ کے لیے آگئے "وہ ہان ہان جانے دو جانے دو" مگر کون سنتا ہے۔ مسٹر انجم ہی بڑھے رہے اپنے لیے کہ ایک تو یہ بھاری بھرکم جوان تھے۔ دوسرے اُنکے دوست خانصاحب مدد کو موجود تھے۔ آخر کار خدا خدا کرکے دونون جدا ہوے۔ اور چونکہ ریل روانہ ہو چکی تھی۔ اس لیے جنٹلمین بھی بنچ پر بیٹھ گئے اور کہنے لگے "وہ ریل کا کرایہ بھر لیا جائیگا۔ تم ہم کو اسٹیشن پر اُترنے سے روکا"

مسٹر انجم "وہ تم کو جیلخانے جانا ہوگا۔ اس لیے کہ تم ایک عورت کو دھوکا دے کے ریل پر سے اُتار لیا۔ اور اُسکی بے آبروئی کرنا مانگتا ہے"

جنٹلمین "وہ اسٹوپڈ۔ تم کس موافق ایسا بات بولتا ہے۔ ہم تم پر لائیبل کیس کریگا"

مسٹر انجم کو پھر غصہ آگیا اُٹھ کے ایک ٹھوکر رسید کی اور اس زور سے کہ جنٹلمین کے آنسو نکل پڑے۔ اور کہنے لگے "وہ جائیے تم لائیبل کیس کرے۔ بدمعاش۔ پاجی۔ جنٹلمین بنا ہے"

اور درجے والے پھر بیچ بچاؤ کے لیے آگئے۔ اور کہنے لگے "وہ آخر ہوا کیا۔ آپ فرمائیے تو سہی"

مسٹر انجم "وہ ہان آپ ہی فیصلہ کر دیجیے۔ اس کی بدمعاشی بیان کرون تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائین۔ جو حرکت اسنے کی ہے کبھی آپ نے سُنی بھی نہو گی۔ (جدھر اُدھر کیطرف اشارہ کرکے) وہ جو نیکبخت بیٹھی ہین بنارس سے آگرے کو جاتی تھین۔ بیچاری عورت ذات انھین کیا معلوم کہ ٹکٹ کلکٹر کون ہے۔ اور اسٹیشن ماسٹر کون۔ آپ کانپور کے اسٹیشن پر ٹکٹ کلکٹر بن گئے اور ٹکٹ دیکھ کے کہا گاڑی بدلی جائیگی۔ تم کو یہان اُترنا ہوگا۔ بیچاری اُتر پڑین۔ وہان سے اُنکو پھانس کے اپنے گھر لے گیا۔ جب اُنھون نے کسی طرح اسکا کہنا نہ مانا تو کہنے لگا چلو تم کو آگرہ پہنچا دین۔ یہ دھوکا دیکر اس گاڑی پر سوار کرکے خدا جانے کہان لیے جاتا ہے اور یہ بیچاریان دل ہی دل مین اپنی عزت و آبرو کو رو رہی ہین۔ جو اسٹیشن گزر گیا اُسپر اُترنا چاہتا تھا۔ یہ بیچاریان رونے لگین تو مجھے ترس آگیا مین نے اتنا پوچھا کہ آپ کہان لیے جاتے ہین تو بگڑ کھڑا ہوا۔ سور اور کیا کیا بکنے لگا۔ بھلا آپ نے ایسا فریب کہین اور بھی سُنا ہے"

سب لوگ ملکر "وہ یہ غضب! اُفوہ! کیا واقعی یہ سچ ہے؟"

مسٹر انجم "وہ خود ان عورتون سے پوچھ لیجیے"

نصیبن (رو کر) "وہ میان کیا کہین کہ پھر کیسی کیسی بدعتین کی ہین۔ ہماری قسمت مین یون ہی لکھا تھا۔ اب گھر مین مُنھ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ ہاے اب تو ہم کہین کے نہ رہے"

ایک مرد آدمی "ہا ہا! انھین تو فوجداری سپرد کرنا چاہیے"
مسٹر انجم "اب انھین مین چھوڑتا بھی ہون۔ کیا دل لگی بازی مقرر کی ہے۔ لکھنو پہنچنے دیجیے"
مرد آدمی "ضرور ان کو اپنی حرکتون کی سزا ملنا چاہیے"
مسٹر انجم "جی ضرور۔ مگر زرا آپ لوگ بھی ایک روز کے لیے یہان ٹھہر جائین تو مجھپر احسان کرین
آپ کی گواہی سے جلد کام نکل جائیگا"
کئی آدمی مل کر "اجی ہم ضرور ٹھہر جائینگے۔ ثواب کا کام ہے"
جنٹلمین اب دل مین چکرائے۔ اور سمجھے کہ بُرے پھنسے۔ اور تو کچھ نہ بن پڑا مگر مسٹر انجم سے بڑی
معذرت کے بعد کہنے لگے۔ "اچھا آپ انھین لے جائین۔ اب مین مزاحم نہونگا"
مسٹر انجم "بجا ہے۔ زرا فوجداری جیل خانے کی ہوا کھا لیجیے۔ پھر تشریف لیجائیے گا"
جنٹلمین "جی نہین مجھسے بڑا قصور ہوا۔ اب معاف فرمائیے"
مسٹر انجم "نہین یہ بات ہرگز نہین معاف ہو سکتی"
جنٹلمین (ہاتھ جوڑکر) "خدا کا واسطہ اب مجھے معاف فرمائیے"
مسٹر انجم "ہاتھ جوڑیے تو ان عورتون کے آگے جوڑیے مجھ سے کیا غرض؟ مین اس معاملے
مین کچھ نہین کہہ سکتا"
جنٹلمین۔ (بی جواہر کے آگے ہاتھ جوڑکر) خدا کا واسطہ مجھے بچا لو۔ اب میری عزت و آبرو
تمھارے ہاتھ ہے"
جواہر۔ (شرمائی آواز سے) "تمھارے نزدیک عزت نگوڑی کیا چیز ہے جب پرائی عزت لینے پر
یون آمادہ ہو گئے تو اپنی عزت دیتے بھی شرم نہ آتی ہو گی"
جنٹلمین کے دل مین ایسا خوف سمایا کہ گاڑی بھر مین ایک ایک کے آگے ہاتھ جوڑے۔ قدمون پر
ٹوپی رکھی کہ للہ مجھے بچا لو۔ مگر کوئی نہین سُنتا تھا سب نے یہی جواب دیا کہ "ہم کیا جانین۔
انھین نیک بخت عورتون سے کہو جا کے"
آخر بی جواہر کو جنٹلمین کے رونے اور ہاتھ جوڑنے پر رحم آ گیا۔ مسٹر انجم کی طرف دیکھکر کہنے لگین
"آپ انھین جانے دیجیے۔ مگر مین بڑی احسانمند ہونگی اگر آپ اتنا کرین کہ مجھے آگرے
تک پہنچا دین"
مسٹر انجم دل مین بہت خوش ہو کر بولے "مین ہر طرح حاضر ہون۔ مگر میری راے تو یہ ہے

کہ انکو انکی بدمعاشی کی سزا ضرور مل جانا چاہیئے"

جواہر "اب آپ میری خاطر سے جانے دیجیے۔ اسقدر میں دیر لگے گی۔ اور مجھے گھر پہنچنے میں جتنی دیر ہوگی اتنی ہی میری زیادہ رسوائی ہوگی۔ اب یہی مناسب ہے کہ انکو چھوڑ دیجئے اور مجھے آگرے پہنچا دیجیے"

مسٹر انجم۔ (اور لوگون کی طرف دیکھکر) "پھر اب آپ کی کیا راے ہے؟"

ایک سنجیدہ شخص "میری بھی یہی راے ہے کہ جانے دیجیے۔ کیونکہ آپکو بھی بیہودہ بیکار خراب رہنا پڑیگا۔ اور انکو اپنے کیے کی سزا مل گئی۔ اگر حیادار ہین تو پھر ایسی حرکت نہ کرینگے اور جو نہ باز آئے تو کبتک۔ ایک نہ ایک روز دھر لیے جائینگے"

مسٹر انجم "مجھے انکار نہین۔ آپ فرماتے ہین تو یون ہی سہی" (جنٹلمین کی طرف دیکھکر) "اچھا تشریف لیجائیے۔ مگر خدا کے لیے اسقدر حد سے نہ گزر جایا کیجیے"

جنٹلمین۔ (ہاتھ جوڑکر) "مین آپکا نہایت شکرگزار ہون کہ آپ نے میرے اتنے بڑے قصور کو معاف کر دیا۔ اتنے مین اسٹیشن آگیا اور جنٹلمین سب کو سلام کرکے اُترے ایک اسٹیشن جو آگے بڑھ آئے تھے اُسکا محصول اُن لیا۔ اور دل مین اپنے اوپر لعنت بھیجتے ہوے روانہ ہوے۔ وہ تو اُدھر گئے اور بی جواہر مسٹر انجم کی انتہا سے زیادہ احسانمند ہوئین۔ اور اُنکے ہمراہ لکھنؤ کو روانہ ہوئین۔ دل مین کہتی جاتی تھین "یہ بڑے غضب کی بات ہے کہ مین پھر لکھنؤ کو جاتی ہون۔ میری مان کو خبر ہوگی تو وہ الگ دوڑی آئینگی یا نواب فریدون قدر کو معلوم ہوگا تو وہ سب سے زیادہ حیران کرینگے ——" مسٹر انجم نے پوچھا "ٹکٹ تو تمھارے پاس ہین؟"

جواہر "ٹکٹ! ہاے ٹکٹ تو اُنھین کے پاس تھے۔ اب کیا ہوگا؟"

مسٹر انجم "وہ دے نہین گئے؟"

جواہر "کہان دے گئے پھر اب کیا کیا جائے؟"

مسٹر انجم "کوئی گھبرانے کی بات نہین ہے۔ جسقدر کرایہ کانپور سے لکھنؤ تک پڑتا ہے وہ نقد دے دیا جائیگا"

جواہر "یہ ہو سکتا ہے تو کچھ ہرج نہین۔ مگر مجھے کل ہی پہنچا دیجیے۔ مین زیادہ نہین ٹھہر سکتی ہون"

مسٹر انجم "کل ہی۔ تم جب کہوگی تمھارے ساتھ چلا چلون گا"

تیئیسوان باب

مرزا بیدار بخت اپنے گھر مین متفکر بیٹھے ہین۔ دل مین کہہ رہے ہین "مین فریدون قدر کو ایسا نہ سمجھتا تھا۔ یہ بڑی وحشیانہ دشمنی ہے۔ افسوس انھون نے بڑا ظلم کیا۔ ابھی بھاوج بیچارہ [illegible] ایسی دشمنی! یہی غنیمت ہوا کہ مجھے خبر ہوئی۔ ورنہ غضب ہو جاتا۔ بیچاری کی جان ہی گئی ہوتی۔ خدا جانے کیسی تباہی مین پڑ جاتی۔ آج مین جاکے فریدون قدر سے کہونگا۔ اور اسطرح کہونگا کہ وہ شرمائین گے" دل مین یہ سوچکر آدمی کو بلاکے گاڑی کا حکم دیا۔ گاڑی تیار ہوئی اور مرزا بیدار بخت سوار ہوکر مرزا فریدون قدر کے مکان کو روانہ ہوے۔ مسٹر انجم کی بی بی کا حال مرزا بیدار بخت کے دل پر اسقدر اثر کر گیا تھا کہ اسوقت تک جبکہ گاڑی مرزا فریدون قدر کے دروازے پر پہنچگئی ہے ان کا دل مین چکر کھاتا رہا۔

خبر پاکر مرزا فریدون قدر باہر نکل آئے۔ نہایت تپاک سے لیجاکر کمرے مین بٹھایا۔ اور باتین ہونے لگین۔

مرزا فریدون قدر "کہان تکلیف فرمائی آپ نے؟"

بیدار بخت "آپ ہی کی ملاقات کو چلا آیا۔ کئی روز سے ملنے کا اتفاق نہین ہوا تھا"

فریدون قدر "مزاج تو اچھا ہے؟"

بیدار بخت "جی ہان شکر ہے"

فریدون قدر "آجکل شہر کی آب وہوا نہایت خراب ہو رہی ہے۔ گرمی چل رہی ہے"

بیدار بخت "برسات کے موسم مین جہان پانی رک گیا بس یہ خرابیان پیدا ہوئین"

فریدون قدر "جب سے میر صاحب کے انتقال کی خبر سنی ہے میرے دل مین ایک ہول سا [illegible] ہے ہروقت ایک خلجان رہتا ہے"

بیدار بخت "کون میر صاحب؟"

فریدون قدر "وہی جو میرے ہان اکثر آیا کرتے تھے۔ میر حیدر علی صاحب۔ کوئی [illegible] ہوے آپ سے بھی تو انسے ملاقات ہوئی تھی"

بیدار بخت "ہان ہان وہ! افسوس! کیا اچھے ہاتھ پاؤن تھے۔ بس ایسے آدمیون کے مرنے کا قلق ہوتا ہے۔ مین جانتا ہون کہ کوئی چوبیس پچیس برس کا سن ہوگا"

فریدون قدر "جی ہان اور کیا"

بیدار بخت ۔ "مجھ سے تو گویا افسوس ہی کرنے کے لیے ملاقات ہوئی تھی"

فریدون قدر ۔ "مجھے بھی اُنکے مرنے کا بڑا رنج ہے ۔ مگر مشیت ایزدی مین کسی کو چارہ نہین"

بیدار بخت ۔ "مین آج ایک بات کہنے کے لیے آیا ہون"

فریدون قدر ۔ (زیادہ متوجہ ہوکر) "ارشاد"

بیدار بخت ۔ "آپ کی ایک بات سُنکر مجھے بڑا صدمہ ہوا ۔ اور اصل تو یون ہے کہ مین آپکو ایسا نہ جانتا تھا"

فریدون قدر ۔ (متوحش ہوکر) "فرمایئے تو سہی ۔ مجھسے کون ایسی خطا ہوئی؟"

بیدار بخت ۔ "انجم قدر اب کس حال مین ہین؟"

فریدون قدر ۔ "مجھے کیا معلوم ۔ وہ تو یہان سے کہین چلے گئے"

بیدار بخت ۔ "اور اُن کے اہل و عیال کہان ہین؟"

فریدون قدر ۔ "اپنے گھر مین ہونگے"

بیدار بخت ۔ "انجم قدر کی بی بی کی بسر اوقات کا بھی کوئی ذریعہ ہے؟"

فریدون قدر ۔ "مجھے نہین معلوم ۔ بظاہر اسباب تو کوئی آمدنی کی صورت نہین معلوم ہوتی"

بیدار بخت ۔ "مین نے سُنا اُنکے گھر کا سب اسباب قرق ہو گیا"

فریدون قدر ۔ "جی ہان ۔ ایک مہاجن کے پانچ چھ ہزار روپیے تھے اُسنے قرق کرا لیا"

بیدار بخت ۔ "اور آپ نے کچھ بندوبست نہ کیا کہ مال اِدھر اُدھر ہٹا لیا جاتا"

فریدون قدر ۔ "مین کیون بندوبست کرتا مجھسے غرض؟"

بیدار بخت ۔ "آپکے بھائی تھے اور آپ سے غرض ہی نہین؟"

فریدون قدر ۔ "جیسے بھائی تھے اُسکا حال آپکو بھی معلوم ہے ۔ انھون نے میرے لیے کوئی بات اُٹھا رکھی ہے؟"

بیدار بخت ۔ "اور اُنکے گزارے کا روپیہ اب کسکو دیا جاتا ہے؟"

فریدون قدر ۔ "ابھی تک تو کسی کو نہین دیا گیا ۔ مگر مین نے بابو سے وعدہ کر لیا ہے کہ اُسی کو دونگا"

بیدار بخت ۔ "آپ نے بہت بُرا کیا ۔ مین سچ کہتا ہون مجھے یہ سُنکے کمال رنج ہوا ۔ اور مین آپکو ایسا نہ سمجھتا تھا ۔ آپ سے دشمنی یا عداوت تھی تو انجم قدر سے یا اُنکی بی بی اور بچون سے؟"

فریدون قدر ''اگر آپ کی رائے کے خلاف ہے تو جو فرمائیے وہ کیا جائے۔ مین آپ کو
اپنا مربی سمجھتا ہون اور جو کچھ فرمائیے گا اسمین انکار نہو گا''

بیدار بخت ''میری رائے پر چلیے تو آپ اپنی بھاوج کو تسلی و تشفی دیکر اپنے گھر مین لا کے
رکھیے اب وہ بیکس اور بے بس ہین آپکے سوا کوئی اُنکی خبرگیری کرنے والا نہین۔ یہ آپ کا
فرض ہے۔ اسمین مخالفت کیجیے گا تو خدا کے ہان گنہگار ہوجیے گا۔ اُنکا اپنے یہان لائیے
اُنکے شوہر کے گزارے کا روپیہ اُنھین کے ہاتھ مین دیا کیجیے''

فریدون قدر ''اور بابو سے جو اقرار کر چکا ہون اُسکو کیا جواب دونگا؟''

بیدار بخت ''اُس سے انکار کر دیجیے۔ وہ آپکا کر ہی کیا لیگا''

فریدون قدر ''کر تو کچھ نہ لیگا۔ مگر ندامت تو ہوگی۔ یہ کیا کم ہے''

بیدار بخت ''اُونھ اُس سے ندامت کیسی! اور ممکن ہے کہ کوئی حیلہ ٹھہرا لیجیے۔ کہدیجیے
کہ تم نے اُن کے اسباب کی قرقی کیون کرائی؟''

فریدون قدر ''قرقی تو اُسنے مجھ سے پوچھ کے کرائی تھی''

بیدار بخت (متغیر ہوکر) ''اُسنے پوچھا اور آپ نے اجازت دیدی! افسوس! مین نہین
جانتا تھا کہ آپکی عداوت مین اسقدر جہالت بھری ہوئی ہے۔ مگر جو کچھ ہو گزارے کا روپیہ
آپ اُنکی بی بی کو دیا کیجیے''

فریدون قدر ''اچھا تو اُنکے گزارے کا روپیہ اُنھین کے پاس بھیجدونگا۔ میرے جانیکی
کون ضرورت ہے؟ وہان جانے کو تو میرا دل نہین چاہتا''

بیدار بخت ''نہین مجھے بڑا رنج ہوگا۔ آپ وہان جائیے۔ بنفس نفیس اُنکی دلدہی کیجیے
اور تسلی دلاسا دیکر اپنے گھر لے آئیے۔ آپ مین اور اُن مین کوئی فرق نہین۔ آپ کو
شرم نہین معلوم ہوتی کہ آپکے والد ہی کی اولاد اس درجہ تباہ و برباد ہو۔ نہین آپکو
جانا ہوگا۔ مین مجبور کرکے بھیجونگا''

فریدون قدر۔ ''آخر آپکے نزدیک اس مین فائدہ ہی کیا ہے؟ جہان مدتون سے جانیکا
اتفاق نہوا ہو۔ وہان یکبیک جاتے حجاب معلوم ہوتا ہے''

بیدار بخت ''کوئی حجاب کی بات نہین۔ جو سنیگا آپکی تعریف ہی کریگا''

فریدون قدر ''اچھا جاؤنگا۔ آپکے خلاف مرضی تو کوئی امر نہین کر سکتا''

بیدار بخت ''تو کب جائیے گا؟''
فریدون قدر ''کل جاؤنگا''
بیدار بخت ''نہین۔ آج اسیوقت میرے ساتھ چلیے۔ مین آپ کو وہان پہنچا کر اپنے مکان کو چلا جاؤنگا۔ وہان سے پلٹتے وقت آپ میرے ہان ہوتے آئیے گا۔ تاکہ مجھے بھی معلوم ہو کہ انھون نے کیا اسطور کیا''
فریدون قدر ''مین کہتا ہون آپ کو اس بارے مین عجلت کیون ہے؟''
بیدار بخت ''آپ جب وہان جائیے گا تو معلوم ہو گا کہ مجھے کیون عجلت تھی مصیبت کی ایک گھڑی بھی پہاڑ ہوتی ہے۔ اب تو خدا نے اُنپر ڈال دی۔ لیکن جسقدر جلد ٹالے ٹل سکے ٹالنا چاہیئے''
فریدون قدر ''تو بہتر چلیے۔ مین اپنی گاڑی بھی تیار کرالون کیونکہ آپ تو مجھے وہان پہنچا کے چلے جائیے گا''
بیدار بخت ''آدمی سے کہدیجیے وہین گاڑی لے آئیگا۔ ابھی میرے ساتھ سوار ہو لیجیے''
فریدون قدر ''بہتر'' یہ کہہ کے دونون سوار ہوے۔ مرزا بیدار بخت راستے بھر سمجھاتے گئے کہ یون کیجیے گا۔ اور یہ کہیے گا۔ اور اسطرح اصرار کیجیے گا۔ تھوڑی ہی دیر مین مرزا انجم قدر کا مکان آگیا۔ فریدون قدر اُترے۔ جانے کے لیے دروازہ کھولنا چاہا تو بند تھا زور سے دروازہ دھم دھمایا آواز آئی کون ہے؟''
فریدون قدر ''تم کھول دو کچھ کہنا ہے؟''
آواز ''آخر کیا کہنا ہے؟''
فریدون قدر ''مجھے مرزا انجم قدر نے بھیجا ہے۔ اُنھین کا پیغام کہنا ہے''
انجم قدر کی بی بی یہ جملہ سنتے ہی انتہا سے زیادہ خوش ہو گئین۔ دروازے کے پاس آ کے کنڈی کھول دی اور پوچھا وہ سب طرح خیر صلاح تو ہے؟''
کنڈی کا کھولنا تھی کہ مرزا فریدون قدر دروازہ کھول کے اندر داخل ہوے۔ انجم قدر کی بیکس و مظلوم بی بی سہم کے رہ گئی۔
فریدون قدر کی صورت دیکھتے ہی اپنی اس تباہ حالت پر نہایت شرم معلوم ہوئی۔ اور کچھ ایسی حیرت طاری ہوئی کہ کچھ کہتے سنتے نہ بن پڑا۔

فریدون قدر۔ "مزاج تو اچھا ہے؟"
انجم قدر کی بی بی۔ "ہر حال مین اُسکا شکر ہے۔ جیتی ہون بس یہی غنیمت ہے"
فریدون قدر نے جب اندر جا کے یہ کیفیت دیکھی کہ سوا اُس بیکس عورت کے گھر مین کوئی نہین تو انتہا سے زیادہ افسوس معلوم ہوا۔ محلسرا بھر کو چارون طرف متحیر ہو ہو کے دیکھنے لگے۔ اور جب اس بات کا خیال کیا کہ سارا ہی محلسرا خالی پڑی ہے۔ اور حوائج ضروریہ کا جو سامان ہر ادنیٰ سے ادنیٰ مکان مین کبھی نہ کسی قدر ضرور ہوا کرتا ہے وہ بھی نہین۔ تو دل پر ایک چوٹ لگی۔ بڑا لڑکا جو بیدار ادھر اُدھر پھر رہا ہوگا انکو دیکھکر چپکے اپنی ماں کے پاس جا کے بیٹھ گیا۔ اور چھوٹا گود مین پڑا سو رہا تھا۔ انجم قدر کی بی بی اگرچہ کوشش کر کے اپنی صورت کو بشاش ثابت کر رہی تھین۔ مگر حسرتناکی کا اثر کسی طرح چھپائے نہین چھپتا تھا۔
فریدون قدر۔ "افسوس یہان یہ حالت ہوگئی! خدا کی قسم مجھے اسوقت بڑا صدمہ ہوا تمھاری یہ حالت ہوگئی؟ یہان تو تم اکیلی گھبرایا کرتی ہوگی۔ اب مجھے یہ ہرگز گوارا نہین ہے کہ تم اس مکان مین تنہا پڑی رہو۔ مین تمھین لینے کو آیا ہون۔ چلکے میرے یہان رہو"
انجم قدر کی بی بی۔ "نہین مین یہین اچھی ہون۔ آپ کے سوا خبر لینے والا کون ہے۔ مین اس گھر سے نکلنا نہین چاہتی۔ جس طرح ہوگا اسی مکان مین نبا ہونگی"
فریدون قدر۔ "نہین یہ نہین ہو سکتا۔ کیا تم مجھے کوئی غیر سمجھتی ہو؟ اگر مجھسے مخالفت تھی تو انجم قدر سے۔ مگر مین اپنی بھاوج اور بھتیجون کا ہرگز دشمن نہین ہون۔ تم میرے ہان چلو۔ مین انجم قدر کو بھی تلاش کرونگا۔ اور جہان پتا لگ جائے گا آدمی بھیج کے بلواؤنگا"
انجم قدر کی بی بی۔ "یہ بھی کچھ کہنے کی بات ہے۔ اب آپ ہی مربی ہین۔ مگر اتنا تو خیال کیجیے کہ بے اُنکی اجازت کے مین اس گھر سے کیونکر نکل سکتی ہون۔ ہان یہ فکر ہے کہ کیونکر بسر ہوگی لیکن خدا کسی نہ کسی طرح نباہ ہی دیگا"
فریدون قدر۔ "واقعی مین نے بہت برا کیا کہ تمھارے گزارے کی نسبت بابو سے وعدہ کر لیا۔ مگر مجھے اپنی غلطی پر اب تنبہ ہوگیا ابھی تک مین نے اُسے کچھ دیا نہین۔ اقرار کرتا ہون کہ تمھارا روپیہ تمھارے ہی ہاتھ مین دیدیا کرونگا۔ اب تم کچھ فکر نہ کرو۔ میرے یہان چلکے رہو۔ مین بے تمھارے لیے نہ جاؤنگا۔ اور بس سے انجم قدر کو بھی انکار نہ ہوتا۔ افسوس تم پر ایسی مصیبت پڑگئی مجھے خبر بھی نہوئی"
انجم قدر کی بی بی۔ "مجھے آپ کے حکم سے انکار نہین ہے۔ مگر مجھے یہین رہنے دیجیے"
فریدون قدر۔ "یہ تو مجھسے نہوگا۔ مین فنس منگواتا ہون" یہ کہکے فریدون قدر نے اُٹھنے کا ارادہ کیا۔

انجم قدر کی بی بی نے جب دیکھا کہ وہ اُٹھتے ہی ہیں تو کہا "اچھا سنیے میں پھر چلی آؤنگی"

فریدون قدر "آخر اسوقت کیا ہے؟ اس اکیلے مکان میں کیا بناؤگی؟"

انجم قدر کی بی بی چپ ہوگئیں۔ فریدون قدر نے باہر نکل کے آدمی کو حکم دیا کہ "اسیوقت جاکے فنس لے آؤ" آدمی دوڑا گیا۔ اور فریدون قدر پھر اندر چلے آئے۔

فریدون قدر "تمھارے نوکر چاکر سب چلے گئے؟"

انجم قدر کی بی بی "جب قرقی ہوگئی۔ اور مجھے آمدنی کی کوئی صورت نہ معلوم ہوئی۔ تو میں نے سب کو جواب دیدیا۔ اور جواب نہ دیتی تو کیا کرتی۔ اُنکی تنخواہیں کس گھر سے دیتی" (بڑے لڑکے کی طرف اشارہ کرکے) اسکی کھلائی بڑی نمک حلال عورت ہے۔ وہ کسیطرح نہیں جاتی تھی۔ مگر میں نے مجبور کرکے اُسے بھی چھڑا دیا۔ پہلے جب مجھے اس گھر میں تنہا رہنا پڑا تو انتہا سے زیادہ پریشان ہوئی۔ اکیلی بڑی گھبرایا کرتی تھی۔ رات رات بھر پلک نہ جھپکتی تھی۔ تو خیر اسکی کھلائی بھی رات کو آکے یہیں پڑ رہتی ہے"

فریدون قدر "تم نے بڑی تکلیف اُٹھائی۔ افسوس اگر پیشتر سے مجھے یہ حال معلوم ہوجاتا تو ہرگز ایسا نہ ہونے پاتا۔ اسمیں تو خود میری بے عزتی ہے۔ تم اور میں کوئی جدا تھوڑے ہی ہیں"

انجم قدر کی بی بی "قرقی نے مجھے بالکل تباہ کردیا۔ گھر میں ایک برتن تک نہ چھوڑا جو کچھ تھا تنکا تنکا جھاڑو دے کے بالو اُٹھا لے گیا"

فریدون قدر "کمبخت نے بڑا ظلم کیا۔ اب میرے ہاں گزارے کا روپیہ مانگنے آئے گا تو کھڑے کھڑے نکال دونگا۔ افسوس ان ننھے ننھے بچوں پر مجھے بڑا ترس آتا ہے۔ اس ناسمجھی کے سن میں انھیں یہ مصیبت جھیلنا پڑی"

انجم قدر کی بی بی "یہ چھوٹا لڑکا تو اپنی انّا کو اسقدر پڑکا ہے کہ خدا نے جان رکھی یہی غنیمت ہے۔ اور بڑا تو ہر وقت اپنی کھلائی کو پکارا کرتا تھا۔ ان دونوں کے رونے سے میرا ناک میں دم آگیا"

فریدون قدر "واقعی بڑے صدمے کی بات ہے۔ خیر خدا اب ایسی آفت سے محفوظ رکھے اب وہاں چلکے تمھارے جو جو نوکر تھے اُنکو بلوا لینا۔ کچھ گزارے ہی پر نہیں موقوف ہر طرح تمھاری خبر گیری کرتا رہونگا ــــ"

آدمی نے پکار کر کہا "حضور فنس حاضر ہے"

فریدون قدر "چلیے اُٹھو۔ اب دیر کرنے کی کوئی ضرورت نہین"

انجم قدر کی بی بی "مین کہتی ہون اُن کے خلاف نہو۔ بس اسی بات کا مجھے خیال ہے"

فریدون قدر "نہین اُنکے خلاف نہوگا۔ اب یہ فکرین اپنے دل سے نکال ڈالیے۔ اُٹھو سوار ہو"

مرزا فریدون قدر نے خود باہر جاکے پردہ کرایا اور انجم قدر کی بی بی کو سوار کراکے اپنے گھر کو روانہ کیا اور آدمی سے الگ بُلاکے کہا "مین تو مرزا بیدار بخت کے یہان جاتا ہون۔ تم فنس کے ساتھ جاؤ وہان دیکھو بہت خبرداری سے اُتروانا۔ اور ماما کو بُلاکے اندر کہلا بھیجنا کہ اُنھین نہایت خاطر مدارات سے رکھین۔ خبردار کسی کی زبان سے کوئی خلاف کلمہ نہ نکلے۔ تھوڑی دیر مین مین خود آجاؤنگا" آدمی "بہت خوب" کہہ کے فنس کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور مرزا فریدون قدر گاڑی پر سوار ہوے اور دم بھر مین مرزا بیدار بخت کے گھر پہنچگئے۔

مرزا بیدار بخت تو گویا منتظر ہی بیٹھے تھے۔ فریدون قدر کے پہنچتے ہی پوچھنے لگے "کیا ہوا؟"

فریدون قدر "واقعی آپ نے مجھپر بڑا احسان کیا کہ زبردستی اُن کے پاس بھیجدیا۔ مین ایسا نہین سمجھتا تھا۔ وہان جاکے دیکھا تو ہوش اُڑگئے۔ اتنا بڑا لق و دق مکان اور بیچاری دونون بچون کو لیے اکیلی بیٹھی تھین۔ مین جانتا ہون کہ اگر مین اب بھی نہ پہنچ جاتا تو اُنکا کام ہی تمام ہوجاتا گھر بھر مین نام کو کوئی چیز نہ تھی۔ خدا جانے کھاتی پیتی کہان سے ہونگی"

بیدار بخت "مین نے پہلے ہی کہدیا تھا۔ خیر آپ نے کیا بندوبست کیا؟"

فریدون قدر "وہ کسی طرح میرے ہان جانے پر راضی ہی نہین ہوتی تھین۔ بڑی مشکلون سے سمجھا بجھا کر راضی کیا اور سوار کراکے اپنے گھر بھیجدیا"

بیدار بخت "سوار کرادیا؟"

فریدون قدر "جی ہان۔ وہ اُدھر گئین اور مین ادھر آیا ہون"

بیدار بخت "یہ تم نے بڑا کام کیا۔ مین بہت خوش ہوا۔ اب تلاش کرکے انجم قدر کو بھی بُلوا لیجیے۔ وہ آجائین تب اُنھین اختیار ہوگا چاہے اپنی بی بی کو تمھارے ہان رکھین یا لیجاکے رکھین"

فریدون قدر "انجم قدر کا پتا لگنا دشوار ہے۔ اب وہ خدا جانے کہان مارے مارے پھرتے ہونگے"

بیدار بخت "تمھین اُنکو کوشش کرنا چاہیے۔ وہ نہ ملین تو اور بات ہے"

فریدون قدر "ہان بیشک کوشش کرتا رہونگا"

اسکے بعد مرزا فریدون قدر رخصت ہوکے گھر آئے۔ گھر مین اپنی مان اور بی بی کو متحیر پایا۔ کیونکہ انجم قدر کی بی بی کا یک بیک مرزا فریدون قدر کے ہان چلے آنا تعجب سے خالی نہ تھا۔ فریدون قدر نے اپنی مان سے جاکے سارا حال بیان کیا اور کہا انھین نہایت خاطر مدارات سے رکھیے گا ایسا نہو کہ انکا دل تھوڑا ہو جائے۔ مین بڑے اصرار و اقرار سے لایا ہون۔ بی بی کو بھی تاکید کر دی کہ خبردار کوئی امر انجم قدر کی بی بی کے خلاف نہونے پائے۔ اگر انکو کسی قسم کی شکایت ہوئی تو مجھے نہایت ناگوار ہوگا۔

الغرض انجم قدر کی بی بی کو اسطرح اپنے موجودہ مصائب سے نجات ملی۔ تمام نوکر چاکر جو چھڑا دیے گئے تھے وہ پھر نوکر رکھ لیے گئے۔ چھوٹا لڑکا اپنی اسی انا کا دودھ پینے لگا۔ اور بڑا اپنی کھلائی کے پاس رہنے لگا۔ مرزا فریدون قدر روز ایک وقت آکے تسلی و تشفی کر جایا کرتے تھے شب و روز اسی فکر مین رہتے تھے کہ انجم قدر کا کہین پتا لگے۔

چوبیسوان باب

معشوقۂ نازک ادا یعنی جواہر ماہ سیما مرزا انجم قدر کے ساتھ داخل لکھنؤ ہوئین۔ لکھنؤ پہنچ کر سرا مین دونون نے قیام کیا اور تیسرے خانصاحب ساتھ تھے۔ جو مرزا انجم قدر کو کھینچ کھانچ کے لکھنؤ لے آئے تھے۔ جب سرا مین اطمینان سے بیٹھ چکے تو خانصاحب نے کہا "اچھا آپ یہان ٹھہرین۔ مین زرا شہر کی سیر کر آؤن"

انجم قدر "جائیے۔ مگر جلدی آئیے گا" خانصاحب چلے گئے۔

انجم قدر نے بیٹھ کے دل مین سوچنا شروع کیا کہ اس نازنین کو آگرے پہنچا دون کہ اپنے ہی پاس رکھنے کی کوشش کرون۔

ایسی حور وش پھر کبھی خواب مین بھی نصیب نہ ہوگی۔ معاذاللہ کس قیامت کی صورت ہے۔ بھلا یہ دل کو کیونکر گوارا ہوگا کہ ایسی حور نا تنک فریب کو اپنے ہاتھ سے کھو دون۔ لاکھ مصیبتین ہین مگر یہ نازنین اپنی ہم صحبت اور غمگسار ہو تو کوئی فکر نہ ہو۔ مگر اپنی یہ آرزو اس پر کس طرح ظاہر کرون ——"

اتنے مین جواہر نے کہا "اب آج ہی مجھے آگرے پہنچا دو۔ مین یہان زیادہ نہین ٹھہر سکتی"

اسکے جواب مین مسٹر انجم نے دبی زبان سے زرا رک رک کے کہا "مجھے تم سے کچھ کہنا ہے ـ

مگر صرف تمھین سے کہنا چاہتا ہون"

جواہر "یہان اور کون ہے نصیبن ہین انکا کچھ مضایقہ نہین۔ آپکو جو فرمانا ہو فرمایئے"

مسٹر انجم "نہین تو انھین بھی ہٹا دو۔ مین ان کے سامنے نہ کہونگا"

جواہر "اچھا ہٹائے دیتی ہون۔ نصیبن تم زرا اُدھر جا بیٹھو" نصیبن چلی گئی۔

مسٹر انجم "مجھے آپ سے دریافت کرنا ہے کہ آپکی کہین شادی تو نہین ہوئی؟"

جواہر "آپ کو اسکے پوچھنے سے عرض کیا؟"

مسٹر انجم "تو آپکا کچھ نقصان بھی نہین ہے۔ بتا دیجیے تو کچھ اور عرض کرون"

جواہر (شرمندگی کے ساتھ) "نہین میری شادی نہین ہوئی ہے"

مسٹر انجم (خوش ہوکر) "تو شاید مجھے اپنی خوش نصیبی کی امید ہوسکتی ہے۔ اگر مجھے قبول کیجیے تو کیسا ہے؟"

جواہر۔ (دل مین) "آدمی تو یہ برے نہین معلوم ہوتے۔ اور مجھے آخر کسی نہ کسی کے ساتھ شادی کرنا ہی ہے۔ اگر انھین کے ساتھ کرلون تو کیسا؟ مگر زرا دیکھ بھال کے جواب ——"

مسٹر انجم "کچھ فرمایا نہین آپ نے؟"

جواہر "ابھی کیونکر کہون پھر دیکھا جائے گا"

مسٹر انجم "آپکو تو آگرے سے جانے کی جلدی ہے"

جواہر "اچھا دو چار روز ٹھہر جاؤنگی"

مسٹر انجم "آپ ٹھہرین بھی تو مین لکھنؤ مین نہین ٹھہر سکتا۔ اگر ایسا ہی ہے تو کانپور چلکے ٹھہریے"

جواہر "کیون آپ لکھنؤ مین کیون نہین رہ سکتے؟"

مسٹر انجم "اسکی ایک وجہ ہے۔ یہ بڑا بھاری قصہ ہے اب کبھی فرصت کے وقت بیان کرونگا"

جواہر "اے تو اب اسوقت کون کام بڑا ہے کہو تو سہی"

مسٹر انجم "میرا وطن یہین ہے۔ ابا جان یہان کے بڑے رئیسون مین تھے اُنکے انتقال کے بعد میرے اپنے بڑے بھائی سے اور مجھ سے علاقے کے بارے مین مخالفت ہوگئی۔ عدالت مین مقدمہ گیا۔ وہ مقدمے مین کامیاب ہوے۔ اور مین ہار گیا۔ اس ندامت مین مین نے گھر بار لڑکے بالے سب کو چھوڑ دیا۔ میری بی بی یہین ہین خدا جانے انکا کیا حال ہوگا۔ دو لڑکے ہین مدت سے ان کی کچھ خبر نہین سُنی۔ غرض مین بازار مین نہین نکل سکتا۔ ڈر ہے کہ کوئی پہچان نہ لے"

جواہر "تو ڈر کا ہے کا؟ اور تم نے بڑا ظلم کیا کہ اپنی بی بی اور بچّون کو اسطرح چھوڑ دیا جب تمھارا یہ حال ہے تو مین کیونکر جانی بھر سکتی ہون ۔ مجھے بھی چھوڑ کے چلے جاؤ تو مین کیا کرون "

مسٹر انجم "ہائے تمھین مین چھوڑ سکتا ہون؟ تم سے تو عشق ہے اور اس معاملے مین بھائی صاحب سے ایسی بگڑی کہ وطن چھوڑتے ہی بن پڑا ۔ اب ہر دفعہ ایسا تھوڑا ہی ہو سکتا ہے "

جواہر "اور ہان تمھارے بھائی کا نام کیا ہے؟"

مسٹر انجم "نواب مرزا فریدون قدر "

اتنا سننا تھا کہ جواہر کے ہوش و حواس جاتے رہے چہرہ زرد ہوگیا جسپر مختلف آثار کے باعث ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا ۔ نقش حیرت ہو کے مسٹر انجم کی صورت دیکھنے لگی ۔ اور گھبرائی آواز سے پوچھا "تم اُن کے بھائی ہو؟"

مسٹر انجم "ہان مین اُنکا چھوٹا بھائی ہون ۔ کیا تم اُنھین جانتی ہو؟"

جواہر "ہان جانتی ہون ۔ مگر بہت دن ہوئے جب سے کچھ نہین معلوم ہوا "

مسٹر انجم "تم اُنھین کیونکر جان گئین؟ وہ لکھنؤ مین رہتے ہین ۔ اور تم آگرے مین رہتی ہو "

جواہر اسکا کچھ جواب نہ دے سکی گردن جھکالی اور گویا کسی گہری فکر مین ڈوب گئی ۔

مسٹر انجم "نہین کہو تو ۔ تمھین اس واقعے کے بیان کرنے مین تامل کیا ہے ۔ تم جانتی ہو کہ مین اب فریدون قدر سے نہین ملونگا ۔ صرف اسی خوف سے لکھنؤ مین نکلتا نہین ہون "

جواہر "میرا قصہ ایک بڑی داستان ہے ۔ کہون تو تمھاری عقل چکر مین آجائے ۔ تم سنکے کیا کروگے آخر فائدہ ہی کیا ہے؟"

مسٹر انجم "اب تو مجھے بے سنے چین نہ پڑیگا ۔ خدا کے لیے بیان کرو "

جواہر "نہین مین نہ کہونگی میرا قصہ ایک راز ہے ۔ اسکے بیان کرنے مین میرا ہی نقصان ہے اور تمھین سنکے کچھ فائدہ نہو گا "

مسٹر انجم "نہین کہہ ڈالو مین انتہا سے زیادہ مشتاق ہو رہا ہون "

جواہر "اچھا اب تمھین اصرار ہے تو کہتی ہون ۔ مگر اپنے ہی تک رکھنا تمھاری طرح مین بھی لکھنؤ مین ایک گھڑی ٹھہرنا نہین چاہتی کوئی پہچان لے تو غضب ہی ہو جائے ۔ تم نے سنا ہوگا یہان ایک مجدی طوائف مشہور ہے ـــــ "

مسٹر انجم "ہان ہان مجدی ۔ مین خوب جانتا ہون "

جواہر۔ "اُن دنوں اُسکے ہاں جواہر نام ایک نوچی تھی"
مسٹر انجم۔ "ہاں یاد ہے صاحب اُسکا بڑا شہرہ تھا شہر بھر اُسپر مٹا ہوا تھا۔ تمام امیرزادوں کی یہ کیفیت تھی کہ ایک نظر دیکھ لینے کے آرزومند تھے"
جواہر۔ "نواب فریدون قدر نے اُسی جواہر کو اپنے ہاں بلوایا۔ اور انھیں کے گھر میں وہ غائب ہو گئی"
مسٹر انجم۔ "یہ بھی معلوم ہے بلکہ مُدّعی نے اُسی بابت فریدون قدر پر نالش کی تھی۔ میرے مقدمے سے دو چار روز پیشتر اُسکے مقدمے کی پیشی تھی۔ مگر ہوا ہوایا کچھ نہیں"
جواہر۔ "وہ جواہر میں ہی ہوں ————"
مسٹر انجم۔ (متحیر ہوکر) "وہ تمھیں ہو" سر سے پاؤں تک جواہر کو غور سے دیکھا۔
جواہر۔ "اب اسکی داستان سُنیے کہ نواب فریدون قدر کے ہاں اُس روز خوب شراب اُڑ رہی تھی مجھے بھی پلائی اور خود بھی پی تھوڑی دیر میں سب پی پی کر مدہوش ہو گئے کسی کو سر پیر کی خبر نہ رہی مجھے بھی بہت تیز نشہ ہوا۔ مگر اور سب لوگوں کی طرح گر نہیں پڑی۔ ہاں نیک و بد کی تمیز نہ تھی۔ بس اتنے میں ایک چور آگیا۔ نشے میں مجھے اُسکی صورت ایسی اچھی معلوم ہوئی کہ بے اختیار اُسپر فریفتہ ہو گئی۔ چور نے اُنکے ہاں کی سب جمع جتھالی اور مجھے بھی ساتھ لیا۔ اور اُسی روز بنارس کو روانہ ہو گیا۔ بنارس پہنچکر مجھے جب اپنی غلطی پر تنبیہ ہوا تو میں نے اُس سے انکار کر دیا۔ وہ میرے بہت درپے ہوا۔ آخر اسپر فیصلہ ہوا کہ اُسکے ساتھ میں نکاح کر لوں۔ مگر میں نے نکاح میں یہ شرط لگائی کہ وہ چوری سے توبہ کرے۔ نکاح کو ایک دن باقی تھا اُسنے کہا کہ "تھوڑا بہت روپیہ جمع کر لینا چاہیے تاکہ شادی کے بعد کچھ روز اطمینان سے گزریں" رات بھر میں تین جگہ چوری کی تیسری جگہ پکڑ لیا گیا۔ چونکہ کسی کو زخمی کیا تھا اسوجہ سے کالے پانی بھیجا گیا۔ میں نے ایک ماما نوکر رکھی اور ایک کرایہ کے مکان میں اُٹھ گئی۔ ماما حرامزادی ایک شخص سے ملکے میری بے آبروئی کی درپے ہو گئی۔ اور اب میں عہد کر چکی تھی کہ حرام نہ کرونگی اب کہاں تک بیان کروں اُسوقت سے ابتک بیسیوں کے پھندے میں پڑی اور خدا نے بچا لیا۔ آج تک میں نے اپنے تئیں حرام سے بچایا ہے۔ آگے خدا مالک ہے"
مسٹر انجم۔ "واقعی تمھارا قصہ عجیب ہے"
جواہر۔ "ابھی تم نے پورا حال تو سُنا نہیں۔ سُنو تو حواس اُڑ جائیں۔ یہ میں ہی ایسی تھی کہ ان سب باتوں کو سہ لیا۔ ورنہ مجال ہے کسی کی کہ ایک دفعہ بھی متحمل ہو سکے"

مسٹر انجم ”اور تم آگرے کسکے پاس جاتی ہو؟“
جواہر ”جاتی کہاں! بنارس سے بھاگی تو اور کہیں نہ گئی وہیں چلی گئی۔ آگرے میں میرا کوئی بیٹھا تھوڑے ہے“
مسٹر انجم ”پھر اب تمھاری کیا نیت ہے؟“
جواہر ”ارادہ تو یہی ہے کہ کسی بھلے آدمی سے نکاح پڑھوالوں“
مسٹر انجم ”پھر میری درخواست کیوں نہیں منظور کر لیتی ہو؟“
جواہر ”تمھارا ابھی مجھے اعتبار نہیں۔ جب تم نے اپنی بیاہتا بی بی کے ساتھ وفا نہ کی تو میرے ساتھ کیا کرو گے“
مسٹر انجم ”مجھ سے چاہے قسم لے لو“
جواہر ”آپ اس زمانے میں نگوڑی قسم کا کیا اعتبار ہے لوگ دن بھر میں ہزاروں قسمیں کھا جاتے ہیں“
مسٹر انجم ”تو دو چار روز میں تمھیں اعتبار آجائیگا؟“
جواہر ”اقرار تو نہیں کرتی ہوں۔ مگر ہاں شاید آجائے۔ مگر اسکو کیا کروں کہ میں اور تم دونوں لکھنؤ کی سکونت گوارا نہیں کر سکتے ہیں“
مسٹر انجم ”ایک ترکیب ہے۔ تم انگریزی لباس میں رہا کرو جس طرح انگریزنیں آزادی سے پھرتی ہیں سیر بھی کرنا۔ کوئی مزاحم بھی نہ ہو سکے گا۔ اور مجھے تو اب کسیکی پروا بھی نہیں ہے صرف خیال تھا کہ کوئی نہ پہچانے۔ مگر پہچان لے گا تو کیا ہوگا۔ میں کسی کا تابعدار تو ہوں نہیں اپنی خوشی کا بندہ ہوں۔ میں بھی آزادی سے نکلنے لگونگا۔ مگر پھر ایسا نہ ہو کہ تم مجھے بھی خراب کرو اور خود بھی خراب ہو“
جواہر ”نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر تمھاری یہ رائے ہے تو میں موجود ہوں مجھے فقط اسقدر کھٹکا ہے کہ کوئی پہچان نہ لے۔ انگریزی لباس میں رہونگی تو شاید کوئی پہچان نہ سکیگا“
مسٹر انجم ”تو میں اس کا بندوبست کروں؟“
جواہر ”ہاں میں موجود ہوں“
مسٹر انجم نے اُسی روز حضرت گنج میں جاکر دو ساڑے مول لیے اور چونکہ یہ کسی زمانے میں بڑے فیشن ایبل جنٹلمین تھے اس وجہ سے ان جوڑوں کے لینے میں بھی انھوں نے فیشن کا بخوبی اندازہ کر لیا۔

یہ سلائے سراین سے کے آئے اور کہا "لیکن ایک بات کا تو خیال ہی نہین کیا۔ سراین رہ کر لیا ہین تہ بھیجے گا کسی کرایے کے مکان مین رہنا چاہیے"

جواہر "اسکا تمھین اختیار ہے"

مسٹر انجم "تو امین آباد کے قریب ایک مکان ہے اُسی مین اُٹھ چلو"

جواہر "اُٹھ چلو مگر مکان مین رہو گے تو ہر طرح کی چیزین درکار ہونگی"

مسٹر انجم "ہان یہ بھی سچ کہتی ہو۔ اور انگریزی وضع کے لیے ضرور ہے کہ انگریزی قسم کا مال اسباب بھی ہو۔ بڑی دقتین پڑینگی۔ مین بتاؤن آؤ ہم تم ہوٹل مین اُٹھ چلین۔ شہر سے فاصلہ ہے وہان کوئی تمھارا جاننے پہچاننے والا بھی نہ ہوگا۔ اور انگریزی وضع بھی کی بھی خوب مناسب ہے نا ہے"

جواہر "ہان یہی ٹھیک ہے"

مسٹر انجم "چار ہی پانچ روز کا واسطہ ہے کوئی ایسا بہت صرف بھی نہ ہوگا"

جواہر "اور یہ جو تمھارے ساتھ ہین انکا کیا نام ہے؟"

مسٹر انجم "سرفراز خان"

جواہر "سرفراز خان کو ٹالو۔ انکا ساتھ نہین اچھا ہے"

مسٹر انجم "یہ کون بڑی بات ہے۔ انکو مین آج ہی ٹال دونگا مگر مین صرف تمھارے ہی لیے یہان ٹھہرتا ہون اور نہین اس شہر مین قدم بھی نہ رکھتا"

تھوڑی دیر کے بعد سرفراز خان آئے تو مسٹر انجم نے اُنسے کہا "اب میری رائے یہ ہے کہ آپ چل کے فیض آباد مین ٹھہریے۔ مین کوئی چھ روز مین آجاؤنگا"

سرفراز خان "یا تو تم لکھنؤ آنے کا نام نہ لیتے تھے۔ یا اب آئے تو ہم سے کہتے ہو کہ فیض آباد جائین اور تم یہان ٹھہر کے رہو گے"

مسٹر انجم "ہان ضرورت ہی ایسی پڑ گئی"

سرفراز خان "ضرورت ورورت کچھ نہین۔ تمھین سمجھائے دیتے ہین کہ اس شہر مین بڑی عورتون کی بیوفائی مشہور ہے۔ کسی موقع پر دغا دے گئی تو روتے نہ بن پڑے گی"

مسٹر انجم "اب تو یہ حور وش ہاتھ سے نہ چھوڑی جائے گی"

سرفراز خان "تمھین اختیار ہے۔ دیکھو کہے دیتے ہین کہ زک اُٹھاؤ گے"

مسٹر انجم "اچھا اب تم تو جاؤ"

سرفراز خان "مجھے کیا میں آج ہی سوار ہو جاؤں گا"

مسٹر انجم "ہاں بس - وہیں مغل آباد میں چل کے ٹھہرو"

سرفراز خان نے اسی روز اپنا بوریا بدھنا سنبھالا - اور مسٹر انجم اور انکی نئی جورو یعنی معشوقہ بی جواہر مع اپنی خادمہ نصیبن کے ہوٹل کو روانہ ہوئیں ہوٹل میں جا کے بی جواہر نے تبدیل لباس کیا اور ایک فیشن ایبل لیڈی بن بیٹھیں - یہ وضع جو موجودہ زمانے میں سب وضعوں سے زیادہ خوشنما تصور کی جاتی ہے حسن عالم سوز کو اور بھی لے اڑی - اور کیوں نہ ہو ایک تو کوئی معمولی حسن نہ تھا - بی جواہر کا پیارا چہرہ تھا - دوسرے اب جس وضع میں دیکھا جاتا تھا اسکی طرف نوجوانی اور تہذیب دونوں چیزوں کے جوش مائل تھے جواہر اگرچہ اس سے پیشتر پردہ نشین ہو گئی تھیں مگر اس تہذیب وضع اور مسٹر انجم کے ساتھ نے ایسا مجبور کیا کہ آزادی کے ساتھ شہر کی سیر کرنے لگیں - یوروپین جماعت پر بھی ان کے حسن نے اپنا اثر ڈال دیا - اور ہندوستانی تو ایک نظر دیکھ لینے کے آرزومند ہو گئے اگرچہ بی جواہر آزادی کے ساتھ سیر کرنے لگی تھیں - مگر کسی سے ملتی نہ تھیں اسوجہ سے یہ اور انکا حال شہر بھر میں ایک ایسا راز تھا کہ اسکے انکشاف کی ہر ایک کو فکر لگی رہتی تھی -

ایک روز ہوٹل میں بیٹھے بیٹھے جواہر نے انجم قدر سے پوچھا "یہ کونسا ہوٹل ہے؟"

مسٹر انجم "نوروزجی کا ہوٹل - کیا کسی اور ہوٹل میں اٹھ جانا چاہتی ہو؟"

جواہر "نہیں"

مسٹر انجم "تم بیٹھو میں ایک جگہ جاؤنگا"

جواہر "تو میں اکیلی گھبراؤنگی - گاڑی منگوا دو میں بھی ادھر ادھر پھر آؤں"

مسٹر انجم "اچھا جاؤ - مگر جلدی ہی چلی آنا - کیونکہ میں بھی جلدی آجاؤنگا"

جواہر "ابھی آجاؤنگی - تو گاڑی منگواؤ"

مسٹر انجم نے ہوٹل کے آدمی کو گاڑی کا حکم دیا - اور خود چلے گئے - تھوڑی دیر میں گاڑی آئی اور بی جواہر سوار ہو کے سیر کو نکلیں - اسوقت دن تمام ہو چکا تھا اور آفتاب کے غروب ہونے کو کچھ تھوڑی ہی دیر باقی تھی - دن بھر کی تپش کا اثر مٹانے کے لیے سڑکوں پر چھڑکاؤ ہو رہا تھا - بہ نسبت اور اوقات کے سڑکوں پر آنے جانیوالے زیادہ تھے بگھیوں اور فٹنوں کے لوگ

ہوشیاری سے قدم اُٹھا اُٹھا کے اپنے گھروں کے رخ جا رہے تھے۔ گاڑیوں کی کثرت بھی سول اور ملیٹری دونوں قسم کے یوروپین افسر اپنی میموں کو پہلو میں بٹھائے گاڑیاں اُڑاتے چلے جاتے تھے۔ ہیٹ ہیٹ کی آواز کے آگے سب قسم کی آوازیں دب گئی تھیں۔ بی جواہر کی وجہ سے یہ بات خلافِ معمول پیدا ہو گئی تھی کہ اُنھیں جو نظر آتا تھا اُنکا دیکھنے والا ہی نظر آتا تھا۔ یوروپین لوگوں کے آگے پیچھے کبھی کبھی کوئی بے مرمت و بے آب گاڑی نظر آجاتی تھی جسپر آٹھ نو آدمی بڑی کشمکش میں بیٹھے ہوتے تھے۔ اور جن میں سے کسی خاص نوجوان کی وضع بتا دیتی تھی کہ نواب زادہ ہے۔

بی جواہر یہ کیفیت دیکھتی چلی جاتی تھیں کہ ناگہاں ایک عمدہ فٹن جو پشت کی طرف سے آ رہی تھی اُسکے کوچبان نے ارادہ کیا کہ آگے نکال لیجائے۔ اس گاڑی پر کوئی شخص بیٹھے تھے جو غالباً روسائے شہر سے ہونگے۔ فٹن جب بی جواہر کی گاڑی کے برابر پہنچی اُن صاحب نے پہلے تو جواہر کو ایک سرسری نگاہ سے دیکھا۔ مگر نگاہ ہٹنے بھی نہ پائی تھی کہ دوبارہ غور سے گھور کر دیکھا اور متحیر ہو گئے۔ بی جواہر کی نظر جو اُدھر گئی تو ان کے حواس ہی غائب ہو گئے یک بیک ٹھٹھر اُٹھیں اور ذرا چونک جیسے سہم کے رہ گئی ہیں۔ جواہر کا سہمنا تھا کہ گویا اُن صاحب کو اپنے کسی گمان کا یقین آگیا۔ اودھر دیکھ کر مسکرائے۔ اتنے میں فٹن آگے بڑھ گئی۔

جواہر (دل میں) یہ بڑا غضب ہوا۔ مرزا فریدون قدر کا سامنا ہو گیا اور وہ مجھے پہچان بھی گئے اب کیا کیا جائے۔ جہاں میں ٹھہری ہوں۔ اگر انھیں کہیں وہاں کا پتا معلوم ہو گیا تو مجھے یہاں رہنا مشکل ہو جائیگا۔ اور پہچان تو ضرور لیا پہچانا نہ ہوتا تو مسکراتے نہیں ——"

اتنے میں دیکھا کہ وہ فٹن آن کے برابر ہوا چاہتی ہے جواہر نے اُنکی طرف دیکھا تو زور سے سینے پر ہاتھ مار کر آہ کھینچی اور اپنی بیتابی کا ایک نمونہ دکھا دیا۔ بی جواہر نے اپنی شکری اور شیریں آواز میں گاڑی بان سے چلا کر کہا "ہوٹل چلو۔ اب نہ سیر کرونگی۔" آواز پہچان کر مرزا فریدون قدر اور بھی بیتاب ہو گئے۔ اتنے میں گاڑیبان نے گاڑی پھیری اور ہوٹل کو روانہ ہوا۔

پچیسواں باب

جس وقت بی جواہر نے تن تنہا سیر کے لیے جانا چاہا تھا اُسوقت مسٹر [illegible] کیطرف روانہ

ہوئے مگر دل میں نہایت ہی برافروختہ تھے۔ انھیں یہ بہت ناگوار گزرا کہ جواہر اکیلی بازار کی ہوا کھانے کو جائیں۔ لیکن کیا کرتے؟ کچھ اختیار تھا؟ دل میں کہتے ہوئے چلے "جو کچھ ہو مگر مجھ سے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ میری حور وش معشوقہ گلیوں اور سڑکوں پر ماری ماری پھرے۔ اگر زور چلتا تو ہرگز اس بات کا روادار نہوتا۔ خدا کرے یہ میری درخواست منظور کرلے۔ دنیا بھر چھان ماروں تب بھی اسکی ایسی حسین و نازنین معشوقہ نہ ملیگی۔ خدایا اس کا دل نرم ہو جائے۔ اگرچہ یہ سیر کرنے گئیں اور مجھے ناگوار بھی گزرا مگر اصل پوچھیے تو یہ بھی میری خوش قسمتی ہے۔ جو یہ نکاح پر راضی ہو جائے تو پوری میرے مذاق کی معشوقہ ہوگی۔ میں اسوقت اپنے اوپر کس درجہ نازاں ہوں گا جب ولایتی ٹمٹم پر بیٹھا ہوں اور میری پیاری جواہر میرے پہلو میں ہو۔ اور پھر اس انگریزی گون میں یہ پوشاک اس کے چہرے پر کتنی کھلتی ہے۔ واقعی اسوقت زمانہ بھر میرا حاسد ہوگا جب اسی مہذب ڈریس کو زیب بدن کرکے میرے پہلو میں بیٹھا کریگی اور ہم دونوں سبزہ زاروں اور باغوں کی سیر کو جایا کرینگے۔ لیکن یہ اگر منظور بھی کرلے تو میرے پاس اب روپیہ کہاں کہ اطمینان کے ساتھ ان آرزوؤں کو پورا کرسکوں۔ خیر سردست تو یہی دعا ہے کہ خدا کرے اسکے ساتھ شادی ——"

مسٹر انجم دل میں یہ سوچتے چلے جاتے تھے کہ کسی طرف سے آواز آئی "اخاہ! حضور ہیں! حضور نواب صاحب! اجی حضور؟" پلٹ کے دیکھا تو بابو مہاجن بڑے تپاک سے مزاج پرسی کر رہا ہے کہنے لگے "بابو صاحب مزاج تو اچھا ہے؟"

بابو "جی ہاں۔ سب طرح حضور کی پرورش ہے۔ کب تشریف لائے؟"

مسٹر انجم "آج ہی ابھی چلا آتا ہوں"

بابو "گھر تشریف لیے جاتے ہیں؟"

مسٹر انجم "نہیں گھر پر تو گیا ہی نہیں اور نہ جاؤنگا"

بابو "کیوں! آخر حضور ٹھہرے کہاں ہیں؟"

مسٹر انجم "میں تو ہوٹل میں ٹھہرا ہوں"

بابو "حضور ہم کو تو آپ نے بے موت مار ڈالا۔ اب کہیے کسکے آگے سر دے ماریں۔ تھوڑا نہ بہت پانچ ہزار چھ سو روپیہ (روکر) لیے ہمتو لٹ ہی گئے"

مسٹر انجم "گھبراؤ نہیں۔ میں ایکی مرتبہ پلٹ کے آؤنگا تو تمھارا سب روپیہ بیباق کردونگا"

بابو "کب تک [illegible] گا؟"

مسٹر انجم "کوئی ایک برس اور صبر کرنا ہوگا"

بابو "اب تو حضور نہین صبر ہو سکتا۔ ہم تو بے موت مر گئے"

مسٹر انجم "بھائی پھر اسکو مین کیا کرون؟ کچھ میرے اختیار کی بات ہے؟"

بابو "اب کب تک یہان تشریف رکھیے گا؟"

مسٹر انجم "کوئی دو تین روز۔ بس اس سے زیادہ نہین"

بابو "اور ٹھہرے آپ کہان ہین؟"

مسٹر انجم "کہہ تو دیا ہوٹل مین"

بابو "کون سا ہوٹل؟"

مسٹر انجم "نوروزجی کے ہوٹل مین ٹھہرا ہون"

بابو "اچھا تو اب مین ایک جگہ تقاضے کو جاتا ہون۔ وہین ہوٹل مین حاضر ہونگا"

مسٹر انجم "نہین تم وہان آکر کیا کروگے۔ مین خود تمھارے پاس آجاؤنگا"

بابو "تو کب تشریف لائیے گا؟"

مسٹر انجم "کل ہی چلا آؤنگا مجھے کوئی کام ہے"

بابو "اچھا تو اب مین جاتا ہون"

مسٹر انجم "جاؤ"

بابو چلا گیا اور مسٹر انجم آگے روانہ ہوے۔ اتنے مین شام ہوگئی۔ اور اندھیرا زیادہ بڑھتے دیکھ کر مسٹر انجم نے واپسی کا ارادہ کیا اور ہوٹل کی طرف روانہ ہوے۔ تھوڑی دیر مین اپنی فرودگاہ پر پہنچکے دیکھا تو اُن کی خوبروش معشوقہ بی جواہر اُنسے پہلے آچکی تھین۔ وہ پیارا چہرہ دیکھتے ہی نہایت خوش ہوے۔ اور پوچھنے لگے "کہو۔ کہان کی سیر کر آئین!"

جواہر "اے کہین نہین۔ حضرت گنج سے تھوڑی ہی دور آگے گئی ہونگی کہ کچھ ایسی ہول سمائی کہ پلٹ آئی تم نے کہان کی سیر کی؟"

مسٹر انجم "مین تو خوب پھرا"

جواہر "کسی نے پہچانا تو نہین؟"

مسٹر انجم "بابو ایک مہاجن ہے۔ اُس کا بہت سا روپیہ میرے ذمے باقی ہے۔ وہ البتہ ملا تھا مین نے ایک سال کا وعدہ کرکے ٹال دیا۔ بس اور کوئی نہین ملا"

جواہر: "مین تو آج جاکے بہت پچھتائی۔"

مسٹر انجم: "کیون؟ کیون؟"

جواہر: "تمھارے بڑے بھائی مرزا فریدون قدر ملے تھے۔ اُنھون نے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ چار آنکھین ہوتے ہی مین بہت شرمائی۔ اور دل مین طرح طرح کے خیال گذرنے لگے اُنھون نے کچھ اشارہ بھی کیا۔ مگر مین ٹال گئی تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ میری گاڑی کے برابر ہی برابر اُنکی گاڑی چلی جاتی ہے۔ کچھ دیر تو مین گردن جھکائے بیٹھی رہی۔ آخر نہ رہا گیا۔ مین نے گاڑی پھروائی اور سیدھی یہان چلی آئی۔ جب سے دل مین ہزارون طرح کے اندیشے پیدا ہو رہے ہین۔ اب تمھین کچھ تدبیر بتاؤ کہ کیا کیا جائے؟"

مسٹر انجم: "تو گھبرانے کی کونسی بات ہے؟ وہ تمھارا کیا کرلین گے۔ اپنے اطمینان سے بیٹھی رہو۔"

جواہر: "نہین بہت بُری ہوئی۔ اول تو وہ خود میرے پھانسنے کی کوشش کرینگے۔ اور اگر اُنکا زور نہ چلا تو میری مان کو خبر کر دینگے۔ اور اگر اُن کے کانون تک پہنچ گیا کہ مین یہان موجود ہون تو آفت کر دینگی۔ مجھے بیٹھنا دشوار ہو جائیگا۔"

مسٹر انجم: "اونھ۔ کوئی کچھ نہین کر سکتا۔ جب تم خود اُنکے پاس رہنا نہین پسند کرتین تو وہ کیا کر سکتی ہین۔ کچھ نہین۔ تم کچھ فکر نہ کرو۔"

جواہر: "مانا کہ وہ کچھ نہ کر لین گی۔ مگر بڑا فضیحتا تو ہوگی۔ دوسرے بھی اُنکے سامنے میری زبان بند ہو جاتی ہے۔ مجھ سے کچھ نہین بن پڑتا۔ اگر وہ یہان چلی آئین گی تو مجھ سے کچھ نہ کہا جائیگا۔ مین اُنسے بہت ڈرتی ہون۔"

مسٹر انجم: "اونھ۔ ڈر کاہے کا۔ آخر وہ کیا کر سکتی ہین؟"

جواہر: "تم کچھ ہو۔ امّاجان پر میرا بس نہین چلتا۔"

مسٹر انجم: "اگر ایسا ہی بودا پن ہے تو خدا حافظ۔ تم تو کہتی تھین کہ مین حرام کاری سے بہت بچتی ہی ہون"

جواہر: "ہان سچ کہتی تھی۔ امّاجان آکے ہاتھ پکڑ لینگی تو اُنکے ساتھ چلے جانے مین مجھے انکار نہ ہوگا۔ مگر اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ گھر مین جاتے ہی سنکھیا کھا کے لیٹ رہونگی۔"

مسٹر انجم: "ہے ہے! خدا کے لیے کہین ایسا ارادہ بھی نہ کرنا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ خدانخواستہ زہر کھاؤ گی مگر اُنکے سامنے منھ سے نہین نہ نکلے گی۔"

جواہر: "ہان نہ نکلے گی۔"

مسٹر انجم ”میں نے اس مزاج کے آدمی نہیں دیکھے۔ بس ایک تمھیں کو دیکھا۔ آخر مروت کی کوئی حد بھی ہے۔ وہ بھی کوئی مروت ہے جسمیں اپنی آبرو جاتی رہے اور عزت خاک میں ملجائے“

جواہر ”اے ہے اکہتی تو جاتی ہون کہ مروت نہیں میں اُن سے ڈرتی ہون“

مسٹر انجم ”تو کیا وہ کوئی ہوا ہیں کھا جائینگی؟“

جواہر ”ہان میں تو ایسا ہی سمجھتی ہون“

مسٹر انجم ”اچھا خیر جیسا ہوگا دیکھا جائیگا۔ اب رات زیادہ آئی ہے سو رہو“

جواہر ”تم سوؤ۔ مجھے تو آج نیند نہ آئیگی۔ رہ رہ کے وحشت ہوتی ہے“

اسکے بعد مسٹر انجم اور جواہر دونون اپنے اپنے مقام پر جا کے سو گئے۔ جواہر کو رات بھر فکرون اور پریشانیون میں گزری خدا جانے کیونکر کروٹین بدل بدل کے وہ ظالم رات کاٹی تھی کسی پہلو پر چین ہی نہیں پڑتا تھا۔ دروازہ کھٹکا اور چونک پڑین کہ کہین فریدون قادر تو نہیں آگئے کسی کی آہٹ معلوم ہوئی اور کلیجا دھڑکنے لگا۔ کہین اتفاقاً نصیبن پیشاب کو اٹھی۔ اُس کے پیرون کی چاپ جو سُنی تو بی جواہر گھبرا کے اُٹھ بیٹھین اور سہمناک ہوکر کانپتی ہوئی اور دبی ہوئی آواز کو بڑی مشکلون سے بلند کرکے پوچھا ”کون ہے؟“

نصیبن ”بیوی میں ہی ہون زرا پیشاب کرنے جاتی ہون“

جواہر ”اے ہے۔ کیا ڈر گئی ہون۔ میرے ہوش نہیں ٹھکانے رہے“

نصیبن ”اے بیوی اسقدر ڈرتی کیون ہو؟ تم تو ایسی ڈرپوک نہ تھین“

جواہر ”خدا جانے یہ کیا ہوگیا ہے کہ دل ہی دل میں سہمی جاتی ہون۔ اب نصیبن یہان ٹھہرنا ٹھیک نہیں۔ کل ہی چلنا چاہیے۔ مین تو اچھی خاصی آگرے جاتی تھی۔ خدا سمجھے اُس موے سے کہان سے لے کے کہان پھینک دیا“

نصیبن ”ہان بیوی یہان ٹھہرنا اچھا نہیں۔ یہ شہر دنیا بھر میں بدنام ہے۔ سنتی ہون یہان کے آدمی بڑے گون گیرے ہوتے ہین۔ کوئی عورت اُن کے ہتّے چڑھ گئی تو اُسکو پیچھا چھڑانا دشوار ہو جاتا ہے۔ بی بی زرا بچتی رہنا“

جواہر ”اے نصیبن مین کل ہی تو آگرے چلتی ہون۔ خدا جانے کیا بات تھی کہ دو ایک روز کے لیے یہان ٹھہر گئی۔ ورنہ مجھے لکھنؤ سے کیا کام تھا؟“

نصیبن ”اے بیوی آپ آرام فرمائیے۔ صبح سویرے مین چلنے کی تیاریان کرونگی۔“

جواہر "اچھا۔ مگر نیند نہین آتی اسکو کیا کرون؟"
نصیبن "تو چپکی لیٹ رہیے۔ آنکھ لگ جائیگی"
الغرض بمشکل تمام وہ وقت آیا جو صبح سے کچھ ہی پیشتر ہوتا ہے۔ اب پچھلے کا وقت تھا۔ اور ہر طرف بالکل سکوت ہو گیا تھا۔ میونسپلٹی کے کانسٹبل اس مقام پر جو سول لائن مین واقع تھا رات بھر اور اپنی حد سے زیادہ زور لگا کر چلایا کرتے ہین۔ وہ بھی سناٹے مین تھے۔ اس خوردفتگی کے عالم مین بی جواہر کی بھی آنکھ لگ گئی۔ صبح ہوتے سوئی ہین اب دیکھیے کب آنکھ کھلتی ہے مسٹر انجم تڑکے ہی اُٹھے ہاتھ منھ دھو کر کمرے مین آئے تو دیکھا بی جواہر ابھی تک خواب ناز مین ہین بہت حیرت زدہ ہو کر نصیبن سے پوچھا "ایّن یہ ابھی تک سو ہی رہی ہین؟"
نصیبن "میان صبح ہوتے تو سوئی ہین۔ رات بھر آنکھ نہین لگی۔ کوئی دو بجے مین اُٹھی تھی اُس وقت تک جاگ رہی تھین"
مسٹر انجم "رات کو کہتی بھی تھین کہ آج مجھے نیند نہ آئےگی۔ خیر سونے دو"
یہ کہکے مسٹر انجم اُٹھے اور باہر نکل کر اِدھر اُدھر ٹہلے۔ دیر تک باہر کی کیفیت دیکھا کیے۔ اور کچھ ایسی دلبستگی ہوئی کہ ایک کرسی باہر برآمدے مین نکال لے گئے۔ اور ایک سکوت کے ساتھ اُس سین کو دیکھا کیے۔ جسپر صبح کے آفتاب نے سنہرا پانی پھیر دیا تھا۔
اتنے مین بی جواہر بھی انگڑائیان لے لے کے اُٹھین۔ بال کھُل کے جو اِدھر اُدھر بکھر گئے تو اُنکو سمیٹ کر پیچھے کیا اور آنکھین جو تیز روشنی کے باعث کھُلتی نہ تھین اُنھین زور کر کرکے کھولا اور بولین "ہائین اتنا دن چڑھ آیا!"
نصیبن "جی ہان کوئی نو بجے ہونگے"
جواہر "تو نے مجھے جگا بھی نہ دیا"
نصیبن "اے آپ رات بھر سوئی نہ تھین۔ اسلیے کہا کہ نیند بھر کے سونے دین"
جواہر "کیا انجم قدر کہین گئے ہین؟"
نصیبن "باہر بیٹھے ــــــ"
مسٹر انجم ـ (باہر سے) "کیون؟ کیا جاگ گئین؟" یہ کہہ کے اندر آئے اور کہا "آج تو تم خوب سوئین"
جواہر "ہان [illegible] آنکھ دیر مین کھُلی"

مسٹر انجم "خیر لو اُٹھو۔ ہاتھ مُنہ دھوؤ"

بی جواہر ایک ادائے مستانہ سے اُٹھین۔ بڑی مشکلون سے کمر کو سنبھال سنبھال کے دوسرے کمرے مین گئین۔ کوئی دو گھنٹے مین مُنہ دھونے سے فراغت ہوئی تو تبدیل لباس کیطرف متوجہ ہوئین۔ اور سب طرح سے بن ٹھن کر بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ دلبری کا پورا سامان کرکے ایک آرام کرسی پر جو مسٹر انجم کی کرسی کے قریب ہی تھی بیٹھ گئین۔ مسٹر انجم یہ صورت دیکھکر جو اُسیوقت آراستہ کی گئی تھی اور جسنے گویا فقط مسٹر انجم ہی کے دل پر فتح پانے کے لیے اپنے حسن عالم فریب کی رونق دوبالا کی تھی دل ہی دل مین بیچین ہوگئے۔ دل مین صرف اسی قدر کہنے پائے "ہائے یہ پیاری صورت میرے پہلو مین بیٹھنے کے لیے ہوتی کہ بی جواہر بولین "آج تم کہین سیر کو نہین گئے ہ"

مسٹر انجم "نہین۔ اب میرے دل پر تم کچھ اسقدر حاوی ہوتی جاتی ہو کہ تمھین چھوڑ کے کہین جانے کو جی نہین چاہتا"

جواہر۔ (ایک ناز کے ساتھ) "مین نہین جانتی تھی کہ آپ کو میرے ساتھ اسقدر محبت ہے"

مسٹر انجم "یہی تو میری آرزو ہے اور دعا کرتا ہون کہ خدا کرے تم جان جاؤ کہ مجھے تمسے کتنی محبت ہے"

جواہر "بس رہنے دو سب جانتی ہون"

مسٹر انجم "تو کیا تمھین شک بھی ہے ؟"

جواہر۔ (مسکراکر) "شک کیسا یقین"

مسٹر انجم "خیر اب تمھین تو یقین ہی نہ آئیگا مگر اپنے دل کی حالت بیان کرون تو تمھارے حواس نہ بجا رہین۔ مین سچ کہتا ہون جبتک یہ نہ معلوم ہو جائیگا کہ تمنے میری آرزو پوری کرنیکا وعدہ کرلیا اسوقت تک کسی پہلو قرار ہی نہ پڑے گا"

جواہر "اب یہ باتین رہنے دو۔ کوئی اور ذکر چھیڑو"

مسٹر انجم "لو یہان تو دل سے لگی ہوئی ہے کہ تمھارے عشق مین جان دیدین۔ اور تمکو اور ذکر کی سوجھتی ہے"

جواہر "اسے ہے بہت بیچین ہو خدا کو یاد کرو۔ وہی مراد برلانیوالا ہے"

مسٹر انجم "خود ہی تو مجھے بت پرست بنایا۔ اور آپ ہی کہتی ہو کہ خدا کو یاد کرو۔ اب مین خدا کو یاد کرون کہ تمھاری صورت کی پرستش کرون ؟"

جواہر "دور پار۔ توبہ کیا میرے دشمن کافر ہے جو تمھین بتاتے کہ توبہ توبہ خدا کو یاد کرنا چھوڑ دو مجھے ایسی دل لگی نہین اچھی معلوم ہوتی"

مسٹر انجم "تم دل لگی سمجھتی ہو اور مین سچ کہتا ہون"

جواہر "معاذ اللہ۔ تمھارے تو دین ایمان کا بھی ٹھکانا نہین"

اتنے مین کسی نے باہر ہوٹل کے آدمی سے پوچھا "کیا مرزا انجم قدر یہین ٹھہرے ہین؟"

جواہر "لو باہر جاؤ۔ دیکھو تمھین کوئی پوچھتا ہے"

مسٹر انجم "کون ہے؟" کہتے ہوے باہر نکلے تو دیکھا ایک سرکاری چپراسی کھڑا ہوا انکو دریافت کر رہا ہے۔ آگے بڑھ کے کہنے لگے "کہو کیا ہے؟"

چپراسی "آپ ہی کا نام ہے مرزا انجم قدر؟"

مسٹر انجم "ہان ہان یہین ہے تم اپنا بات بولو"

چپراسی (ایک کاغذ دکھا کر) "سرکاری وارنٹ ہے آپ کے نام"

مسٹر انجم "وارنٹ! وارنٹ کیسا؟ کس کے نام ہے؟"

چپراسی "آپ ہی کے نام ہے پڑھ نہ لیجیے"

مسٹر انجم کا منھ زرا سا نکل آیا۔ اور رنگت زرد ہوگئی۔ گھبرائی ہوئی آواز سے پوچھا "کس نے جاری کرایا ہے"

چپراسی "حضور۔ وہ نہین ہین بابو مہاجن۔ انھین نے جاری کرایا ہے"

مسٹر انجم "بابو! ان سے تو ہم سے کل ملاقات ہوئی تھی ہمنے ایک سال مین روپیہ کا وعدہ بھی کیا تھا"

چپراسی "اب یہ وہ جانین سرکار۔ اس مین ہمارا کیا اختیار"

مسٹر انجم "تو اب کیا کیا جائے؟"

چپراسی "کیا کیا جائے ہمارے ساتھ چلیے"

مسٹر انجم "تمھارے ساتھ کہان چلین؟"

چپراسی "سرکار عدالت مین چلیے"

مسٹر انجم کو باہر دیر ہوئی تو بی جواہر نے چلا کے اپنی مہین آواز سے پوچھا "اے کیا ہے کیا ہے" اتنا سننا تھا کہ مسٹر انجم سے ضبط نہ ہو سکا۔ بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ اور نہایت شکستہ آواز مین جواب دیا "کچھ نہین"۔ مسٹر انجم کے لہجے سے جواہر کو معلوم ہوا کہ کوئی اندیشے کی بات ہے نصیبن سے کہا "جاؤ دیکھو تو کیا ہے؟"

نصیبن نے باہر نکل کے دیکھا تو ایک چپراسی مسٹر انجم کو روکے کھڑا ہے۔ نہ اندر آنے دیتا ہے اور

نہ کہیں باہر جانے دیتا ہے۔ نصیبن گھبرا کر بولی "ہائیں۔ آخر یہ ہے کیا؟"

چپراسی "تم چپ رہو۔ ہمنے انھیں گرفتار کیا ہے۔ ہرگز نہ جانے دیں گے"

مسٹر انجم "بیشک ہم اندر جائے گا"

چپراسی "نہیں سرکار ایسا نہیں ہوسکتا۔ آپ کو کچہری چلنا ہوگا"

مسٹر انجم "یو فول تم گاڑی لائے۔ ہم یوں نہیں جانے سکتا"

چپراسی "ہاں ہاں یہ ہوسکتا ہے۔ آپ یہیں کھڑے رہیے۔ میں گاڑی منگوائے دیتا ہوں"

نصیبن "آخر ہوا کیا؟"

چپراسی "ہوتا کیا؟ دیوانی کا وارنٹ ہے۔ جبتک روپیہ نہ دینگے ہرگز نہیں چھوٹ سکتے۔ انھیں ہم قید خانے لے جائیں گے"

نصیبن یہ سُن کر بہت بدحواس ہوئی۔ اور اندر جا کے ساری سرگذشت بی جواہر سے بیان کی جواہر بہت ہی حواس باختہ ہوئیں ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اور ایک مایوسی کے لہجے میں نصیبن سے کہنے لگیں "دیکھیے ہماری قسمت! قسمت کی دشمنی تو دیکھو کہ ان بیچارے سے کچھ تھوڑی بہت امید تھی وہ یوں پھنسے" آخر گھبرا کے باہر دوڑی گئیں۔ اور دیکھا کہ مسٹر انجم حسرت کے ساتھ گردن جھکائے کھڑے ہیں بے اختیار دل بھر آیا اور کہنے لگیں "انجم قدر ہائے مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ میری قسمت تمھاری بھی دشمن ہو جائیگی"

مسٹر انجم "نہیں یہ خود میری شامت اعمال ہے اسکو تم بیچاری کیا کرو۔ میں تو خانہ بدوش ہوں مجھے اپنی کچھ فکر نہیں مگر افسوس ہے تو اس بات کا کہ اب تم کیا کرو گی۔ مجھ کمبخت نے تمھیں آگرے ہی پہنچا دیا ہوتا اب میں فکر میں ہوں کہ تم یہاں اکیلی کیا کرو گی؟"

جواہر "نہیں تم اب میرا غم نہ کرو مجھپر ایسی ایسی بہت سی مصیبتیں پڑ چکی ہیں جیسی پڑنی تھیں ہوگی یہ کبھی نہ بھولے گا کہ میری وجہ سے تم آفت میں پھنس گئے۔ تم یہاں ٹھہرتے ہی کاہے کو۔ تم تو یہاں سے ایک ہی روز میں چلے جاتے" یہ کہکر بی جواہر پھوٹ پھوٹ کے رونے لگیں۔ اور ادھر مسٹر انجم بھی آبدیدہ ہو گئے۔

اتنے میں چپراسی نے زور سے پکارا "بابو صاحب" پکارا تھا کہ سامنے سے بابو صاحب نمودار ہوئے اور مسکراتے ہوئے قریب آکر مسٹر انجم سے کہنے لگے "حضور اب مجھے اسکے سوا کچھ نہیں پڑا۔ میں نے کہا جہاں وہ سب روپیہ ڈوبا ہے وہاں دس بیس اور سہی"

مسٹر انجم "خیر تم نے جو کچھ کیا اچھا کیا۔ مجھے کچھ شکایت نہیں"

چپراسی "گاڑی منگوائیے۔ یہ بے گاڑی کے نہ جائیں گے"

بابو "اچھا تم ٹھہرو۔ میں ابھی گاڑی لیے آتا ہون" یہ کہہ کے بابو صاحب چلے گئے۔

چپراسی بھی برآمدے میں زمین پر بیٹھ گیا۔"

مسٹر انجم "تو مین اب اندر جا کے کپڑے تو پہن لون"

چپراسی۔ (کھڑے ہوکر) "نہین یہ نہ ہوگا"

مسٹر انجم "آخر تو یون ہی چلا چلون۔ کپڑے تو پہنونگا"

چپراسی "نہین کپڑے باہر ہی منگوا لیجیے"

مسٹر انجم کچھ دیر تو فکر مین رہے۔ اسکے بعد پتلون کی جیب سے ایک روپیہ نکال کر چپراسی کے حوالے کیا۔"

چپراسی "حضور مین تو خادم ہون۔ مگر جلدی چلے آئیے گا۔ ایسا نہ ہو کہ میرے روزگار مین فرق آجائے"

مسٹر انجم "نہین بھلا یہ ممکن ہے؟ یہ کہہ کے مسٹر انجم اندر گئے۔ باہر تو مسٹر انجم ضبط کیے کھڑے تھے۔ مگر اندر آتے ہی آنسوؤن کا دریا جاری ہوگیا۔ ہزار طرح سے روکا مگر طبیعت قابو مین نہ رہی۔

جواہر "اوئی! اے تم اسقدر روتے کیون ہو؟ مرد ہوکے دل ہارے دیتے ہو۔ گھبرانے کی کوئی بات نہین سنتی ہون قرضے مین جو کوئی قید ہوتا ہے۔ اسکو زیادہ محنت نہین پڑتی۔ اور چھ مہینے سے زیادہ قید نہین ہو سکتا"

مسٹر انجم "ہان یہ سچ کہتی ہو۔ مگر بے آبروئی تو ہے دوسرے یہ صدمہ مجھسے نہین سہا جاتا کہ تمھارا ساتھ چھوٹتا ہے۔ ہاے جب تمھاری صورت نظر آئیگی تو کیا کرونگا!"

جواہر "مین تو یہان اب لکھنؤ مین ٹھہر ہی نہین سکتی۔ ورنہ تمھین خود دیکھ آیا کرتی۔ اور تم میرے لیے کیون حیران ہوتے ہو۔ میرا تمھارا کون ساتھ۔ دو چار روز قسمت مین تمھارے ساتھ بھی گزرنا تھے۔ گزر گئے۔ اب دیکھون کیا ہوتا ہے"

مسٹر انجم "ہاے کیا اسوقت مین تم بھی مایوس کروگی؟ سچ ہے کہ مصیبت کا کوئی ساتھی نہین" یہ کہہ کے مسٹر انجم کا پھر دل بھر آیا اور زار و قطار رونے لگے۔

جواہر "انجم قادر۔ دیکھو اسوقت تک مین نے تم سے کسی بات کا اقرار نہین کیا ہے۔ اب تو تم اس بلا مین پھنستے ہو۔ جب تمھین نجات ملے گی اگر اسوقت تک مین کسی کی پابند نہوئی اور تم سے ملاقات ہوگئی تو دیکھا جائے گا۔ اب تم سب باتین بھلا دو"

انجم قادر "ہائے تم اتنا بتادو کہ چھ مہینے کے بعد کہاں ہوگی؟"

جواہر "مین کچھ نہین کہہ سکتی۔ معلوم ہو جب تو بتادون۔ میرا کون ٹھکانا"

انجم قادر "مین بڑا بدقسمت ہون۔ اپنی قسمت سے ہرگز امید نہین کہ تمھاری صورت دیکھنا پھر نصیب ہو"

اتنے مین گاڑی کی آواز آئی۔ اور مسٹر انجم کا دل دھڑکنے لگا۔ اضطراب کے عالم مین کہا "ہائے مفارقت کا وقت اب بالکل قریب آگیا۔ اگر تمھاری زبان سے اتنا سن لیتا کہ پھر تم کہاں ملوگی تو قیدخانے مین بہت خوش خوش جاتا"

جواہر "نہین یہ تو مین نہین بتاسکتی" چپراسی نے پکارا "اجی حضور تشریف لائیے۔ گاڑی آگئی"

مسٹر انجم "آیا" اسکے بعد جواہر کیطرف مخاطب ہوکر کہا "پیاری رخصت! ہائے ہمیشہ کے لیے رخصت! اب یہ پیاری صورت کبھی نہ دیکھون گا" ایک دفعہ خوب غور سے جواہر کا پیارا چہرہ دیکھا جسپر فکر کے آثار نمایان تھے "ہائے بہت کوشش کرکے دیکھتا ہون مگر جی نہین بھرتا۔ چاہتا ہون کہ اچھی طرح ارمان نکال ڈالون۔ مگر کمبخت دل ہی مین رہے جاتے ہین"

جواہر کا نازک ہاتھ ہاتھ مین لے کر اور آبدیدہ ہوکر "یہ ہاتھ پکڑنے کی سب کو آرزو ہوگی۔ مگر بلکے جس طرح مین نے اس ہاتھ کو اپنے ہاتھ مین لیا ہے۔ خدا نہ کرے کہ کسی اور کو نصیب ہو۔ مگر اب دیر ہوتی ہے۔ مگر کیونکر جا........"

چپراسی "جلدی آئیے سرکار۔ اب دیر ہوتی ہے"

مسٹر انجم "مرغ سحر۔ موذن۔ دہل زن ان سب کی دشمنی تو سنی تھی۔ مگر اس کمبخت کی دشمنی سب سے بڑھ گئی۔ اچھا جاتا ہون"

یہ کہہ کے آنسو پونچھے اور کمرے سے باہر نکل کر گاڑی پر سوار ہوکے اُس مقام کو روانہ ہوئے جہان جاتے ہوئے ہر ایک ڈرتا ہے۔ بی جواہر نے مسٹر انجم کے چلتے وقت بڑا انتظام کیا اور دروازہ کے پاس سے گاڑی کو جب تک نظر آیا کی دیکھتی رہین جب گاڑی نظر سے غائب ہوگئی تو پلنگ پر آکے بیٹھ رہین۔ اور پھوٹ پھوٹ کے رونے لگین۔

نصیبن "اے بیوی اب تم اپنے تئیں ناحق ہلکان کرتی ہو!"

جواہر "نصیبن۔ مجھے ان کی مصیبت کا صدمہ نہیں۔ میں اپنی بدنصیبی پر روتی ہوں۔"

نصیبن "بیوی خدا کا شکر کرو کہ تم بڑی آفت سے بچ گئیں۔ اور خدانخواستہ نکاح ہو گیا ہوتا تو دشمنوں پر کیسی بنجاتی۔"

جواہر "ہاں یہی تو مجھے خیال آتا ہے۔ بڑی خیریت ہوئی خدا نے بچا لیا۔"

نصیبن "اب تم گھبراؤ نہیں۔ انھوں نے جیسا کیا ویسا پایا۔ جو کسی کی جمع لیکر مار رکھے گا اسکا یہ حال ہوگا۔ کچھ انھیں بیوقوف نہیں۔"

جواہر "اب یہ بتاؤ کہ میں کیا کروں؟"

نصیبن "بیوی کسی اور شہر میں چلی چلیے۔ یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔ اور میں نے تو رات ہی کہدیا تھا۔"

جواہر "تو اچھا آج تو یہیں ٹھہرو کل رات کو چلی چلو۔" یہ کہہ کے جواہر فکر میں غرق ہو گئی۔ اور پڑے ہی پڑے آنکھ لگ گئی۔

چھبیسواں باب

بیچاری جواہر نے واقعی عجب قسم کی قسمت پائی ہے۔ ہر طرح کے سامان ہوتے ہیں مگر وہ پھر اپنی اسی حالت پر آجاتی ہے۔ جو مدت سے شہروں شہروں آوارہ پھر رہی ہے۔ اب لکھنؤ کے ہوٹل میں ہے۔ ایک ہمدرد اور مونس تھے مسٹر انجم جنھوں نے ان جنٹلمین کے پنجے سے نجات دلوائی وہ بھی جیلخانے گئے۔ اب یا وہ ہی یا انکی پیاری کی رفیق نصیبن۔ جواہر پر اسوقت بیخودی طاری ہے۔ اور خواب نازنین ہے۔ مگر خدا جانے یہ خواب ناز کیسا پریشان خواب دکھا رہا ہے کہ گھبرائی ہوئی سانسیں آپ ہی آپ لے رہی ہے۔ پاس ہی نصیبن گردن جھکائے ہوئے بیٹھی ہے۔ اور جو مصیبتیں بیچاری جواہر پر پڑی ہیں انکو سنانے کیلیے خود بھی متفکر ہے۔ دل میں کہہ رہی ہے بیوی تو بڑی نیک بخت ہیں۔ مگر حقیقت میں قسمت بُری ہے۔ صورت شکل اللہ نے ایسی دی ہے کہ لاکھ دو لاکھ میں نہ ہوگی۔ روپے کوڑی کچھ محتاج نہیں ہیں مگر خدا جانے کیا بات ہے کہ گھڑی بھر کبھی آرام و اطمینان سے نہیں بیٹھنے پاتیں۔ نصیبن اسی فکر میں تھی کہ ناگہاں ایک گاڑی کی آواز آئی۔ نصیبن چونک پڑی اور دروازے کیطرف کان لگا کے سننے لگی۔ کسی نے ہوٹل والے سے پوچھا "یہاں کوئی لیڈی ٹھہری ہوئی ہیں ہے؟"

ہوٹل والا "جی ہاں آپ کے ساتھ ایک جنٹلمین بھی تھے۔ مگر آج ہی دیوانی کے وارنٹ میں گرفتار ہو گئے۔ اب بیچاری اکیلی رہ گئی ہیں۔"

شخص "کیا وہ یورپین ہین؟"
ہوٹل والا "نہین - ہندوستانی ہی معلوم ہوتی ہین - مگر اس کا حال مجھے کیا معلوم"
اتنا جانتا ہون کہ اردو بہت صاف بولتی ہین - انگریزی بولتے نہین سنا"
شخص "تم نام نہین جانتے ہو؟"
ہوٹل والا "نہین"
شخص "اب اکیلی وہی ہین کہ اُن کے پاس کوئی اور ہے؟"
ہوٹل والا "ہان ایک بڑھیا نوکر ہے"
شخص "ذرا اُسکو بلا لاؤ"
ہوٹل والا آنے ہی کو تھا کہ نصیبن خود باہر نکل آئی اور پوچھنے لگی "کیون کیا ہے؟"
مگر پوچھنے والے کو بڑی حیثیت کا آدمی پاکر ذرا شرمندہ ہوئی اور کہا "فرمایئے"
شخص "تمھین ان لیڈی صاحبہ کے پاس نوکر ہو؟"
نصیبن "جی ہان"
شخص "انکا نام کیا ہے؟"
نصیبن "آپکو نام سے کیا غرض جو کہے کہدون"
شخص "بھلے مجھے معلوم تو ہوے کہ جنکے پاس آیا ہون یہ وہی ہین کہ نہین"
نصیبن "نام مین کیونکر بتادون؟"
ہوٹل والا "نام بتانے مین کیا ہرج - بتا کیون نہین دیتی ہو؟"
نصیبن "میان اُن کا نام جواہر ہے - لیڈی ویڈی نہین ہین - ایک ہندوستانی شریف زادی
ہین بیچاری پر مصیبت آن پڑی ہے - آپ کسی اور کے پاس آئے ہونگے"
شخص "تم خوب جانتی ہو جواہر ہی نام ہے؟ مین جانتا ہون تمھین کچھ [illegible]"
نصیبن "جی مجھے ذرا شک نہین - ان کا یہی نام ہے جو مین نے عرض کیا - مین نے تو پہلے
ہی کہدیا تھا کہ آپ کسی اور کے پاس آئے ہونگے - اُنکو لکھنؤ بھر مین کوئی جانتا ہی نہین"
شخص "مین تو جواہر ہی کے پاس آیا ہون"
نصیبن "وہ تو سوتی ہین - کیا جگا دون؟"
شخص "نہین جگانے کی کچھ ضرورت نہین - مین ملکے اندر بیٹھتا ہون جبتک سوتی رہینگی بیٹھا رہونگا"

نصیبن "یہ مین بھلا کیونکر کہون - اگر آپ سے پردہ کرتی ہون تو ؟"
شخص "نہین وہ مجھ سے پردہ نہین کرتی ہین"
یہ کہہ کے اُس شخص نے اندر قدم رکھا - اور نصیبن ایک حیرت مین رہگئی - دل ہی دل مین کہتی تھی "خدا جانے یہ کون ہین ؟ یہ تو بڑی بُری ہوئی - اگر بیوی کے مزاج کے خلاف ہوا تو مجھ سے ناراض ہونگی - کیا کہون کچھ بن ہی نہین پڑتا"
وہ شخص کمرے مین داخل ہوا - دیکھا کہ بی جواہر پلنگ پر سو رہی ہین - یہ شخص پلنگ کے پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھ گیا - اور بی جواہر کے دلربا چہرے کو غور سے دیکھنے لگا -
نصیبن دیکھ رہی تھی کہ یہ شخص دیکھتا جاتا تھا - اور اُسپر ایک کیفیت طاری ہوتی جاتی تھی - ہوتے ہوتے آخر بالکل بیتاب ہوگیا - اور گھبرا کر ایک آہ سرد کھینچ ہی لی -
بی جواہر آپ آپ کے سانسین نے رہی تھین - اور گھبرائی ہوئی سانسون سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پریشان خواب دیکھ رہی ہین - تنفس کی پریشانی بڑھتی گئی - اور آخر یک بیک چیخنا شروع کیا - اور چیخنا بھی انتہا سے خوفناک کہ آواز کسی طرح نکلتی ہی نہ تھی -
نصیبن دوڑ پڑین "کیا ہوا بی بی کیا ہوا ؟" اب نصیبن چلا چلا کے جگا رہی ہے - مگر بی جواہر اپنی طرح چیخے جاتی ہین - آخر نصیبن نے شانہ پکڑ کے ہلانا شروع کیا -
خدا خدا کر کے بی جواہر چپ ہوئین اور آنکھ کھولی آنکھ کھلنا تھا کہ بی جواہر کے ہوش اُڑ گئے گھبرا کے پھر آنکھ بند کر لی - تو نصیبن کیون دم لینے دیتی اُسنے کہا -
"اے بی بی اُٹھو بس سو چکین - دیکھو تمھارے پاس کون آیا ہے"
بی جواہر نے بڑی مشکلون سے آنکھ کھولی اور اُٹھ بیٹھین - مگر دل ہی دل مین نہایت پریشان تھین - جس شخص کو وہ اپنے پاس دیکھ رہی تھین وہ خدا جانے کون تھا - کہ جواہر کے چہرے پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا - بی جواہر نے اچھی طرح چار آنکھین بھی نہین کین اور گردن جھکا لی -
شخص "بی جواہر - ہاے تم مین خدا نے سارے اوصاف پیدا کیے مگر وفا نام کو بھی نہ پیدا کی"
جواہر "خاموش رہی کچھ جواب نہین دیا"
شخص "اور اُسپر یہ ستم کہ جواب بھی نہین دیتی ہو خیر جانے دو کہو مزاج تو اچھا ہے"
جواہر - (مسکرا کر) "جی ہان آپ کی عنایت سے اچھی ہون"

شخص ؔ اسوقت تمھاری طبیعت کچھ بدمزہ ہے۔ ایسی کون فکر ہے کہ سوتے مین بھی پریشان خیالات پیچھا نہین چھوڑتے کچھ حال تو بیان کرو"

جواہر مین زیادہ صبر کی تاب نہ رہی۔ بے اختیار آنسو جاری ہوگئے"

شخص ؔ ہائین! ہائین! یہ رونا دھونا کاہے کا؟ یہ اسقدر غمگین کیون ہو رہی ہو؟"

جواہر ؔ کیا کہون نواب صاحب کہ مجھپر کیا بن گئی۔ جب آپ کے یہان سے گئی تھی اسوقت سے آجتک مصیبت کسی طرح پیچھا نہین چھوڑتی۔ خدا کی قسم بہت خراب ہوئی اور ایک طرح سے اچھا بھی ہوا"

مرزا فریدون قدر ؔ آخر ہوا کیا؟ کچھ بیان تو کرو۔ تمھارا جانا تو ایسا ہوا کہ آجتک کسی پر نہین کھلا کہ تم کہان غائب ہوگئین اور کس جگہ رہین۔ تمھاری مان نے مجھپر نالش کی تھی مگر خدا نے اُس مقدمے مین مجھے بچالیا۔ مگر تمھارے سر کی قسم آجتک یہ عالم رہا کہ جب تمھارا خیال آگیا کلیجے پر سانپ لوٹنے لگا۔ سو سو طرح سے دل کو تسلی دیتا تھا مگر کسی طرح تسکین نہین ہوتی۔ خدا کا ہزار ہزار شکر کہ اُسنے تمھاری صورت پھر دکھائی"

جواہر ؔ نواب صاحب آپ تو اپنے دل مین بہت خفا ہونگے۔ میری ذات سے آپکا بڑا نقصان ہوا۔ اب مین آپکے قابل نہین ہون۔ مجھ سی نالائق عورت کی صورت دیکھنا بھی آپکو گوارا نہوگا"

نواب صاحب ؔ ہاے یہ نہ کہو۔ خدا جانے مین نے کس کس طرح تمھاری محبت اپنے دل مین چھپائی ہے۔ مگر اب نہ چھپیگی"

جواہر ؔ شاید آپکو معلوم نہین کہ مین ہی نے آپکا نقصان کرایا اور پھر آپ اس کے روادار ہوتے ہین کہ مین آپکے گھر مین چل کے رہون؟"

نواب صاحب ؔ مجھے سب معلوم ہے۔ ابھی مین کچھ نہ سنونگا پہلے تم یہ کہدو کہ میرے ساتھ چلنے پر راضی ہو پھر سب سن لونگا"

جواہر ؔ مجھے آپکی باتون پر بڑا تعجب معلوم ہوتا ہے۔ نہین اس خیال کو دل سے ——"

نواب صاحب ؔ بس زیادہ نہ کہو۔ اس سے زیادہ سننے کی مجھ مین تاب نہین۔ اب یہ ہرگز نہین ہوسکتا کہ مین تمھین چھوڑ دون۔ خدا کرتا اتنا معلوم ہوجاتا کہ تم کسی کی پابند تو نہین ہو؟"

جواہر "نہیں کسی کی پابند نہیں ہوں۔ مگر سچ کہتی ہوں میں آپ کے قابل نہیں ہوں میری اتنی حیثیت ہی نہیں کہ آپ کے گھر میں رہوں"

نواب صاحب "لِلّٰہ اب زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ میں نے صاف صاف کہدیا کہ اب مجھے تمھاری مفارقت کی تاب نہیں ہے"

بی جواہر نے اپنے دل میں کہا کہ ان سے جب وہ چوروالا حال بیان کردوں گی تو انھیں آپ ہی مجھ سے نفرت ہو جائے گی۔ اب اسطرح چھٹکارا ہو سکتا ہے۔ ارادہ کیا کہ اس حال کو کھول کے بیان کریں کہ نصیبن کا خیال آگیا۔ دل میں کہا "نصیبن کو یہ حال معلوم ہو گیا تو غضب ہو جائیگا۔ اسکو کسی بہانے سے ٹالنا چاہیے" یہ سوچ کر نصیبن کی طرف متوجہ ہوئیں اور کہا "میری نصیبن اب اسوقت کیا کروں؟ کہیں سے پان لے آئیں۔ جاؤ دوڑی جاؤ۔ مگر دیکھو لے کے آنا"

نواب صاحب "پانوں کی کون ضرورت ہے۔ میں پان کم کھاتا ہوں"

نصیبن "اے تو کیا ہرج ہے۔ میں ابھی تو لیے آتی ہوں"

یہ کہکے نصیبن پان لینے کو چلی گئی آزادی پاکر بی جواہر نواب صاحب کی طرف مخاطب ہوئیں اور کہا "نواب صاحب مجھے اسوقت کچھ پی بھی ہے کہ خالی یوں ہی چلے آئے۔ مجھے تو پلاؤں"

نواب صاحب۔ (متحیر ہو کر) "ایں! کیا تم ابتک پیتی ہو! میں نے تو اسی روز سے طلاق دیدی۔ قسم لے لو جو اسوقت سے ابتک کبھی ہاتھ بھی لگایا ہو"

جواہر "اے سچ؟ اوہ! یہ کونسی بات تھی؟ تو اب کیا میرے ساتھ بھی نہ پیو گے؟"

نواب صاحب "نہیں شراب تو نہ پیوں گا۔ اب تو یہ کر چکا"

جواہر "اللہ۔ ہم پلاتے ہیں اور کہتے ہیں نہ پئیں گے۔ پھر بھلا میرے تمھارے کیونکر نباہ ہو سکتا ہے؟"

نواب صاحب "بیشک یہ مشکل بات ہے۔ مگر خیر تم پینا۔ میں نہ پیونگا"

جواہر "اور جو ہم زبردستی پلائیں؟"

نواب صاحب "واہ کہیں ہوا نہ ہو"

جواہر "اچھا نواب صاحب اب میرا حال سنیے۔ اُس روز آپکے ہاں شراب تو

خوب ہی اُڑی تھی سب نے زیادہ پی تھی - مگر اتنا فرق ہوا کہ اور سب بیہوش پڑے رہے - مجھے گہری نیند بھی نہ آئی - نشہ بہت تیز تھا - اکیلی بیٹھی بیٹھی گھبرائی تو دروازہ کھول کے باہر کی سیر کر رہی تھی اودھر سے کوئی چور آتا تھا - چاندنی رات تھی نشے میں اُسکی صورت ایسی بھلی معلوم ہوئی کہ مین نے کچھ خیال نہ کیا اور خود اُسکو اوپر بلا لیا - وہ کمند ڈال کے چڑھ آیا - آتے ہی وہ بھی مجھ پر فریفتہ ہوگیا - غرض اُسنے سب مال اسباب لیا - اور مین اُسکے ساتھ ہوئی مجھے لیکے صبح ہی کو وہ بنارس روانہ ہوا - ریل پر مجھے ہوش آیا - اور معلوم ہوا کہ مین نے کیا غضب کیا - مگر اُسوقت کیا کر سکتی تھی - اُسکے ساتھ مجھے اپنی عزت و آبرو کا بھی خوف ہوا - مگر مین نے دل مین ٹھان لی کہ جو کچھ ہونا تھا ہوا - مگر اب اور کچھ نہ ہوگا - زبردستی کریگا تو اپنی جان دیدونگی - کچھ دنون تو میری خوشامد کرتا رہا - مگر جب تک آپکی دولت اُسکے پاس رہی وہ بھی میری طرف سے کچھ کچھ بے پروا رہا - جب سب دولت اُڑ گئی تو زبردستی کرنے لگا - مین نے کہا جبتک نکاح نہ ہوگا مین ایک نہ مانونگی - آخر نکاح پر راضی ہوگیا تب مین نے کہا اس شرط پر نکاح ہو سکتا ہے کہ تم چوری کرنا چھوڑ دو - پہلے تو وہ انکار کرتا رہا - لیکن آخر کو وہ اسپر بھی راضی ہوگیا - مگر کچھ خدا کو بھلا کرنا منظور تھا کہ جس روز نکاح ہونیوالا تھا اُس سے پہلے رات کو اُسنے ارادہ کیا کہ ایک دفعہ اور پھر کے چوری کرلون - پھر کبھی کاہے کو نصیب ہوگی - رات بھر مین تین جگہ چوری کی تیسری جگہ پکڑ لیا گیا - اسطرح مجھے اُسکے پنجے سے رہائی ملی - اُس کے بعد مین نے خدا جانے کیسی کیسی مصیبتین اُٹھائین اور کہان کہان رہی سنئے تو آپ کو تعجب معلوم ہو کبھی پھر بیان کرونگی اب اسوقت کون بکے - مگر اپنی عزت آج تک مین نے بچائی ہے -

نوابصاحب " مجھے یہ حال بالکل نہین معلوم تھا "

جواہر " آپکو کیونکر معلوم ہوتا - کوئی کہتا تو جانتے "

نوابصاحب " پھر اب کیا ارادہ ہے ہے "

جواہر " ارادہ کیا آپکے ہان میری گزر ہوگی "

نوابصاحب " کیون ؟ "

جواہر " آپکے ہان دنیا بھر کے خوشامد خورے جمع رہتے ہین اور مجھے ایسی صحبت سے نفرت ہے "

نوابصاحب " قسم لے لو - جو ایک بھی ہو - اُنکو تو مین نے اُسی دن جواب دیدیا "

جواہر " پھر آپکے ہان شراب اُڑا چاہے - اور اس سے اب مین توبہ کر چکی ہون "

نوابصاحب ”کیا اب تم نہین پیتین ؟“
جواہر ”ہان مجھے بالکل نفرت ہے۔ پھر میرے تمھارے کیونکر بنے گی ؟“
نوابصاحب ”تو اور سنو۔ ابھی مین کہہ چکا۔ مجھے تو اُس سے قطعی نفرت ہے۔ مگر مجھے نہین معلوم تھا کیا تم بھی نہین پیتی ہو۔ قرآن کی قسم مین بہت خوش ہوا“
جواہر ”سو بات کی ایک بات یہ ہے کہ آپ نواب ہین۔ امیر ہین۔ اور مین غریب ہون۔ میری آپ کی کون نسبت ؟“
نواب صاحب ”سنو ایک تو مین یونہی تم پر فریفتہ تھا۔ اور اب زیادہ اشتیاق پیدا ہوگیا تمھاری جو باتین مین نے سُنین یہ شریف زادیون سے بھی بمشکل ہوسکتی ہین۔ مین تمھین اپنی بیاہتا بی بی سے کم نہ سمجھون گا۔ تمھاری تکلیف مجھے ہرگز گوارا نہ ہوگی“
بی جواہر خاموش رہگئین۔
نواب صاحب ”شکر کی جگہ ہے کہ تم خاموش تو ہوئین۔ اور مثل مشہور ہے کہ خاموشی نیم رضا“
جواہر۔ (گردن جھکا کے) ”اب آپ ہاتھ پکڑتے ہین تو ہاتھ پکڑنے کی ایسی کیجیے گا۔ ایسا نہ کیجیے گا کہ مین خراب ہون۔ نوابصاحب مین نے بڑی بڑی مصیبتین جھیلی ہین تب آپ تک پہنچی ہون“ اس کے بعد بی جواہر کی آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے۔
نوابصاحب ”ہائین ہائین۔ تو رونے کی کون بات ہے ؟ (اپنے رومال سے آنسو پونچھکر) یہ خوشی کا موقع ہے کہ رونے کا ؟ اب تم میرے ساتھ ہی چلو“
جواہر ”نصیبن آلے تو چلون“
نوابصاحب ”تو تمھارے لیے مین گاڑی تو منگوا لون“ یہ کہکر باہر جا کے سائیس کو حکم دیا کہ ”دولپک کے ایک بند گاڑی لے آؤ“ نوکر گاڑی لینے کو گیا۔ اور نواب صاحب پھر اندر آکے بیٹھے۔
نوابصاحب ”جواہر اب ہماری زندگی بڑی خوشی مین گزرے گی جب تم سی معشوقہ پہلو مین ہوگی تو اور کس بات کی آرزو رہجائیگی ؟“
جواہر ”ہان یقین تو ایسا ہی ہے۔ اور مجھے بھی آپ سے ایسی ہی امید ہے“
اتنے مین نصیبن پان لیے ہوے آئین۔ اور گلوریان بنا کے نواب صاحب کی نذر کین۔

جواہر "نصیبن اسباب جلدی باندھو"

نصیبن "بیوی کیوں؟"

جواہر "میں نواب صاحب کے یہاں اُٹھ جاؤنگی"

نصیبن حیرت سے جواہر کی صورت دیکھنے لگی۔

جواہر "دیکھتی کیا ہو؟ گاڑی آتی ہوگی"

نصیبن اسباب باندھ رہی تھی کہ گاڑی آئی۔ بی جواہر اور نصیبن اُس میں سوار ہوئیں۔ نواب صاحب اپنی گاڑی پر گئے۔ اور دونوں گاڑیاں نواب فریدون قدر کے دولتخانے کو روانہ ہوئیں۔

گھر پہنچتے ہی اُسی روز نواب صاحب نے قاضی کو بُلا کے نکاح پڑھوا لیا۔ اور اس کامیابی کے ساتھ بی جواہر کی آزادانہ زندگی تمام ہوئی۔

ستائیسواں باب

چرخ جفا پیشہ سے ایک ہی یہ کام ہوا ہے کہ معشوق کو کسی بنیاد پر ترس آیا ہے معشوقہ [illegible] یعنی جواہر شیریں ادا اپنے قدیم دلدادہ نواب فریدون قدر بہادر کی محلسرا میں ہیں۔ اور صرف استقبال ہی نہیں بلکہ اُنکی پیاری بیوی بن کے داخل محلسرا ہوئی ہیں ایک صاف اور ستھرا خوشنما کمرہ ہے۔ پُرتکلف فرش پر ایک طرف پلنگڑی بچھی ہوئی ہے۔ اور بی جواہر بڑے ناز و ادا سے رونق افروز ہیں۔ چاروں طرف دیوار پر تصویریں لگی ہوئی ہیں۔ اور شیشہ آلات نے اس پریخانے کی رونق کو اور بڑھا دیا ہے بی نصیبن بڑے ٹھاٹھ سے داروغہ بنی بیٹھی ہیں اور بات بات پر جواہر کی ہاں میں ہاں ملاتی ہیں۔

اتفاقاً جواہر کی نظر ایک تصویر پر پڑی جو سامنے دیوار پر لگی ہوئی تھی یہ تصویر کسی یورپ کی مشہور لیڈی کی تھی۔ اور اس وضع میں بنائی گئی ہے گویا مختلف قسم کے پھول اُسکے ہاتھ میں ہیں۔ جن میں سے کچھ اپنے ابھرے ہوئے سینے پر لگا چکی ہے اور باقی پھولوں کو ایک ادا کے ساتھ سرنگوں کر رہی ہے ہاں اسوقت کچھ اس طرح جھک کے پشت کی جانب دیکھ رہی ہے اور شرما گئی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُسکا عاشق ستم رسیدہ آگیا ہے۔

بی جواہر پہلے تو اس تصویر کو بیٹھی استعجاب سے دیکھا کیں۔ پھر اٹھیں اور اُسکے قریب جا کے

دیکھنے لگیں۔ جب خوب غور سے دیکھ چکیں تو نصیبن سے کہنے لگیں "اے نصیبن تم نے یہ تصویر کبھی دیکھی ہو۔ ادا تو قیامت کی بنائی ہے ۔ مگر صورت کچھ کھونڈی سی ہے ۔ یہ ادا اس صورت پر بھلی نہیں معلوم ہوتی"

نصیبن ۔ (تصویر کی طرف دیکھ کے) "نہیں بیوی صورت تو قیامت کی ہے ۔ کیسا پیارا چہرہ ہے"

جواہر "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس صورت میں کون بات تمھیں پیاری معلوم —"

نواب فریدون قدر آ گئے اور دور سے بی جواہر کو اس تصویر پر نام رکھتے دیکھ کر کہنے لگے "ہاں ہاں میں کیا کہتا ہوں"

جواہر (شرما کر) "نواب صاحب ذرا یہ تو بتائیے یہ تصویر کس کی ہے"

نواب صاحب "فرنگستان کی ایک بڑی مشہور اور معروف حسینہ و جمیلہ کی تصویر ہے ۔ مگر سچ کہنا اس قیامت کی صورت ہے"

جواہر "بیوی ۔ مجھے تو نہیں معلوم ہوتا کہ اس میں وہ نگوڑی کون بات ہے جس پر لوگ ریجھے ہوئے ہیں"

نواب صاحب "آنکھیں، ابرو، پلکیں ۔ رخسارے ۔ ہونٹ ۔ وہ کون چیز ہے جو بے مثل نہیں"

جواہر "خدا جانے لوگوں کو یہ نیلی نیلی بلی کی سی آنکھیں کیا اچھی معلوم ہوتی ہیں"

نواب صاحب ۔ (مسکرا کر) "اب تمھاری سی تو ہونے کو رہی ۔ مگر ہاں کوئی بری بھی نہیں کہہ سکتا"

جواہر (شرما کر) "ہاں میرا کون ذکر تھا ۔ مجھے یہ چیز خالی اچھی نہیں معلوم ہوتی جب ہر بار یہ چیز دیکھا کرتے ہو"

نواب صاحب "اور سنو تمھاری بھولی بھولی صورت اور پیاری پیاری باتوں کا خیال ہر وقت دل میں بسا رہتا ہے اور تمھارا ذکر کرونگا" بی جواہر جا کے نواب صاحب کے پہلو میں بیٹھیں اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگیں ۔ ہر بار جواہر پر نواب صاحب کلیجا تھام لیتے تھے ۔

جواہر "اس وقت تو تم جا کے باہر پڑے رہے"

نواب صاحب "ہاں کام ہی ایسا تھا ۔ میرا تو خود باہر دل نہیں لگتا ۔ مگر بعض اوقات مجبور ہو جانا پڑتا ہے"

جواہر۔ (ٹھنک کر) "مین اکیلی گھبرایا کرتی ہون اور تمھین کچھ خیال نہین ہوتا"

نواب صاحب "خیال! اور کیا کسی وقت تمھاری یاد ذہن سے اُتر بھی جاتی ہے؟ [illegible] مین سچ کہتا ہون کہ تمھارے سبب سے ایک لحظہ بھی کہین ٹھہر جاتا ہون تو وحشت [illegible]"

جواہر "اچھا تو پھر آپ باہر ہی رہا کیجیے۔ مین کسی سے زبردستی نہین کرتی ہون۔ ہان آپ کو بڑی تکلیف ہوتی ہوگی"

نواب صاحب "تو خفا ہوگئین۔ اس بدگمانی کا کیا علاج ہے [illegible] کہتا ہون کہ تم مجھ پر جبر کرتی ہو۔ خود میری طبیعت نہین مانتی"

جواہر "ہان تو آپ کی طبیعت کو مین نے سکھایا پڑھایا ہوگا"

نواب صاحب "ہائے واللہ۔ یہ تم سچ کہتی ہو۔ خدا کی قسم سکھایا پڑھایا ہے۔ اور ایسا سکھایا پڑھایا کہ کمبخت میرے اختیار سے باہر ہوگئی"

جواہر۔ (مسکرا کر) "تم تو بات کو دل لگی مین اُڑا دیا کرتے ہو (نواب صاحب کے شانے پر سر رکھ کر) اچھا سچ سچ بتاؤ کس کام کو گئے تھے"

نواب صاحب "اب کون بیان کرے۔ بڑی بھاری داستان ہے۔ علاوہ اس کے تم کو اُس سے کچھ تعلق نہین"

جواہر۔ (بگڑ کر) "اب مین ایسی بھی نہین ہون کہ لوگ مجھ سے اپنی باتین چھپایا کرین"

نواب صاحب "خدا کی قسم اس بدگمانی کا علاج نہین۔ اچھا اب ایسا ہی شوق ہے تو مجھے بیان کرنے مین کوئی عذر نہین۔ مگر ذرا غور سے سننا۔ میرے ایک چچا زاد بھائی ہین نواب انجم قدر۔ بہت دنون سے اُنکا پتا نہین۔ مجھ پر علاقہ تقسیم کرانے کی نالش کی تھی۔ اُس دعوے مین ہار گئے۔ بس اُسی روز سے غائب ہین [illegible] پھرتے ہین۔ اُن کے جانے کے بعد [illegible] مجبور کر کے [illegible] گھر سر اُٹھا لایا [illegible] کی کہ کہین سراغ لگے۔ مگر کچھ حال نہین کھلتا کہ کہان ہین۔ اس وقت [illegible] لوگون کو بھیجا کہ سمجھا بجھا کے لے آئین۔ مگر ہمیشہ لوگ ناکام واپس آئے۔ کوئی [illegible] خبر ملی کہ فیض آباد مین کوئی شخص اُنکو جانتا ہے۔ مین نے وہان اپنے ایک دوست کو بھیجا وہ بھی آج نامراد آئے۔ اُنھین کوئی ایسا شخص نہین ملا"

جواہر "بے ہے! مجھے کیا معلوم تھا۔ مین تو اُن سے مل چکی ہون"
نواب صاحب "وہ کن سے؟"
جواہر "وہ انجم قدر سے۔ اور کن سے؟"
نواب صاحب "تم اُنھین کیا جانو؟ وہ کوئی اور انجم قدر ہونگے"
جواہر "لے نہین۔ تمھارے بھائی ہی سے مل چکی ہون" (کچھ سوچکر) "اچھا اگر اُنکو تم سے ملا دون تو کیا دوگے؟"
نواب صاحب "سچ بتاؤ وہ تمھین کہان ملے تھے؟"
جواہر "نہین بغیر قیمت لیے نہ بتاؤنگی۔ بولو کیا دوگے؟"
نواب صاحب "وہ دونگا کیا جو کچھ ہے سب تمھارا ہی ہے۔ میرے پاس جو ہے سب حاضر ہے۔"
جواہر "اسکی سند نہین۔ میرا یا تمھارا جسکا ہو ہوا کرے۔ مگر انجم قدر کو بے لیے نہ بتاؤن گی نقد گنوا لونگی"
نواب صاحب "اے صاحب نقد۔ ابھی سامنے لاکے لیا دون۔ جو کہو لیا دون"
جواہر "تو مین پانچ ہزار چھ سو روپیہ لونگی"
نواب صاحب "یہ پانچ ہزار چھ سو کیسے؟ اجی پورے چھ ہزار کیون نہ لو"
جواہر "اس مین تمھین دخل نہین۔ مین پانچ ہزار چھ سو ہی لونگی۔ نہ کم نہ زیادہ؟"
نواب صاحب "اچھا یہی سہی منظور۔ لے بتاؤ"
جواہر "جی یون اور کوئی بتاتے ہون گے۔ پہلے روپے لاکے میرے حوالے کر دیجیے"
نواب صاحب "معاذ اللہ۔ اب ہمارا اتنا بھی اعتبار نہین؟"
جواہر "ہان ہان نہین اعتبار" (تیکھی ہوکر) "وہ پھر کچھ کہیے گا؟"
نواب صاحب نے پیش خدمت کو بلوا کے صندوقچہ منگوایا۔ اور پانچ ہزار چھ سو روپے کے نوٹ نکال کے بی جواہر کے حوالے کیے۔ اور کہا "وہ لیں اب تو اعتبار ہوا؟ بتاؤ انجم قدر تمھین کہان ملے تھے؟"
جواہر "مجھے پوری داستان سنانا پڑی۔ مین بنارس سے آگرے کو جاتی تھی۔ کانپور پہنچی تو ایک گوری سا کالے کپڑے پہنے گاڑی پر چڑھ آیا اور آتے ہی غل مچانے لگا

جلدی ٹکٹ دکھاؤ۔ نصیبن نے بڑی مشکلون سے ٹکٹ نکال کے دکھایا اُسنے ٹکٹ لیکے کہا اُترو گاڑی بدلے گی۔ ہم دونون اُتر پڑے وہ وضو کا دیکے مجھے اور انھین اپنے گھر لیے چلا گیا۔ خدا نے عزت بچائی ورنہ اُسنے اپنے نزدیک کوئی بات اُٹھا نہ رکھی تھی۔ میرے رونے دھونے اور بگڑنے سے خدا جانے دل مین کیا سوچ کے کہنے لگا اچھا چلو تمھین آگرے پہنچا آئین۔ ہم دونون اُسکے ساتھ پھر ریل پر سوار ہوے۔ اُسی درجے مین دو اور آدمی بھی آکے بیٹھ گئے۔ ایک کی سوارون کی سی وضع تھی۔ اور دوسرے انگریزی کپڑے پہنے تھے۔ گاڑی چلی تو جو انگریزی کپڑے پہنے تھے اُنھون نے چپکے نصیبن سے پوچھا تم کہان جاؤگی۔ نصیبن نے کہا آگرے اُنھون نے متعجب ہو کر کہا آگرہ ادھر کہان۔ یہ گاڑی تو لکھنؤ کو جاتی ہے۔ نصیبن سناٹے مین آگئین پھر چپکے چپکے میری اور اپنی داستان اُنھین کہہ سُنائی۔ اُن کو ہمارے حال پر بڑا ترس آیا۔ غرض اُن سے اور اُس موے سے ریل پر مار پیٹ ہوئی۔ وہی موا پٹا بھی بہت۔ اُس وقت تو مین لکھنؤ چلی آئی۔ مگر مجھے یہان آنے سے انکار تھا۔ دونون وہ اور مین اور نصیبن سرا مین ٹھہرے۔ پھر اُن کے ساتھ والا شخص جسکی وضع سوارون کی سی تھی۔ اُس سے اُنھون نے کہا تم فیض آباد مین چلکے ٹھہرو۔ مین چھ سات روز مین آجاؤنگا۔ دونون کا ارادہ نیپال جانیکا تھا۔ وہ تو اُدھر گیا۔ مین نے اس خوف سے کہ مجھے یہان کوئی پہچان نہ لے انگریزی کپڑے پہنے اور اُنکے ساتھ ہوٹل مین اُٹھ گئی۔ ارادہ تھا کہ اُن کے ساتھ نکاح پڑھوالون۔ مگر جس روز تم آئے ہو اُسی دن صبح کو ایک وارنٹ آیا کسی کے قرضدار تھے بیچارے قید ہو گئے مین تنہا رہ گئی۔ بہت پریشان تھی کہ قسمت یہان لائی ——"

یہ کہہ کے بی جواہر چپ ہو گئین۔

نواب صاحب: "پھر؟"

جواہر: "پھر کیا یہی سب ہوا۔"

نواب صاحب: "انجم قدر کا تو کچھ حال ہی نہ معلوم ہوا۔"

جواہر (شرما کر): "اے لو۔ اپنی مصیبتون کے یاد آجانے سے اُنکا نام بتانا بھی بھول گئی وہ انجم قدر ہی تھے۔"

نواب صاحب: "کون؟"

جواہر: "وہی جو قید ہو گئے۔"

نوابصاحب "قید! تو کیا انجم قدر یہان لکھنؤ مین قید ہین ؟ جھوٹ ۔ مجھے یقین نہین آتا "

جواہر "تم دریافت تو کرو ۔ کوئی یہان مہاجن ہے ؟ "

نوابصاحب "ہان ہان بابو ۔ مین جانتا ہون "

جواہر "اُسی نے تو قید کرایا ہے ۔ اور پانچہزار چھ سو روپے کا قرضہ تھا جسکے لیے وہ بیچارے قید ہوے ۔ اسی سے تو مین نے تم سے اتنے روپے مانگے ۔ ورنہ مجھے روپے کی کیا ضرورت تھی ۔ اب یہ روپیے دیکے اُنھین چھڑا لاؤ "

نوابصاحب ۔ (دیر تک افسوس کرکے) "مجھے اسکی مطلق خبر نہ تھی ۔ بابو کی مجال نہ تھی کہ مین روکتا اور اُسے ایسی جرأت پڑتی ۔ خیر اور تمھین روپے وصول کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟ کیا تم نہ دیتین تو مین نہ چھڑا آتا "

جواہر "چھڑاتے کیون نہین ۔ مگر مین چاہتی ہون کہ مین ہی اُنکو قید سے نجات دلواؤن کیونکہ میرے ہی سبب سے وہ قید ہوے ۔ نہ لکھنؤ مین ٹھہرتے نہ قید ہوتے "

نوابصاحب "مجھے حیرت ہے کہ انجم قدر یہان کئی روز تک رہے اور مجھے اصلا خبر نہوئی ۔ اب اُنکی رہائی کا بندوبست ہونا ــــــ " اتنے مین خواص نے آکے عرض کیا ۔

"حضور مرزا بیدار بخت صاحب تشریف لائے ہین "

نوابصاحب "خوب موقع پر آئے ۔ انکے ذریعے سے کارروائی ہو جائیگی ۔ (جواہر سے) تو مین اب باہر جاتا ہون ۔ اس امر کا بندوبست کرون "

جواہر "مگر یہ روپے لیے جاؤ "

نوابصاحب "پھر وہی ! یہ روپے کیا ہونگے ؟ کیا میرے پاس اور روپے نہین ہین ؟ "

جواہر "سب کچھ ہے ۔ مگر مین نہ مانونگی "

نوابصاحب "تمکو اصرار ہے تو یہی سہی " یہ کہہ کے نوابصاحب نے نوٹ لیے اور محلسرا سے باہر تشریف لے گئے ۔

پہلے تو مرزا بیدار بخت سے صاحب سلامت ہوئی ۔ اسکے بعد قبل اسکے کہ کوئی اور تذکرہ چھیڑے مرزا بیدار بخت نے کہا "مرزا انجم قدر کا پتا معلوم ہو گیا ۔ مگر آپ سارا حال سنینگے تو بڑا تعجب معلوم ہوگا "

نواب صاحب "مجھے ساری کیفیت معلوم ہے۔ بلکہ اسوقت آپ کے تشریف لانے سے مین بہت خوش ہوا تھا کیونکہ اُنکے یہان لانے کی کارروائی بغیر آپکی مدد کے نہین ہو سکتی۔

مرزا بیدار بخت۔ (حیرت سے) "آپکو کیونکر معلوم ہوا؟ مجھے یقین نہین آتا۔ اچھا فرمائیے کہان ہین؟"

نواب صاحب "دیوانی قید خانے مین۔ اُسے یہ بابو ہی نے تو قید کرایا ہے"

مرزا بیدار بخت "بابو نے؟ آپ کو خوب معلوم ہے؟"

نواب صاحب "جی ہان۔ بابو نے۔ بلکہ مین حاضر ہو کر آپ کو تکلیف دینے والا تھا کہ جسطرح ہو سکے اسوقت روپیہ داخل کروا کے اُنکو مین لے آیئے" یہ کہہ کے نوٹ مرزا بیدار بخت کے سامنے رکھدیے۔

مرزا بیدار بخت "چلیے میرے ہان چلکے بابو کو بلوا لیجیے کچھ روپیہ اُس سے تو ڑ بھی لینا چاہیے"

نواب صاحب "ضرور ضرور اسوقت تشریف لے چلیے"

نواب صاحب نے اپنی گاڑی مرزا بیدار بخت کی کوٹھی پر ہانک دی اور اُن کے ساتھ گاڑی پر بیٹھ کے روانہ ہوئے۔ بابو کے لانے کو آدمی یہین سے بھیج دیا گیا۔

نواب صاحب مرزا بیدار بخت کی کوٹھی پر پہنچکے چند ہی منٹ تک باتین کرنے پائے ہونگے کہ بابو مہاجن حاضر ہوا۔ بابو نے کمرے مین قدم رکھتے ہی کہا "بندگی حضور کیون یاد فرمایا سرکار نے؟"

مرزا بیدار بخت "مین نے سُنا تمھین مرزا انجم قدر کا کچھ پتا معلوم ہوا ہے۔ بس اسی بات کے دریافت کرنے کو بلایا تھا"

بابو (مسکرا کر) "حضور جسکا روپیہ ڈوبتا ہے۔ خدا اُسکی سُن بھی لیتا ہے"

مرزا بیدار بخت "کیون؟ کیا تمھارا روپیہ اُنھون نے ادا کر دیا؟"

بابو "حضور یہی ہوتا تو پھر کیا تھا۔ مجھے ایکدن وہ یہین شہر ہی مین مل گئے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ نور وزجی کے ہوٹل مین ٹھہرے ہین۔ بس مین نے اُسی روز وارنٹ جاری کیا اور دوسرے روز صبح کو گرفتار کرا لیا"

بیدار بخت "ہاین گرفتار کرا لیا؟ بہت بُرا کیا۔ بھلا ہم لوگون سے تو مشورہ کر لیا ہوتا۔ اُنکے بھائی موجود تھے۔ مگر اس بارے مین لالہ صاحب تم نے بڑی بیمروتی کی۔

یہ مرزا فریدون قدر بہادر بیٹھے ہوے ہین۔ کیا یہ تمھارا قرضہ اُن کی طرف سے نہین ادا کرسکتے تھے؟"

بابو۔ (ندامت سے) "حضور مین جانتا تھا کہ سرکار سے اور اُنسے موافقت نہین ہے اسوجہ سے مین نے پوچھنے کی کچھ ضرورت نہ سمجھی۔ ورنہ حضور کے خلاف مین کوئی امر نہین کرسکتا۔"

مرزا بیدار بخت "کتنے کی ڈگری مین تم نے اُنھین گرفتار کرایا ہے؟"

بابو "سرکار سے پانچہزار چھ سو روپے کی ڈگری ہے۔"

بیدار بخت "پانچ ہزار چھ سو! اس مین سے کچھ تمھین وصول ہوچکا ہے۔ آخر اُنکا مال و اسباب بھی تم نے قرق کرایا تھا۔ اُس سے کچھ ادا نہ ہوا ہوگا؟"

بابو "جی حضور دو ہزار مال قرق کراکے وصول ہوے۔"

بیدار بخت "پھر تم تو پورے پانچہزار چھ سو بتاتے ہو۔"

بابو "ڈگری اسی قدر روپے کی ملی تھی۔ اب مین فقط تین ہزار چھ سو کا خواستگار ہون۔"

بیدار بخت "اچھا یہ بتاؤ اصل قرضہ کسقدر ہے اور سود کتنا ہے؟"

بابو "حضور مرزا انجم قدر نے دو ہزار روپے قرض لیے تھے۔ چار روپے سیکڑے کے حساب سے سود مقرر ہوا تھا۔ دو برس مین ایک ہزار نو سو بیس روپے سود کے اور دو ہزار اصل کے کل تین ہزار نو سو بیس روپے ہوے تو مین نے تمسک بدلوا کے سود کو بھی اصل مین داخل کردیا۔ اب ایکسو چھپن روپے ماہوار سود ہوگیا۔ یہ سود سال بھر مین ایک ہزار آٹھ سو بہتر روپے کی تعداد کو پہنچ گیا۔ غرض تین سال مین کل پانچہزار سات سو بانوے روپے ہوگئے۔ انمین سے کچھ روپے پیچھے اُنسے وصول بھی ہوگئے تھے۔"

بیدار بخت "اب بتاؤ معاملہ کتنے پر ہوتا ہے۔ اسوقت اپنے روپے نقد گنوا لو۔"

بابو۔ (ہنسکر) "حضور سلے بھلا اب مین روپیہ چھوڑ تو سکتا نہین یون آپکی خاطر سے کچھ سو پچاس چھوڑ دون۔"

بیدار بخت "یہ معاملے کی بات نہین ہے۔ اب بے کھٹکے نقد روپے ملتے ہین۔"

بابو "سرکار مین اس مین کیا کہہ سکتا ہون۔ آپ ہی فرما دیجیے۔"

بیدار بخت "آدھے پر فیصلہ ہوجائے۔"

بابو "(مسکراکر) "آپ مالک ہین یہ بھی نہ دیجیے۔ مگر اتنا روپیہ تو مجھسے نہ چھوڑا جائیگا۔"

بیدار بخت "اچھا خیر اب ایک کام کرو نہ پورا لو اور نہ نصف چھوڑو جو مین تصفیہ کردون

اُسی پر عمل کرو منظور ہو تو کہوں لیکن دُہرانا نہین "

بابو " بسر و چشم عذر کرون تو گنہگار ، آپ بے تامل فرما دیجیے "

بیدار بخت " یہ سو چھوڑ دو اور لو یہ پورے تین ہزار کے نوٹ شمار ملالو - اور خوشی خوشی جا کر مرزا انجم قدر کو چھڑا لاؤ "

بابو نے سلام کرکے نوٹ لے لیے اور کہا " ابھی جا کر چھڑا لاتا ہون "

بیدار بخت " مین بھی تمھارے ساتھ چلتا ہون - اسی گاڑی پر انجم قدر کو سوار کرا لاؤنگا "

خلاصہ یہ کہ مرزا بیدار بخت بابو کو لیکر کچہری گئے وہان روپیہ داخل کرکے مرزا انجم قدر کو رہا کرایا اور اپنے ساتھ گاڑی مین بٹھا کے اپنی کوٹھی مین لے آئے -

یہان نواب فریدون قدر بیٹھے انتظار ہی دیکھ رہے تھے - مرزا بیدار بخت نے دونون بھائیون کو ملوایا اور انجم قدر سے کہنے لگے " آپ نے بڑی غلطی کی کہ اتنی مصیبتین جھیلین اور خدا جانے کہان کہان مارے مارے پھرے - ہزار دشمنی ہو - عداوت ہو - مگر پھر بھی یہ آپ کے بھائی ہین اب قدیم رنجشون کو دور کیجیے اور ان کے پاس رہیے " انجم قدر کی زبان سے اسکے جواب مین کوئی جملہ نہ نکلا -

مرزا بیدار بخت " نواب صاحب اب انھین گھر مین لیجائیے - خدا جانے آپ کی والدہ کے دل کا کیا حال ہوگا "

نواب صاحب " مین تو اسکا منتظر ہی تھا " یہ کہکے اُٹھے اور انجم قدر کا ہاتھ پکڑ کے اپنی گاڑی پر لے گئے - گھر مین لیجا کے سب سے ملایا - انجم قدر کی بیوی شوہر کی صورت دیکھتے ہی دفعتاً خوش ہوگئین اور اُس پاکدامن حرمان نصیب کے چہرے پر رونق آ گئی پہلے بچے تو جھجکے تھے پھر جب فریدون قدر نے پیار سے چمکار کے مانوس کیا تو اپنے ستمزدہ باپ کی گود مین جا کے اُس کا غم غلط کرنے لگے انجم قدر نے مدت کے بعد وطن کی وہ صورت دیکھی جو عالم غربت مین خدا جانے کہان کہان یاد آئی تھی اب اسوقت جو یہ بچے گود مین آکے بیٹھے تو بے اختیار دل بھر آیا - اور بے تامل سینے سے لگا کر رونے لگے - مرزا فریدون قدر جا چکے تو اُس عفت کوش بی بی کو جس نے شوہر کی زندگی مین بیوگی کا مزہ اُٹھایا تھا موقع ملا کہ اپنی داستان غم بیان کرے اول سے آخر تک ساری مصیبت کا حال کہہ سنایا جسکے اکثر حصون پر انجم قدر رو رو دیے آخر بی بی کے غم زدہ اور بچون کی شوخیون نے اپنی دلچسپیون مین بہلا لیا - یہ روز نہایت

خوشی مین گزرا اور اس معزز خاندان کو عموماً یہ ایسا مسرت بخش دن ملا کہ جیسا بعد نواب ثریا جاہ مرحوم کے کبھی نصیب نہوا تھا۔

اٹھائیسوان باب

انجم قدر دو روز تک بی بی اور بچون کی باتون مین اس درجہ محو رہے کہ انھین جواہر کا خیال بھی آیا تو کسی وقت خواب کی طرح وہ تو بہ شکن ادائین یاد آجاتی تھین مگر چند ہی منٹ مین گھر کا خوش کن سمان بھلا دیا کرتا تھا۔ تیسرے دن پھر جمال جواہر کی باتین اور وہ دل گرفتار کر لینے والے وعدے اور وعید اور مفارقت کی پچھلی گھڑی مین جواہر کا وہ حسرت اور یاس کی آنکھون سے دیکھ دیکھ کے رونا ایسا یاد آیا کہ بیچارے بیتاب ہو گئے اور بالکل ضبط نہ کر سکے۔ گھبرا کے گھر سے نکلے اور ارادہ کیا کہ ہوٹل مین جا کے جواہر کے حسن ملائک فریب کی زیارت کرین۔ احتیاطاً گھر کی گاڑی پر نہ گئے بلکہ بازار مین جا کے ایک گاڑی کرایہ کی اور کوچبان کو ہوٹل مین لے چلنے کا حکم دیا۔ انجم قدر گاڑی مین بیٹھے تو خیال کی دنیا مین امید کی دلفریب باتین سوجھنے لگین۔ دل مین کہتے جاتے تھے "ابھی پیاری جواہر کہین نہ گئی ہوگی مجھے یقین ہے کہ ضرور ہوٹل مین ہوگی اور اگر نہ ہوئی تو مجھے آگرے جانا پڑے گا آہ وہ حور وش صورت میرے دل کو نہین چھوڑتی کیا کہون گھر کے تعلقات نے ایسی محبت کے قابل نہ رکھا لیکن ہزار ہو مجھ سے یہ نہو گا کہ اس کو چھوڑ دون اب اس وقت وہ ہوٹل مین تنہا بیٹھی ہوگی اور چہرے پر میرے علیحدہ ہو جانے کا غم چھایا ہوا ہوگا۔ اُس کی وہ سوگوارانہ خیالی صورت میرے دل کو بیتاب کیے دیتی ہے۔

غضب ہے اور بھی اس سادگی پر مرگئی لاکھون　　کہا تھا کس نے بن بیٹھین وہ میرے سوگوارون مین"

یہ انھین خیالات مین تھے کہ گاڑی ہوٹل کے دروازے پر جا کر ٹھہر گئی۔ مرزا انجم قدر گاڑی سے اُترے اور کھٹ کھٹ کرتے ہوے اُس کمرے مین پہنچے جسمین (قبل اسکے) بی بی جواہر اور یہ خود ٹھہرے ہوے تھے۔

اب لطف سنیے اُس کمرے مین ایک صاحب بہادر گزشتہ شب کو آکر مقیم ہوے تھے وہ تھے اور اُنکی میم صاحب تھین صاحب بہادر کو اپنی میم سے کمال اُلفت تھی اور چونکہ نئی نئی شادی ہوئی تھی رات دن میم صاحبہ ہی کی ادائین دیکھا کرتے تھے اور ہر ساعت اُن کے شگفتہ رخسارون

کے بوسے لیا کرتے تھے۔ اسوقت میم صاحب کرسی پر بیٹھی ہوئی تھین صاحب ٹہلتے ہوئے قریب پہونچ گئے اور چاہا کہ بوسہ لین اتنے مین مرزا انجم قدر سٹاک کمرے کے اندر داخل ہوئے میم صاحب نے تو شرما کر اپنی آنکھین نیچی کر لین مگر صاحب بہادر کپڑی تانکر جھپٹے اور کہنے لگے "یو بلڈی فول۔ تم کس ماننک کمرے کے اندر چلا آیا"

انجم قدر "ذرا زبان سنبھال کے باتین کیجیے۔ مین اپنے ایک دوست سے ملنے آیا تھا جو کہین رفو ہوئے یہان ٹھہرے تھے" صاحب کو اتنی تاب کہان کہ اصل واقعہ دریافت کرین بلاتکلف گالیان دینے لگے۔ بہت غنیمت ہوا کہ انگریزی مین گالیان دیتے تھے جنکو انجم قدر بہت کم سمجھ سکتے تھے۔ مگر صاحب کو گالیون پر بھی تسکین نہ ہوئی لپک کے ایک ڈنڈا رسید کیا۔ ڈنڈا پڑنا تھا کہ انجم قدر بھی جامے سے باہر ہو گئے ایک ہاتھ سے ڈنڈا پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے صاحب بہادر کا ٹینٹوا لیا۔ اور چونکہ ماشاء اللہ قوی جوان تھے اٹھا کر زمین پر دے مارا اور اوپر سے چڑھ کے بگڑنا شروع کیا۔ کئی جگہ سے صاحب بہادر کی ناک و پیشانی چھل گئی۔ اپنے پیارے شوہر کی یہ گت میم صاحب سے نہ دیکھی گئی غصے مین ڈوبی سانسے کو ہلاتی کمر کو لچکاتی ہوئین آگئین۔ اور اپنی آنکھون سے ایسا جادو کیا کہ مسٹر انجم کا سارا غصہ فرو ہو گیا۔ اٹھکے الگ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے "میم صاحب آپ جانتی ہین کہ مین نے ابتدا نہین کی"

میم صاحب "اچھا ہم پولیس کو بلائیگا۔ البتہ بلا ئیگا"

اب صاحب بہادر بھی اٹھکے کھڑے ہو چکے تھے اور تمام بدن کے جھاڑنے پونچھنے سے بھی فراغت پا چکی تھی گو کسی قدر شرمندہ تھے مگر تیاون سے باہر ہو کے بولے "بیشک ہم تم کو پولیس کے حوالے کرے گا"

انجم قدر "اچھا تو پھر جب تک پولیس آئے آپکی کچھ اور خدمت کرون" یہ کہکے بڑھے صاحب ڈر کے تو تھے ہی کہنے لگے "تم اب الگ کھڑا رہے دیکھو ہم بولتا تم اودھر جاکے کھڑا ہو" مگر مسٹر انجم بڑھ کے لپٹ گئے۔ اس دفعہ میم صاحب درمیان مین آگئین اور دونون کو چھڑا دیا۔ مسٹر انجم اتنی بڑی جرأت کر تو بیٹھے تھے مگر آخر اپنے دل مین نہایت نادم ہوئے۔ سوچے کہ ایک یورپین سے لڑے ہے خدا جانے کیسی گزرے یہ خیال کرکے چلنے ہی کو تھے کہ وہ شخص آگیا جو ان کے قیام ہوٹل کے زمانے مین ان کا خادم تھا اسنے جھک کے سلام کیا اور پوچھا "کیون حضور کیا ہوا کہان تشریف لائے"

انجم قدر "ہمارے ساتھ جو تھین وہ کہان گئین"

خادم - سرکار وہ تو جس دن آپ تشریف لے گئے اسی روز شام کو ایک نواب صاحب کے ساتھ گاڑی پر سوار ہو کے چلی گئین" مسٹر انجم یہ سنتے ہی سناٹے مین آگئے۔ دیر کے بعد سر اٹھایا تو یہ کہا "ہم اُنھین کے دھوکے مین اس کمرے کے اندر چلے گئے تھے۔"

خادم "تو آپ کو دریافت کر لینا چاہیے تھا۔ یہ آپ نے بڑی نامناسب بات کی کہ کمرے مین بے تکلف گھسے چلے گئے"

انجم قدر "خیر جو ہوا سو ہوا" اتنا کہہ کے اپنی گاڑی مین جا بیٹھے اور گھر کو چلے۔

اگرچہ اسوقت انجم قدر کی صورت سے مصلحتاً چندان ملال نہین ظاہر ہوا مگر اُنکے دل پر جو گزر گئی اُسکا اندازہ سوا اُنکے دل کے اور کوئی نہین کر سکتا۔ گاڑی پر بیٹھے تو دل ہی دل مین سوچنے لگے "یہ کون کمبخت رقیب پیدا ہوا اب کیا ہوگا۔ اے پیاری جواہر تو کہان ہے تو میرا دل بھی اپنے ساتھ لیتی گئی تیری اداؤن سے تو بیوفائی کی امید نہ تھی لیکن تو نے بہت جلد عنادی مین کیون تیری باتون مین آگیا اب تو مجھے لکھنؤ مین نہ رہا جائیگا ع مژدہ خار دشت کھیسر تلوا دراکھیلا گئے ہے"

غرض حسرت یون ہی ناامیدی کی داستانین سناتی ہوئی گھر تک لے آئی۔ مکان کے قریب اُنھون نے گاڑی چھوڑ دی اور پیادہ دروازے تک آئے۔ وحشت نے ایسا پریشان و مضطر کیا تھا کہ اندر جانے کو دل نچاہا دروازے ہی پر ٹہلنے لگے۔ باغ خیال مین پھولون تک ہاتھ نہ پہنچا تھا کانٹون کے چبھ جانے سے بے چین ہو ہو کے رہ جاتے تھے۔ اتنے مین سامنے سے دیکھا کہ نصیبن چلی آتی ہین دیکھتے ہی دوڑے اور پاس جا کے بے تحاشا چلا اُٹھے "نصیبن"

نصیبن "اخاہ آپ ہین میان کب آئے اور کہان ٹھہرے ہین"

انجم قدر "میرا حال پھر پوچھ لینا پہلے یہ بتاؤ کہ تمھاری بارسانی بی جواہر کہان ہین"

نصیبن "وہ آپکے کام کی نہین رہین اُنھون نے نواب فریدون قدر سے نکاح کر لیا"

انجم قدر - (گھبرا کے) "وہ کس سے"

نصیبن "نواب فریدون قدر سے"

یہ سنکے انجم قدر کے اور بھی حواس جاتے رہے۔ نصیبن کو چھوڑ کے پھر اپنے دروازے پر چلے آئے اور دل مین کہنے لگے "آہ رقیب بھی وہ نکلا جس پر کچھ بس نہین چلتا۔ غضب

کیا پھر اُنکی دشمنی پر آمادہ ہو جاؤں۔ بیشک یہی ہوگا اس مین چاہے اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے"
نصیبن انجم قدر کی اس ادا سے بہت گھبرائی تھی کہ بے رخصت ہوئے اپنے دروازے پر چلے آئے۔ اُنکا منشا دریافت کرنے کے لیے قریب آئی اور بولی "نواب صاحب فرمایئے مزاج کیسا ہے کیا مجھپر کچھ خفگی ہے جو اس طرح بے اعتنائی سے آپ چلے آئے"

انجم قدر "نصیبن تمھاری بی بی نے مجھے دغا دی افسوس مجھے کہین کا نہ رکھا۔ اُن سے اتنا کہہ دینا کہ اگرچہ فریدون قدر میرے بھائی ہین۔ مگر یہ نہوگا کہ تم سے ملنے کی کوئی راہ نہ نکالون تمھارے لیے اپنی جان دیدینے مین مجھے تامل نہوگا۔ تم نے بیوفائی کی مگر مین اپنے عہد پر قائم ہون نصیبن یہ ضرور ضرور تم کہہ دینا" اتنا کہکے انجم قدر کی آنکھون سے آنسو جاری ہوئے مگر شرم نے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہ دی آنسو پونچھتے ہوئے اپنے گھر مین چلے گئے۔ نصیبن یہ سنکے دوڑی ہوئی بی بی جواہر کے پاس گئی اور سارا حال کہہ سنایا وہ بھی نہایت گھبرائین اور نواب فریدون قدر کو اندر بلا کے جو کچھ سنا تھا بیان کیا اور کہا کوئی جلد بندوبست کرو"

فریدون قدر "کوئی گھبرانے کی بات نہین۔ جہان انجم قدر مین اور بہت سے جنون ہین وہان ایک یہ بھی پیدا ہوا"

جواہر "چاہے جنون ہو یا کچھ ہو۔ مگر خدا کے لیے تم غفلت نہ کرنا۔ مین جانتی ہون کہ وہ آدمی بیڈھب ہین۔ تمھارے دشمنون پر کسی وقت کوئی حملہ کر بیٹھین تو میرے لیے قیامت ہی ہو جائے"

مرزا فریدون قدر "نہین اتنی کسی کی مجال نہین اور تم پریشان نہو مین بندوبست کر لونگا"

جواہر "تم جانو"

فریدون قدر "ہان ہان مین خوب سمجھ گیا اور اسی وقت جا کے کوئی انتظام کر دونگا"
یہ کہکے نواب صاحب محل سے باہر چلے آئے"

آٹھوان باب

مرزا فریدون قدر نے جس وقت انجم قدر کے ناجائز عشق کا حال جواہر کی زبان سے سنا تھا اسوقت تو صرف اُن کی دلدہی کے لیے بے پروائی ظاہر کی تھی مگر دل مین سخت گھبرا رہے تھے کہ اب یہ رقابت کا بکھیڑا کیونکر طے ہوگا۔ مرزا فریدون قدر مین یہ نہایت عمدہ بات تھی کہ اُنھون نے مرزا بیدار بخت اپنے لائق اور

ہمدرد دوست کو ہر امر مین رہبر بنا لیا۔ اُسوقت جواہر کے پاس سے اُٹھکے آئے تو گاڑی تیار کرائی اور سوار ہو کے سیدھے مرزا بیدار بخت کے پاس گئے اور تمام معاملہ بلا کم و کاست اُنسے بیان کر کے کہا "اب اس بارے مین آپکی کیا رائے ہے"

بیدار بخت "یہ مقدمہ بہت نازک ہے مگر جو کچھ ہوگا دیکھا جائیگا۔ سردست آپ ایک کام کیجیے اپنے بھائی کے آنے کی خوشی کا ایک جلسہ قرار دیجیے جسمین تمام روسائے شہر خصوصاً جنکو آپکے خاندان سے تعلق ہو وہ ضرور شریک ہون اُس جلسے ہی مین مین ایک مفصل تقریر کرونگا غالباً اُس تقریر کے اثر سے انجم قدر اپنے خیالات سے توبہ کرین اور مین پھر اُنھین تنہائی کے طور پر بھی سمجھا دونگا"

مرزا فریدون قدر "شاید انجم قدر پر آپکی نصیحتین کچھ اثر کرین۔ مجھے تو یقین نہین آتا"

مرزا بیدار بخت "آپکو اس سے کیا بحث۔ مین تو راضی کر لونگا۔ اب آپ جا کے اُس جلسے کا بندوبست کیجیے"

مرزا فریدون قدر "ابھی آپکو اسی وقت مطلع کرتا ہون کہ پرسون صبح کو میرے یہان ایک جلسہ ہے ضرور تشریف لائیےگا"

مرزا بیدار بخت "بسر و چشم حاضر ہونگا"

مرزا فریدون قدر "آپکی صلاح ہو تو جلسے کے اشتہارات چھپوا کے تقسیم کرا دون"

مرزا بیدار بخت "ابھی چھپوانے کی کیا ضرورت ہے کیا کوئی کانگریس یا اینٹی کانگریس کا جلسہ ہے غرض تو اس سے ہے کہ خاص خاص لوگون کو اطلاع ہو جائے۔ ہان اتنا کیجیے کہ بعض حضرات کے پاس آپ خود چلے جائیے تاکہ ضرور آئین"

مرزا فریدون قدر "بہتر مین چلا جاؤنگا"

تیسوان باب

نواب صاحب نے اپنے دولتکدے پر آکے اُسی روز ایک اطلاعنامہ شائع کرا دیا اور اکثر عمائدین شہر کے پاس جا کر خود تاکید شرکت کر آئے۔ باوجود ان سب باتون کے یہ جلسہ نواب صاحب کی نظر مین کچھ جچتا نہ تھا دل ہی دل مین کہتے تھے "وہ مرزا بیدار بخت نے تو تجویز کر دیا مگر میری سمجھ مین نہین آتا کہ خالی خولی کہنے سننے سے کیا نتیجہ نکلیگا" اسی سبب سے تشویش اُنپر غالب آگئی تھی دوسرے روز نواب صاحب پلی جواہر کے پاس گئے

تو باوجود اس کے کہ اُنکی معشوقہ پری جمال باتین کرتی تھی مگر یہ اُسی فکر مین چُپ تھے ایک دفعہ بگڑ کے بی جواہر بولین "واہ مجھے کچھ سڑی بنالیا ہے میرا تو بکتے بکتے سر پھر گیا اور اُنھین زبان ہلانا دوبھر ہے جاؤ ہم بھی نہین بولتے"

نواب صاحب "تمھارے سر کی قسم مین ایک اور خیال مین تھا اور تم تو میرے مزاج سے واقف ہو کہ کسی وقت بھی چُپ بیٹھتا ہون ہان جو کچھ کہنا ہو کہو مین تمھاری طرف ہمہ تن متوجہ ہون"

جواہر "آخر وہ نگوڑی کونسی فکر کھٹ پڑی ہے کہ باتین کرنے کو جی نہین چاہتا تمھین کچھ سوچنا ہوا کرے تو کہین اور بیٹھ کے سوچا کرو"

نواب صاحب "کہتا تو ہون کہ اب مین کسی بات کا خیال نکرونگا"

جواہر "اچھا یہ بتاؤ تم اسوقت کس فکر مین تھے ہو"

نواب صاحب "ایک اور بات تھی تم سے کچھ مطلب نہین اب میرے دل مین خدا جانے کون کون باتین آتی ہین سب تم سے بیان کر دیا کرون"

جواہر "آپ سے آپ بیان کروگے نہین تو جاؤ ہم نہین بولتے"

نواب صاحب (ہاتھ جوڑکر) "واللہ خفا نہو تمکو نہ معلوم ہوگا کہ میرے دل مین تمھاری محبت کسقدر ہے"

جواہر "آپ ایسی باتین بناتے ہین جیسے مجھے اتنی محبت ہی نہین اور نہین تو نہین سہی جایئے ہم بیوفا ہین"

نواب صاحب "تم تو بات بات پر خفا ہو جاتی ہو"

جواہر "خفا ہونے کی بات ہی ہے"

نواب صاحب "جسمین تمھارا کچھ تعلق نہو اُسکے سُننے سے تمھین کیا فائدہ ہوگا"

جواہر "ہمارا کچھ فائدہ ہے"

جواہر اپنی زلف کی طرح اسقدر برہم ہوئین کہ توبہ ہی بھلی مگر آخر کو نواب صاحب نے بڑی مشکلون سے ٹال کے اُنھین راضی کیا شب کو لیٹے تو جلیسہ فرو کی یاد مین نیند آنا دشوار ہوگیا۔

اکیسوان باب

صبح اُٹھتے ہی نواب صاحب نے ہاتھ منھ دھو کے لوگون کی آمد رفت اور اُن کے استقبال وغیرہ کا انتظام شروع کیا نشست کے لیے کرسیان بچھوا رہے تھے کہ مرزا بیدار بخت

آ گئے اور نواب صاحب کو سرگرمی سے جلسے کا انصرام کرتے دیکھکر بہت خوش ہوئے اتنے مین آدمی نے دوڑکر عرض کیا و حضور نواب صاحب حیدر مرزا صاحب تشریف لائے ہین" نواب صاحب لینے ہوئے گئے انھین گاڑی سے اُتارکر ہاتھون ہاتھ کمرے مین لائے اور ایک کرسی پر تعظیم کے ساتھ بٹھایا اب امرائے شہر کی گاڑیان آنا شروع ہوئین اور تمام خاندانی رؤسا بھی آتے جاتے تھے۔ ادھر سے ہر ایک کا استقبال نہایت شائستگی سے کیا جاتا تھا غرضکہ مرزا عالیجاہ مرزا والاجاہ نواب کرم الدولہ نواب رفیع الدولہ وغیرہم اور تمام ارکین شہر و ممتازین خاندان بتدریج آ آکے اپنے اپنے قرینے سے بیٹھ گئے اور ہر طرح اُنکی خاطر و مدارات کیگئی ؏

سب لوگ آچکے مگر مرزا انجم قدر ہمارے نواب فلک رکاب کے چھوٹے بھائی ابتک نہین تشریف لائے تو مرزا بیدار بخت کو خیال گزرا کہ اپنی معلومہ رنجش کی وجہ سے شاید اس وقت تک آنے کا قصد نہین کیا اور معلوم ہوتا ہے کہ سبب میرے کہے نہ آئینگے۔ تھوڑی دیر مرزا بیدار بخت نے اور انتظار کیا جب اُن کے آنے سے مایوسی ہوئی تو مجلس سے اُٹھ کے خود گئے اور سمجھا بجھا کے تسلی دیتے ہوئے مرزا انجم قدر کو لے آئے آئے کو تو انجم قدر چلے آئے مگر جیسے اُنکا دل نہین لگتا تھا۔

اب اور کسی کی آمد کا چونکہ انتظار نہ تھا لہذا نواب فریدون قدر نے مرزا بیدار بخت صاحب کیطرف دیکھ کے اشارہ کیا۔ اور مرزا بیدار بخت اُٹھ کھڑے ہوئے اور یون تقریر شروع کی ؏

اسپیچ

ود اے عمائدین شہر اور اے بزرگان قوم حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو خدا نے احسن القصص کہا ہے مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برکت حاصل کرنے کے لیے مین اُس قصے سے اپنے کلام کو شروع کرون آپ نے سنا ہوگا کہ ارض کنعان مین ضعیف العمر اور برگزیدہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹون نے اُس بھائی کو جو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے ہر دل عزیز اور اپنی پاکبازی اور عصمت کے باعث مقبول بارگاہ صمدی تھا کس بیرحمی سے باپ کے پہلو سے جدا کیا اور کس بیدردی سے کنوئین مین پھینک آئے۔ اسکے بعد جو کچھ ہوا اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یوسف اپنے باپ اور بھائیون سے جدا ہوئے اور خدا جانے کن کن آفتون مین مبتلا رہے بہت زمانہ گزر گیا اور دونون جانب سے کسی کو کسی کا کچھ حال نہ معلوم ہوا مگر جب خدا کو منظور ہوا کہ اپنے دولت حسن سے مشرف پائے اور اپنے پیغمبر کے خواب کو سچا کرے اُس وقت

سب آپس مین مل گئے باپ نے بیٹے کا جمال جہان آرا دیکھا۔ بھائیون نے عفو تقصیر کے بعد بھائی کے مال اور ناموری سے نفع اُٹھانے کا موقع پایا۔ کتنی بڑی خوشی کا وہ وقت جب بنی اسرائیل کا چھوٹا سا قافلہ ارض کنعان چھوڑ کے سواد مصر کی طرف چلا جاتا تھا۔ اور وہ کتنی بڑی عید تھی جب یعقوب نے یوسف کو سینے سے لگایا تھا اور بھائی آپس مین گلے مل رہے تھے ایسی خوشی کے دن زمانے مین کم نظر آتے ہین۔ آپ سب صاحبون کو شکرگزار ہونا چاہیے کہ وہی رفتہ مسرت امروز خدا کے فضل و کرم سے اب آپ کو نصیب ہوا ہے۔ آپ کو وہ دن بھولے نہ ہونگے جب نواب ثریا جاہ بہادر مرحوم کی گود مین مرزا فریدون قدر اور مرزا انجم قدر کھیلا کرتے تھے۔ اور پھر اُسکے بعد (الاداب سے دور) وہ زمانہ بھی یاد ہوگا جب انجم قدر کا پتا نہ تھا اور تمام اعزا اور اقربا کی آنکھین نم رہا کرتی تھین۔ مرزا انجم قدر کی مفقود الخبری کے زمانے کی باتین بھولنے والی نہین ہین۔ ان کی بالغ اور پاکدامن خاتون کی سوگواری انکے ننھے ننھے بچون کا بلبلا بلبلا کے رونا جن آنکھون نے دیکھا تھا وہ آجتک روتی ہین۔ لیکن الحمدللہ اب گزشتہ باتون سے خیال ہٹا کے دیکھیے کہ دونون بھائی کیسے خوش و خرم بیٹھے ہین اس سے زیادہ مبارک دن کون ہو سکتا ہے کہ خدا نے دو بچھڑے بھائیون کو ملایا ہے عمرین گذر جاتی ہین اور ایسی خوشی کے دن انسان کو نصیب نہین ہوتے۔ شعر

عمر ہا باید کہ تا گردون گردان یکشبے　　عاشقے را وصل بخشد یا غریبے را وطن

مرزا انجم قدر کا بخیر و خوبی گھر مین پھر آنا اور اپنے بڑے بھائی کے دل کو خوش کرنا ایک ایسا مسرت بخش واقعہ ہے جسپر تمام خاندان کو جوش ظاہر کرنا چاہیے۔ مجھے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ مرزا انجم قدر اب نہایت راستبازی اور خلوص کے ساتھ اپنے بھائی سے ملے ہین۔ مین اپنے خیال کی بنا پر کہہ سکتا ہون کہ نواب فریدون قدر بہادر کے لیے شاید ایسی کامیابی نہوئی ہوگی۔ یہ سب جانتے ہین کہ اگر مرزا انجم قدر ان کے خیر اندیش ہون تو انسے زیادہ کوئی اچھا دوست مرزا فریدون قدر بہادر کو نہین مل سکتا۔ جو قوت بازو ہین۔ بھائی ہین عزیز ہین۔ خرد ہین۔ اور خیرخواہ ہین۔ مین نواب فریدون قدر بہادر سے بکمال ادب عرض کرتا ہون کہ وہ اس موقع کو غنیمت تصور کرین اور بزرگانہ شفقتون سے اپنے عزیز ازجان بھائی کی دلدہی مدنظر رکھین۔ لوگون کی کوشش اکثر رہا کرتی ہے کہ اپنے حقوق کو جدا کرلین اور ریاستون کو تقسیم کرکے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالین۔ معززین! مجھے

بڑا افسوس ہے کہ اس قسم کی کوشش نے ریاستین اور عزتین سب خاک مین ملادین یہ اسی کا
نتیجہ ہے کہ بڑے بڑے رئیس زادے ٹھوکرین کھاتے پھرتے ہین کیا کچھ یہ بُرا ہوتا کہ وہ ریاستین
اپنی معمولی حالت پر رہتین اور ایک خاندان کا ہر ممبر اپنی حیثیت کے موافق اُس سے نفع اُٹھاتا رہتا
مگر ادبار نے یہ سمجھا دیا ہے کہ لوگ سلاست روی کے فیصلے پر راضی نہین ہوتے اور نا اتفاقی
کی بنا قائم کر کے ساری دولت اور عزت خاک مین ملا دیتے ہین دیکھیے ہمارا ایشیائی ناصح
اور تجربہ کار فلاسفر نظامی کہتا ہے۔ شعر دولت ہمہ ز اتفاق خیزد ٭ بیدولتی از نفاق خیزد
مجھے امید ہے کہ میرے دوست مرزا فریدون قدر بہادر اور مرزا انجم قدر بہادر جو بجاے خود
ان بیہودہ رنجشون کی مضرت سے بخوبی واقف ہو چکے ہین اب جہان تک ہو سکے گا آپس مین
ایک دلی اور یکجہتی کے نمونے برت کر ثابت کر دین گے کہ دونون کوئی غیر نہین ہین بے شک
دونون ایک ہین اور ایک ہی نہال اقبال کی شاخین ہین۔ مرزا فریدون قدر سے اور مجھسے
بہت صحبت رہی ہے۔ اُن کے دل مین بھائی کی محبت ہمیشہ تھی اور ہے۔ مرزا انجم قدر کی
سفر و الجیری کے زمانے مین اُن کے دل پر جو قلق اور صدمہ تھا اُس کا اندازہ اُن کے سوا
اگر کوئی اور شخص کر سکتا ہے تو وہ مین ہون۔ مرزا انجم قدر بہادر کے حالات سے گو مین زیادہ
واقف نہین ہون مگر اسقدر ضرور جانتا ہون کہ اس بے سرو سامانی کے سفر مین اُنھون نے
بہت مصیبتین اُٹھائین اور جو زمانہ سہنے مین قسمت کو اُنھون نے بڑا امتحان دیا لیکن اُن تمام
مصائب کے بعد اب اس خوشی کے زمانے کو اور اپنے بڑے بھائی کی شفقتون کو خیال کرین
اور تمام رنجشون سے دل کو صاف کر کے بھائی کے سینے سے لپٹ جائین۔ زمانے نے
دونون بھائیون کو عمدہ سبق دیدیا ہے کہ وہ قدیم باہمی ملال نہایت نالائق تھا انسان کو
ہمیشہ نقصان اُٹھانے کے بعد نفع کا خیال ہوتا ہے۔ اسی طرح سے ممکن نہین کہ ان
دونون بھائیون نے مفارقت کے صدمات اُٹھا کے باہمی دوستی اور محبت کے زندہ کرنے
کا قصد نہ کر لیا ہو۔ مین پہلے بھی کہہ چکا ہون اور اب پھر کہتا ہون میرے دل کو اس سے
زیادہ خوشی کی بات کسی مین نہین کہ اس میٹنگ (محفل) مین دونون بھائیون کو جمع دیکھتا
ہون غالبًا کل حاضرین مجلس جو ان دونون کے بزرگ اور ہمدرد دوست ہین میری آرزو
و خوشی مین شریک ہون گے۔ مین التجا کرتا ہون کہ دونون بھائی اسوقت میرے سامنے
اُٹھین اور تمام خیالات ملال کو دل سے رفع کر کے باہم بغلگیر ہو جائین۔

اور یقین ہے کہ اس درخواست مین سب میری سفارش کر کے مجھے ممنون فرمائین گے ۔ مجھے یہ بھی امید ہے کہ میرے قدیم اور معزز دوست مرزا فریدون قدر بہادر میری تمنا پوری کرنے مین سبقت کرین گے ،، اسپیچ کے ختم ہوتے ہی اور اتنا سنتے ہی نواب فریدون ہی اُٹھ کھڑے ہوے اور شرماشرمی مرزا انجم قدر کو بھی اُٹھنا پڑا ۔ دونون بھائی بغلگیر ہوے اور سب نے اس جوشِ محبت پر شگفتگی کے ساتھ مبارکبادد دی ۔ ہنسی خوشی جلسہ تمام ہوا تو مہمانانِ عالیشان رخصت ہو ہو کے اپنے اپنے گھرون کو روانہ ہوے ۔ جلسے سے فراغت ہو چکی تھی مگر مرزا بیدار بخت کا کام کسی قدر باقی تھا اُنھون نے بڑھ کے مرزا انجم قدر کا ہاتھ پکڑ لیا ۔ اور تنہائی مین لیجا کے کہنے لگے "مرزا انجم قدر بہادر آپ کو اب اپنے بڑے بھائی سے بخلوص ملنا چاہیے اگر کسی قسم کی شکایت ہو تو مجھ سے کہہ دیجیے ۔ مین انشاءاللہ اُس کا عمدہ طور پر تصفیہ کر دون گا "

انجم قدر "نہین مجھے کچھ شکایت نہین " (مگر صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ اوپر کے دل سے کہتے ہین) ۔

بیدار بخت "اسکی سند نہین ۔ مین نے کچھ آپ کی شکایتون کا حال سُنا ہے ۔ اگر گستاخی نہ ہو تو عرض بھی کر دون ۔ کیونکہ مین چاہتا ہون کہ آپ مین اور اُن مین ذرا بھی ملال نہ باقی رہے "

انجم قدر ۔ (اُترے ہوے چہرے سے) " فرمایئے آپ نے کیا سُنا اور کس سے سُنا "

بیدار بخت "آپ خفا تو نہ ہونگے "

انجم قدر "استغفراللہ آپ بزرگ ہین "

بیدار بخت "مین نے سُنا ہے ہوٹل مین کوئی عورت تمھارے ساتھ تھی اور اب تمھین اُسکی جستجو ہے ۔ جانتے ہو وہ اب کہان ہے ؟ "

انجم قدر ۔ (کسی قدر سکوت کے بعد) "جی ہان جانتا ہون اور اپنی بدقسمتی پر روتا ہون "

بیدار بخت "نہین نہین رونے کی کوئی بات نہین ۔ مین انصاف تمھارے ہی ہاتھ مین چھوڑتا ہون ۔ تم اُس عورت کا حال نہ جانتے ہو گے عرصہ ہوا کہ وہ سب سے پہلے مرزا فریدون قدر کے پاس آئی تھی جس زمانے مین کہ اُن کے ہان کا بہت سا مال و اسباب چوری گیا تھا یہ تو سُنا ہو گا کہ ایک رنڈی بھی اُس مال کے ساتھ غائب ہو گئی تھی "

انجم قدر "ہان ہان "

بیدار بخت وہ بیوہ عورت ہے اور ابھی زمانے سے مرزا فریدون قدر کی منظور نظر ہے۔ اسکے فراق مین فریدون قدر کی زندگی دشوار تھی۔ یہ مجھسے پوچھیے کہ کس کس طرح سمجھا سمجھا کے مین نے انکو تسکین دی۔ بیچاری پاکرایا ہے تمھارے بعد مرزا فریدون قدر کو اُسکا پتا معلوم ہوا تو دوڑے گئے اور چونکہ وہ بھی راضی تھی اپنے ساتھ لائے اور نکاح شرعی کرلیا۔ پس تمھین خیال کرو کہ اول تو وہ انکی قدیم معشوقہ ہے دوسرے بطیب خاطر اُسنے مناکحت پر راضی ہوگئی پھر تمھین اس مین کیا دخل۔ جہان تک مجھے معلوم ہے تم سے اُس سے کوئی ناجائز تعلق بھی نہین تھا اس [illegible] رہتا مین تمھین خود اُس سے دست بردار ہوجانا چاہیے شرفا کے قاعدے سے جس پر بڑے کی نظر پڑ جاتی ہے اُسکو خرد کبھی نہین نگاہ سے دیکھتا اب مجھے یقین ہے کہ سب باتین تمھاری سمجھ مین آگئی ہونگی۔ یا کچھ کسر ہے"

انجم قدر نے اور تو سب حال مجھے معلوم تھا لیکن نکاح کی خبر معتبر نہین سمجھتا تھا۔ سے یقین ہوا اور گو کہ واقعی میرے دل مین عجیب طرح کے خیالات پیدا ہو چلے تھے لیکن آپ کا سمجھانا ایسا نہین کہ مین نے نشیب و فراز سے آگاہی نہ حاصل کی ہو۔ خیر جو کچھ ہوا وہ ہوا۔ اب آج اس وقت سے مین نے وہ سب توہمات اور اندیشے دل سے نکال ڈالے۔ آج سے مین انکو (بیدار بخت کو) اپنی مکرمہ محترمہ بھابھی سمجھون گا۔ کسی طرح میری خطائین بھائی صاحب قبلہ سے معاف کرا دیجیے یہ کہکر گردن جھکالی۔

انجم قدر سے اتنا سُنا تو بیدار بخت کو بڑی خوشی ہوئی دوڑکر گلے سے لگالیا اور کہا جزاک اللہ۔

پھر تو مرزا بیدار بخت بہادر نے دوہی تین دن مین دونون بھائیون کی اچھی طرح صفائی کرادی اور نواب فریدون قدر اور مرزا انجم قدر نہایت شایستگی اور اتفاق سے زندگی بسر کرنے لگے۔ ہماری بھی دعا ہے کہ خدا عمر زندگی تک یون ہی نباہ دے۔ فقط